

قال رسول الله إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي أهليتي

شیعان آل محمد خصوصاً واپسین اور بے نادرہ ظاہر تحفہ
عظمت مسلمان کے لیے نادرہ کتاب تحفہ

www.sirat-e-mustaqeem.net

جلد التالی عشر من تفسیر (۱۲)

انوار النجف

اسرار المصحف

بانی

مصنف

حجۃ الاسلام علامہ حسین بخش صاحب جازانہ ظلہ
جامعہ علمیہ باب النجف جازانہ ضلع ڈیر اسماعیل خان

12

۷۵ روپے

پریم

کتبہ انوار النجف ڈیر ایٹان ضلع بہار

فہرست

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۰	حضرت ابراہیمؑ کا ذکر	۲۳	۶	سورہ یسین کے فضائل	۱
۵۱	رسم عرس	۲۴	۸	رکوع ۱۵	۲
۵۲	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۲۵	۹	شب ہجرت	۳
۵۶	فرزند کی بشارت	۲۶	۱۰	صنعت جاریہ	۴
۵۷	ذبح کرنے کا حکم	۲۷	۱۱	امام حسین	۵
۶۰	ذبح اللہ کوں تھا؟	۲۸	۱۲	اصحاب انطاکیہ کا ذکر	۶
۶۱	حضرت اسحاقؑ ذبح اللہ نہیں تھے	۲۹	۱۸	سمن آل یسین	۷
۶۳	حضرت اسمعیلؑ کے ذبح اللہ ہونے کی وجوہ	۳۰		۲۳	۸
۶۴	قربانی کا ذبیحہ	۳۱	۲۰	رکوع نمبر ۱	۹
۶۵	ذبح عظیم	۳۲	۲۱	رکوع نمبر ۲	۱۰
۶۶	نسخ قبل عمل	۳۳	۲۵	رکوع نمبر ۳ نفع صور	۱۱
۶۹	رکوع ۵	۳۴	۲۷	اعضا کی گراہی	۱۲
۶۹	حضرت ایساؑ کا ذکر	۳۵	۲۷	منکبین توحید کی تردید	۱۳
۷۱	رکوع ۹ حضرت یونسؑ کا ذکر	۳۶	۲۸	رکوع نمبر ۴	۱۴
۷۵	فضیلت آل محمدؐ	۳۷	۳۱	سورہ صافات	۱۵
۷۷	سورہ ص	۳۸	۳۲	رکوع نمبر ۵	۱۶
۷۸	رکوع ۱۱	۳۹	۳۵	رکوع نمبر ۶	۱۷
۸۱	معجزہ پچیس	۴۰	۳۵	سوال ولایت	۱۸
۸۲	رکوع ۱۱	۴۱	۳۸	لا الہ الا اللہ	۱۹
۸۲	حضرت داؤدؑ کا ذکر	۴۲	۴۱	شجرہ زقوم	۲۰
۸۴	حضرت داؤدؑ کی عصمت	۴۳	۴۲	رکوع نمبر ۷ لفظ شیعہ	۲۱
۸۸	رکوع ۱۱ اثبات قیامت	۴۴	۴۳	شیعہ اور حنبلیہ میں فرق	۲۲

۱۳۴	نسخِ سر	۶۰	۹۰	حضرت سلیمان کے لئے سورج کا پلٹنا	۴۵
۱۳۵	قیامتِ صغریٰ	۶۱	۹۱	حضرت سلیمان کا امتحان	۴۶
۱۳۸	رکوع نمبر ۵	۶۲	۹۳	ملک سلیمان	۴۷
۱۴۰	سورہ المؤمن	۶۳	۹۴	رکوع نمبر ۱۳ حضرت ایوب کا ذکر	۴۸
۱۴۱	رکوع ۴ ع	۶۴	۱۰۲	حضرت ذوالکفل	۴۹
۱۴۲	صفاتِ خدا	۶۵	۱۰۴	بہنہ پیرو مرید	۵۰
۱۴۳	حاملینِ عرش	۶۶	۱۰۶	رکوع نمبر ۱۴	۵۱
۱۴۴	رکوع ۴ ع	۶۷	۱۰۷	خلقتِ آدم	۵۲
۱۴۶	رکوع ۵ ع - حضرت مرثیٰ کا ذکر	۶۸	۱۰۸	عالمین کا معنی	۵۳
۱۴۹	رکوع ۹ ع - مومن آلِ فرعون	۶۹	۱۱۰	تنبیہ	۵۴
۱۵۲	حضرت یوسف کی پیشین گوئی	۷۰		سورہ الزمر	۵۵
۱۵۵	رکوع ۱۱ ع مومن آلِ فرعون کا قصہ	۷۱	۱۱۱	رکوع ۱۵ ع	۵۶
۱۵۹	رکوع ۱۱ ع	۷۲	۱۱۳	شرک سے بچنے کی تنبیہ	۵۷
۱۶۱	الہ اور رب رکوع ۱۱	۷۳	۱۱۴	رکوع ۱۶ ع	۵۸
۱۶۳	رکوع ۱۳ ع	۷۴	۱۱۸	رکوع ۱۷ ع	۵۹
۱۶۶	رکوع ۱۴ ع	۷۵	۱۲۱	درسِ توحید	۶۰
۱۶۸	سورہ الحجہ	۷۶		چاپ ۸ ۲۲	۶۱
۱۶۹	رکوع ۱۵ ع	۷۷	۱۲۳	رکوع ۱۸ ع	۶۲
۱۷۰	دعوتِ عشیرہ	۷۸	۱۲۵	رکوع ۲۰ ع روح اور نفس	۶۳
۱۷۲	رکوع نمبر ۱۶ خلقتِ آسمان و زمین	۷۹	۱۲۷	مشرکین کا رویہ	۶۴
۱۷۶	اسرار و رموز	۸۰	۱۳۰	رکوع ۲۱ ع	۶۵
۱۷۸	سعادت و نحوست ایام	۸۱	۱۳۰	بخشش کی اُسیب	۶۶
۱۸۲	رکوع ۱۷ ع	۸۲	۱۳۱	اللہ پر جھوٹ بولنے کی سزا	۶۷
۱۸۵	اللہ پر حسن ظن	۸۳	۱۳۳	رکوع ۲۲ ع	۶۸
۱۸۶	رکوع ۱۸ ع	۸۴	۱۳۳	حبط اور ضبط	۶۹

۲۳۰	نبوتِ عظیم پروردگار ہے	۱۱۸	۱۸۸	۹۵	رکوع ۱۹ اچھی تبلیغ
۲۳۳	تقسیمِ رزق	۱۱۹	۱۸۹	۹۶	سجدہ قرآنی
۲۳۵	رکوع ۱۸	۱۲۰		۹۷	پارہ ۲۵
۲۳۶	معراج کی بات	۱۲۱	۱۹۳	۹۸	رکوع ۱۸
۲۳۹	وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا	۱۲۲	۱۹۶	۹۹	سورہ جمعہ
۲۴۱	رکوع ۱۷ حضرت موسیٰ کا ذکر	۱۲۳	۱۹۷	۱۰۰	رکوع ۱۷
۲۴۳	رکوع ۱۶ عیسیٰ سے مشابہت	۱۲۴	۱۹۹	۱۰۱	رکوع ۱۶
۲۴۶	حضرت علی کی انبیاء سے فضیلت	۱۲۵	۲۰۲	۱۰۲	میزانِ علی ہے
۲۴۸	قیامت میں دوستی	۱۲۶	۲۰۶	۱۰۳	رکوع ۱۵
۲۴۹	رکوع ۱۵	۱۲۷	۲۰۶	۱۰۴	اجر رسالت
۲۵۳	جناب فضلہ کی قرآنِ دلی	۱۲۸	۲۱۱	۱۰۵	وسعتِ رزق
۲۵۷	لطیفہ	۱۲۹	۲۱۲	۱۰۶	رکوع ۱۴
۲۵۵	سورہ دخان	۱۳۰	۲۱۴	۱۰۷	جنتوں کی نشانیاں
۲۵۶	رکوع ۱۴	۱۳۱	۲۱۵	۱۰۸	شورعی کا حکم
۲۵۷	خلیفہ رسول کا مقام	۱۳۲	۲۱۶	۱۰۹	رکوع ۱۳ ظلم
۲۶۱	دخان کی وضاحت	۱۳۳	۲۱۸	۱۱۰	دجی کے اقسام
۲۶۳	آسمان کس پر رویا	۱۳۴	۲۲۱	۱۱۱	مَا كُنْتُ تَدْرِي
۲۶۴	امام حسین کے غم میں رونے کا ثواب	۱۳۵	۲۲۲	۱۱۲	سورہ زخرف
۲۶۶	رکوع ۱۳	۱۳۶	۲۲۳	۱۱۳	رکوع ۱۳
۲۶۶	کامیابی کی دعا	۱۳۷	۲۲۵	۱۱۴	رکوع ۱۲
۲۶۸	قومِ تبیح	۱۳۸	۲۲۷	۱۱۵	بیانِ تریجہ
	رکوع ۱۲	۱۳۹	۲۲۸	۱۱۶	رکوع ۱۱
۲۷۰	زقوم	۱۴۰	۲۲۹	۱۱۷	کلمہ باقیہ

ستارہ سحر گیا

تاریخ وفات - ۴ دسمبر ۱۹۹۰ء جامعہ امامیہ کربلا گامے شاہ لاہور

راہنما کے فکرِ حقِ جہان سے گزر گیا
ظلمتوں میں علم کی ضیاء کو عام کر گیا
عہدِ مشکلات میں کچھ اور ہی نکھر گیا
برہمِ ملاحظہ کا وہ بے بدل سہر گیا
جلانی شیعہ انقلاب کو بلا بھر گیا
بہت سے پیشواؤں کا نصیب یوں ستر گیا
دورِ حادثات میں وہ چارہ گر کہہ گیا
فضیلتوں کا آسماں زمین میں اتر گیا
بس قلم کی تیغ سے ستم نواز ڈر گیا
وہ بزمِ مہر و لطف سے نظارہ نظر گیا
رہی نماں سدا بہار جس پر وہ شہر گیا
جہین صبح قوم سے ستارہ سحر گیا
قوم کی رگِ حیات مڑوہ زندہ کر گیا
علوم آلِ مصطفیٰ اکھڑتے بکھر گیا
تلفِ درانہ زندگی کا درس تھا گزر گیا
دامنِ حیات جن کے مرثیوں سے بھر گیا
وہ جن کے نقش پر چلا وہ جتنی راہ پر گیا

بروفات علامہ حسین عظیمی جاڑا اعلیٰ الشہداء و توارثہ شہداء

آفتابِ علم و فنِ بام سے اتر گیا
ہر قدمِ بفتوں کی تلخیاں سہیں مگر
عمر بھر نیریدیت کے حامیوں سے جنگ لڑا
سہرِ حیات تک جو جو ذکرِ حق رہا -
منافقت کی تیز آندھیوں میں بھی نہ رک سکا
اس کے نقشِ پایہ چل کے نام پیدا کر گئے
پیکرِ شجاعت و مروت و یقین و امن -
مصیبتوں کے دور میں عقیدتیں سمیٹ کر
ڈوب گئی آج اس کی بھین ٹوک کٹ گئی
دکھوں کو تلخیوں کو مسکرا کے جس نے پی لیا
شہر سے جس کے جی رہا تھا ایک شہر بے کساں
شعاؤں کی لیکر کھینچ کر شبِ سیاہ میں
سہرِ زمینِ پاک میں نجف کا باب کھول کر
مرتبہ یہ کم سے کیا نگر نگر - گلی گلی -
تا ابد سے گی اس کی عظمتوں کی داستاں
دلانے مرقعے کا ابرہ نورِ قہر پر ہے
کریم تھے ظہور لے گئے ریاضِ خلد میں

سوگوار :- ظہور احمد جاڑا ڈیرہ اسماعیل خان



سُورَةُ الْاِسْمِ

یہ سورہ مکہ ہے۔ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چوداسی ہے۔

سورہ اِسْمِ کے فضائل

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو شخص رمضانے پر دو گار کی خاطر سورہ اِسْمِ کی تلاوت کرے اُس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور بارہ ختم قرآن کا ثواب اُس کے

نامہ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

جس بیمار کے پاس سورہ اِسْمِ پڑھی جائے تو اُس کے تمام حروف سے بارہ گناہ فرشتے نازل ہو کر اُس کے سامنے صف بصف کھڑے ہوں گے اور اُس کے لئے بخشش کی دعا کریں گے۔ اور قبضِ رُوح کے وقت بھی وہ موجود رہیں گے اور اس کی تیشیح جنازہ کر کے اُس کے نماز جنازہ و دفن میں بھی شریک ہوں گے۔ اور سکرات الموت کی حالت میں اگر مریض خود پڑھے یا اُس کے پاس کوئی دوسرا آدمی پڑھے تو رضوانِ جنت شرابِ جنت لے کر اُس کے پاس پہنچتا ہے پس وہ بستر پر لیٹے ہوئے اُسے پی لیتا ہے اور سیراب ہو کر مرتا ہے۔ اور سیراب ہو کر ہی مبعوث ہو گا حتیٰ کہ بعض جنت پر جانے کی اُسے ضرورت نہ ہوگی اور سیراب ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔

ایک روایت میں ہے اس سورہ مجیدہ میں پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا راز مضمر ہے اور دنیا و آخرت کے مصائب اس کے پڑھنے والے سے دور کئے جاتے ہیں۔ اس کے پڑھنے والے سے ہر شر دور ہوگا اور اس کی ہر حاجت پوری ہوگی۔ نیز اس کے پڑھنے والے کو میں جنوں کا ثواب ملے گا نیز اس کے سننے والوں کو بھی ایک ہزار دینار فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور جو شخص لکھ کر اس کو پی لے تو گویا ہزار دوائے شافی اُس نے پی لی اور اُس کے اندر ہزار نور ہزار یقین ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل ہوئیں نیز اُس کے اندر سے ہزار بیماریاں و تکلیفیں نکل گئیں۔

بروایت انس بن مالک حضور نبی اکرم سے منقول ہے کہ ہر چیز کا دل ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورہ اِسْمِ ہے۔ نیز حضور نبی اکرم سے مروی ہے کہ جو شخص قبرستان میں پہنچ کر سورہ اِسْمِ پڑھے تو پورے قبرستان والوں سے اُس دن کا عذاب اٹھ جائے گا۔ اور اس کے اندر تمام دفن ہونے والوں کے برابر نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر چیز کا دل ہوا کرتا ہے اور قرآن کا دل اِسْمِ ہے جو شخص دن

میں اس کی تلاوت کرے تو وہ شام تک محفوظ و مرزوق ہوگا اور جو شخص سونے سے پہلے رات کے وقت اس کی تلاوت کرے تو ہر شیطان رحیم اور ہر آفت سے ستر نزار فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اور اگر مر جائے تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ اور تیس ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں گے اور اس کی قبر تک استغفار کرتے ہوئے اس کی تشییح کریں گے پس جب اس کو داخل لحد کیا جائے گا تو وہ فرشتے عبادت کریں گے اور اس کا ثواب اسی مرنے والے کو ہوگا۔ اور تاحد نگاہ اس کی قبر میں وسعت پیدا کی جائے گی نیز نثار قبر سے بھی وہ محفوظ ہوگا اور اس کی قبر سے آسمان تک ایک نور تاباں قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ قبر سے محشر ہوگا پھر وہ فرشتے اس کے ہمراہ چلتے ہوئے اس سے باتیں کرتے ہوئے اور خوش طبعی کرتے ہوئے اسے ہر خیر کی خوشخبری سنائیں گے اور صراط و میزان کی منازل میں وہ اس کے ہمراہ ہوں گے۔ اور مقام قرب خداوندی میں اس کو جا کھڑا کریں گے کہ اس سے زیادہ قریب ملائکہ مقربوں اور انبیاء مرسلوں کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔ پس انبیاء کے ہمراہ دربار خداوندی میں حاضر ہوگا اور غم و حزن سے وہ محفوظ ہوگا اور ذات پروردگار کی جانب سے اس کو خطاب پہنچے گا کہ اے میرے بندے تم جس جس کی شفاعت کرنا چاہو بے شک کرو وہ قبول ہوگی اور مجھ سے جو کچھ طلب کرو تمہیں دیا جائے گا پس اس کی شفاعت مقبول ہوگی اور حساب کی منزل آسان ہوگی نہ اس کو رسوائی ہوگی، نہ بھڑکا جائے گا اور کتاب منشور اس کے حوالے کی جائے گی اور لوگ ازراہ خیرت کہیں گے کہ سبحان اللہ اس بندے کا تو کوئی ایک گناہ بھی نہیں نکلا پس وہ شخص حضرت نبی اکرم کے مصاحبین میں سے ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول کریم کے بارہ نام ہیں جن میں سے پانچ نام قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ اور وہ ہیں محمد عبد اللہ لیس اور نوں۔

تفسیر صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو زندگی بھر میں ایک مرتبہ سورہ لیس کی تلاوت کرے تو دنیا و آخرت اور زمین و آسمان کی جملہ مخلوق کی تعداد سے لاکھوں گنا نیکیاں اس کے نام اعمال میں درج ہوں گی اور اسی قدر اس کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور فقر و قرض تنگدستی تھکان دیوانگی جذام و سوس اور ہر موزی مرض اس سے دور کی جائے گی اور سکرات الموت اس پر آسان ہوگی۔ الخ

تفسیر بہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اپنی اولادوں کو سورہ لیس کی تعلیم دو کیوں کہ یہ قرآن کی جان ہے۔

حدیث نبوی میں ہے جو شخص عرق کلاب سے لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر آفت و بوائی سے محفوظ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص عرق کلاب و زعفران سے اس کو سات دفعہ لکھے اور ایک ایک تعویذ روزانہ متواتر سات دن تک پئے اس کا اثر یہ ہوگا کہ ہر سنی ہونی چیز کو حفظ کر لے گا۔ مناظرہ میں فریق مخالف پر غالب ہوگا اور لوگوں میں اس کی عزت و عظمت زیادہ ہوگی۔ اور جو شخص لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ اپنے جسم میں حسد نظر بدجن و انس کی اذیتوں جنوں اور ہر قسم کے درووں سے محفوظ رہے گا۔ باذن اللہ۔

رکوع نمبر ۱۸

اور اگر کوئی عورت دھو کر پی لے تو اُس کے دودھ میں اضافہ ہوگا اور اُس کا دودھ بچے کے لئے نہایت عمدہ غذا ثابت ہوگا۔

یس حرف مقطعات قرآنیہ میں سے ہے جن کی وضاحت دوسری جلد میں ہو چکی ہے۔ تفسیر برہان میں ہے کہ

ایک مرتبہ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یس کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

یہ حضور نبی اکرم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کا معنی ہے اے سامع الوحی گویا یا حرفِ ندا ہے اور سین سامع الوحی سے مخفف ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ایک قول کے مطابق سید المرسلین کا مخفف سین ہے۔ بہر کیف ان صورتوں میں پھر یس حرف مقطعات میں سے نہ ہوگا اور اس کے بعد اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ کا خطاب اس کی مزید تائید کرتا ہے کہ یا حرفِ ندا ہو۔ اور سین حضور اکرم کا مخفف نام ہو لیکن بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یس آپ کا نام ہے تو اس صورت میں حرفِ ندا مقدر و مخذوف ہوگا۔

تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ۔ اگر تنزیل پر رفع پڑھا جائے تو اس کا مبتدا مخذوف ہوگا یعنی هَذَا تَنْزِيلٌ اور اگر اس پر نصب

پڑھی جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا اور فعل مخذوف مانا جائے گا یعنی تَنْزِيلٌ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ۔

مَا أَنْزَلْنَا۔ بعض مفسرین نے

ما کو نافیہ قرار دیا ہے اور مقصد یہ

ہے کہ اس قوم کو ڈراؤ جن کے

باپ دادا کو نذیر بھیج کر نہیں

ڈرایا گیا۔ اور بعض نے ما کو

موصولہ قرار دیا ہے۔ یعنی

قرآن مجید خدا کی جانب سے

نازل شدہ کتاب ہے تاکہ قوم

کو ڈرائے جس طرح ان کے

باپ دادا کو ڈرایا گیا۔ چنانچہ

منقول ہے کہ حضور سے پہلے

عربوں میں دو پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ایک خالد بن سنان اور دوسرے قس بن ساعدہ۔

إِنَّا جَعَلْنَا۔ آیت مجیدہ کا شان نزول اس طرح ہے کہ ابو جہل نے قسم کھائی تھی کہ میں حضور اکرم کو نماز کی حالت میں

پتھر ماروں گا چنانچہ وہ جب پتھر اٹھا کر آیا۔ اور مارنے کے لئے ہاتھوں کو بلند کیا تو پتھر ہاتھوں سے چھٹ گیا اور ہاتھ اس کی تھڑکی تک

پہنچ کر رک گئے جس طرح کسی کے ہاتھوں کو زنجیر و طوق کے ذریعے سے گردن سے باندھ دیا جائے۔ جب واپس آکر اُس نے اپنے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے و شروع کرتا ہوں ۱

یَس ② وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ③ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ④

یس ② قرآن حکیم کی قسم بے شک تو رسولوں میں سے ہے

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ⑤ تَنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ⑥

یہ غالب دم کرنے والے پروردگار کی جانب سے نازل شدہ ہے

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا اَنْذَرَاۤ اٰبَآءَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے پس وہ غافل ہیں

ساتھیوں کو خبر دی تب پھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

مَقْمَحُونَ - اس کا معنی ہے سر کو اوپر کی طرف اٹھا کر ٹکلی بانڈھ کر دیکھنے والے عام طور اونٹوں کے لئے ہی یہ لفظ استعمال ہوا کرتا تھا جب موسم سرما میں ان کو پانی پر لے جاتے تھے تو وہ پانی کی ٹھنڈک کی وجہ سے سر اوپر کو اٹھا لیتے تھے تو وہ کہتے تھے قَمَمَ النَّبَعِيُّ اسی طرح بَعِيدٌ قَارِحٌ اور اَيْدٍ قَمَاحٌ اس جگہ مقصد یہ ہے کہ ابوہل نے جب ازیت پیغمبر کا ارادہ کیا تو اس طرح شل ہو گیا جیسے اس کی گردن میں زنجیر ڈالے گئے ہوں اور اس کی ٹھڈی اوپر کی طرف اٹھ گئی ہو کہ وہ نیچے دیکھنے سے قاصر ہو۔ اور ممکن ہے اس کا مضمون عام ہو اور مقصد یہ ہو کہ یہ لوگ آپ کی نصیحت کو سننا گوارا ہی نہیں کرتے بلکہ اکثر ادھر ادھر سے گذر جاتے ہیں اور گردن میں زنجیر پڑے ہوئے انسانوں کی طرح ٹھڈی نیچے کر کے زمین کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے اور ازراہ تکبر اونٹوں کی طرح گردن اکڑائے ہوئے اوپر کی طرف ہی دیکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے قیامت کے دن کی پیشی اور جہنم میں داخلہ کی آیت مجیدہ میں تصویر کشی کی گئی ہو **وَجَعَلْنَا** - مروی ہے کہ جب ابوہل ناکام واپس آیا تو بنی مخزوم کا ایک دوسرا شخص (ولید بن مغیرہ) اٹھا۔ اور وہی پتھر لے کر حضور کی طرف بڑھا جب کہ وہ نماز میں مشغول تھے تو خداوند کریم نے اس کی آنکھوں سے بینائی سلب کر لی پس وہ آواز سنتا تھا لیکن اُسے دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لہذا جب نامراد واپس پلٹا تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہ دیکھ سکا جب انہوں نے بلا کر کیفیت دریافت کی تو اُس نے اپنا ماجرا بیان کیا۔

شب ہجرت

عبداللہ بن مسعود سے مروی

ہے کہ شب ہجرت جب قریش مکہ دروازہ پیغمبر پر جمع ہوئے تو آپ نکلے اور اُن کے سروں پر مٹی ڈال دی پس وہ آپ کو دیکھ نہ سکتے تھے بلکہ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥﴾ اِنَّا

تحقیق ثابت ہو گیا قول (عذاب) ان کے اکثر پر پس وہ ایمان نہیں لاتے تحقیق ہم نے

جَعَلْنَا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلًا لَّا فِيْهِ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ

طوق ڈال دیے اُن کی گردنوں میں پس وہ ٹھڈیوں تک پہنچ گئے پس وہ اوپر کی طرف

مَقْمَحُونَ ﴿٩﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ

دیکھنے والے ہیں اور ہم نے اُن کے سامنے رکاوٹ پیدا کر دی اور ان کے پیچھے بھی رکاوٹ

قریش کعبہ کے پاس جمع ہو کر بیٹھ گئے اور یہ طے کر لیا کہ جب محمد آئے تو ایک ہی بار کھڑے ہو کر اُس پر قاتلانہ حملہ کر دیا جائے پس جب حضور تشریف لائے تو خدا نے اُن کے سامنے ایسی پیچھے ایسے پروے حائل کر دیے کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے پس نماز پڑھ کر آپ فارغ ہوئے تو اُن کے پاس پہنچ کر اُن کے سروں پر خاک ڈال دی کہ اُن کی آنکھیں حضور کو نہ دیکھ سکیں جب آپ واپس چلے گئے تو انہوں نے مٹی کو دیکھا پس کہنے لگے کہ اُن ہی کا جادو ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوہل نے چونکہ حضور کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا تھا

رس لئے اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جب بھی وہ رات کو گھر سے نکلتا تھا حضورؐ اور اس کے درمیان ایسا قدرتی پردہ حاصل ہو جایا کرنا کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

تفسیر برہان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ دارالندوہ میں مشرکین مکہ کا رسول اللہ کے بارے میں بڑا اجتماع ہوا تو جبریل نے اِدھر حضور کو اس کی پوری کاروائی کی اطلاع دی اور حکم پروردگار سنایا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں چنانچہ آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دے دیا چنانچہ آپ نہایت اطمینان سے سبزی کی خصوصی چادر تان کر سو گئے جس میں حضور بنفسِ نفیس آرام فرمایا کرتے تھے اور تلوار اپنے پہلو میں رکھ لی ادھر دروازہ پر قریش مکہ نے جمع ہونا شروع کر دیا تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں حضرت نبی اکرمؐ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت دروازہ پر پورے پچیس آدمی جمع ہو چکے تھے آپ نے مٹی اٹھائی اور ان کے سروں پر پھینکی اور یسین سے لے کر فہمہ کا یَبْرُؤن تک آیات کی تلاوت فرمائی اور چلے گئے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا تو اس نے اُن سے بیٹھنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے انتظار میں بیٹھے ہیں اُس نے کہا وہ تو کافی دیر سے جا چکے ہیں اور تمہارے سروں پر مٹی بھی ڈال گئے ہیں۔

صدقہ جاریہ | نکتہ ما قداموا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام کرے تو اس کا اُس کو ثواب بھی ملے گا اور اس کی قائم کردہ نیکی پر جب تک عمل ہوتا رہے گا اس کے نامہ اعمال میں اس کا ثواب بھی لکھا جاتا رہے گا پس اگر کوئی شخص مسجد تعمیر کرے تو جب تک اس میں نماز ادا ہوتی رہے گی بانی مسجد کے نامہ اعمال میں ثواب درج ہوتا رہے گا چنانچہ حدیث میں ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً مَلًا۔ جو شخص بھی ایک اچھی عادت و سنت قائم کرے تو اُس پر عمل کرنے والوں کی نیکیوں کے برابر اس کو بھی اجر ملتا رہے گا۔ اور اسی طرح اس کے برعکس اگر کوئی شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو جب تک وہ برائی ہوتی رہے گی ایجاد کرنے والا بھی اس گناہ میں شریک ہوتا رہے گا پس نامہ اعمال میں جس طرح اپنے اعمال لکھے جاتے ہیں اسی طرح قیامت تک اُن کے ہونے والے اثرات بھی اس میں درج ہوتے ہیں پس مساجد بنانا امام بارگاہیں تعمیر کرنا مدارس دینیہ قائم کرنا ہدایتِ خلق کے لئے کتابیں لکھنا یا اپنی حیثیت کے مطابق رفاہ عامہ کے لئے کوئی کام کرنا ایسے صدقات جاریہ ہیں جن کا ثواب مرجعہ کے بعد بھی مرنے والے کے نامہ اعمال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح نیک اولاد اور نیک شاگرد دنیا میں چھوڑ کر جانا انسان کی باقیاتِ صالحات میں سے ہوا کرتا ہے وہ لوگ بہت نیک بخت ہوتے ہیں جو اپنے مرنے کے بعد کے لئے کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ کر جائیں اور نیک مقصد کے لئے اپنی حلال کمائی کی جاداد کو وقف کر کے جائیں۔ یا نیک اولاد یا نیک شاگرد چھوڑ کر جائیں جو تاقیامت اُس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اندراج کا موجب بنیں۔ اسی بنا پر تو شہید راہِ نبیؐ کو مردہ نہیں کہا جاتا کیونکہ ظاہری موت کے بعد بھی دینِ خدا کے لئے اس کی دی جانے والی قربانی کے آثار چونکہ زندہ ہیں لہذا گویا وہ خود زندہ ہے اسی طرح عالم دین جو ظاہری طور پر دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کے آثارِ علمیہ چونکہ باقی ہیں جن سے تاقیامتِ خلقِ خدا فیضیاب ہوتی رہے گی۔ پس گویا وہ خود زندہ ہیں۔ اور آثارِ تمہم کا ایک دوسرا معنی بھی کیا گیا ہے یعنی نیکی کرنے میں انسان کو

جو تکلیف ہوتی ہے وہ بھی نامہ اعمال میں درج ہوتی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ بنی سلمہ کا قبیلہ مدینہ کے آخری کنارہ پر تھا اور مسجد نبوی تک آنے میں ان کو کافی تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنی منازل کی جاسی کا حضور سے بھی شکوہ کیا تو آیت نازل ہوئی کہ ہم ان کی نیکیوں کو بھی لکھتے ہیں۔ اور مسجد تک چل کر آتے ہوئے ان کے قدموں کے نشان بھی درج کرتے ہیں چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ سب سے زیادہ نماز باجماعت کا ثواب ان نمازیوں کو ملے گا جو بہت دور سے چل کر شامل ہوتے ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا چھوٹے اور حقیر گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو کہ ان کی بھی باز پرس ہوگی۔ خبردار کوئی شخص یہ نہ کہے کہ گناہ کروں اور پھر توبہ کروں گا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں ہم ان کو لکھ لیتے ہیں۔

اِمَامٍ مَّبِينٍ

اس کے متعلق چند اقوال ہیں

بعضوں نے کہا ہے کہ اس

جگہ امام حسین سے مراد لوح محفوظ

ہے اور بعض کے نزدیک اس

سے مراد نامہ اعمال ہے اور

ہمارے نزدیک قوی قول یہ

ہے کہ اس جگہ امام حسین سے

مراد حضرت امیر المؤمنین علی بن

ابی طالب علیہ السلام ہیں

چنانچہ ابن عباس نے روایت

کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام

نے فرمایا خدا کی قسم میں ہی وہ

امام حسین ہوں جو سچ کو باطل

خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۱۰ وَسَوَاءٌ

پس ہم نے ان کو ایسا اندھا کیا کہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے اور تیرے

عَلَيْهِمْ وَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۱۱ إِنَّمَا

لئے برابر ہے ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا ایمان نہ لائیں گے سوائے اس کے

تَنْذِرُ مَنْ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ فَبَشِّرْهُ

نہیں کہ آپ کا ڈرانا ان کے لئے ہے جو پیروی کریں قرآن کی اور ڈریں خدا سے غائبانہ تو ایسے شخص کو

بِغُفْرَةٍ وَاجْرٍ كَرِيمٍ ۱۲ إِنَّا نَحْنُ الْمُوقِنُ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا

خوشخبری دو بخش اور نیک اجر کی تحقیق ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں وہ جو انہوں نے

وَأَنشَأَهُمْ وَكُلِّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مَّبِينٍ ۱۳

آگے بھیجا اور ان کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر کے رکھ دیا امام حسین میں

سے الگ کرنے والا ہوں اور اس چیز کی میں نے رسول اللہ سے وراثت پائی ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو آپ نے اپنے آبائے طاہرین

علیہم السلام سے نقل فرمائی کہ جب یہ آیت مجیدہ اتری ابو بکر و عمر نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! کیا امام حسین سے مراد

تورات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! پھر انہوں نے عرض کی کیا اس سے مراد انجیل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں! پھر انہوں

نے عرض کی کیا اس سے مراد قرآن ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں! اتنے میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا یہ وہ امام مہین ہے جس میں اللہ نے برکت کے علم کا احصا کیا ہوا ہے۔

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے ہمراہ شریک سفر تھا تو ہمارا گڈرا ایک وادی سے ہوا جس میں چیونٹیوں کا ایک سیلاب رداں میں نے دیکھا۔ ابوذر کہتا ہے میں چیونٹیوں کی کثرت کو دیکھ کر حیران و ششدر سا رہ گیا پس کلمہ تکبیر زبان سے جاری کرتے ہوئے میں نے کہا جلیل ہے وہ ذات جو ان کی تعداد کو جانتی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اے ابوذر! ایسی بات مت کہو بلکہ یہ کہو جلیل ہے وہ ذات جس نے ان کو پیدا کیا ہے خدا کی قسم ان کی تعداد بلکہ ان کے زودادہ کو تو میں بھی جانتا ہوں۔

عمار بن یاسر سے یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے ہمراہ وادی نمل سے گذرا تو چیونٹیوں کی کثرت سے متعجب ہو کر میں نے دریافت کیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کس کی مجال ہے کہ ان کو شمار کر سکے تو آپ نے فرمایا اے عمار! میں ایسے آدمی کی نشاندہی کر سکتا ہوں جو ان کی تعداد کو جانتا ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان میں زکتنے اور مادہ کتنے ہیں عمار کہتا ہے میں نے پوچھا حضور! فرمائیے وہ کون ہے؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ وہ امام مہین میں ہوں۔

وَاصْرِبْ لَهُم مِّثْلًا مِّنْ أَصْحَابِ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۴﴾

اور بیان کر ان کے لئے مثال بنتی انطاکیہ والوں کی جب ان کے پاس رسول آئے

دکوع نمبر ۱۹

اصحاب انطاکیہ کا ذکر

وَاصْرِبْ لَهُم مِّثْلًا مِّنْ أَصْحَابِ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۴﴾

ساٹنے اصحاب انطاکیہ کی مثال بیان کرو تاکہ ان کے انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کریں ان کا واقعہ تفسیر مجمع البسیان میں ایک روایت کے ماتحت اس طرح منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریں میں سے دو آدمیوں کو مبلغ بنا کر انطاکیہ کی طرف روانہ فرمایا جب یہ دونوں انطاکیہ کے قریب پہنچے تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا جو دنیاں چرا رہا تھا اسی کو حبیب بخاریا صاحب لیسین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شعرائی نے ذکر کیا ہے کہ نصاریٰ کے نزدیک یونانی زبان میں اس کا نام ثروفنس تھا یونانی زبان میں فلس کا معنی حبیب اور ثوکا معنی اللہ ہے تو عربی زبان میں اس کا ترجمہ حبیب اللہ بنتا ہے ہر کیف شہر سے باہر ان کی آپس میں ملاقات ہو گئی تو حبیب بخاریا نے ان سے احوال پرسی کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عیسیٰ کی جانب سے آپ لوگوں کی ہدایت کے لئے یہاں پہنچے ہیں تاکہ بت پرستی سے بچ کر تم لوگ خدا پرستی کی طرف آ جاؤ۔ حبیب بخاریا نے ان سے نشانی یعنی معجزہ یا کرامت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے اذن سے بیماروں کو شفا نابیناؤں کو آنکھیں اور مبروص کو تندرستی دے سکتے ہیں۔ صاحب لیسین حبیب بخاریا نے کہا کہ چلو میرا بیٹا چند سالوں سے صاحب فراش ہے اس کو شفا دلواؤ۔ پس یہ دونوں اس کے ہمراہ اس کے گھر میں پہنچے اور مرضی پر ہاتھ پھیرا تو وہ بچہ پروردگار اسی وقت تندرست

ہو گیا۔ پس رومی کی آگ کی طرح یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی اور خدا نے ان کے ہاتھوں پر کئی مریضوں کو شفا بخشی۔ انطاکیہ کا بادشاہ بت پرست تھا رفتہ رفتہ یہ خبر اس کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تو اس نے ان دونوں کو اپنے دربار میں طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ ہم حضرت عیسیٰ کے فرستادہ ہیں۔ اور ان کی نیابت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں۔ اور اس ایک خدا کی تم کو دعوت دیتے ہیں جو دیکھتا اور سنتا ہے۔ بادشاہ نے ازراہ حیرت و استعجاب سوال کیا کیا تمہارے خداؤں کے علاوہ کوئی خدا بھی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں خدا تو وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے خداؤں کو کتم عدم سے نکال کر خلعت وجود عطا فرمائی۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری ابھی ابھی خبر لیتا ہوں پس اس کے اشارے سے لوگوں نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور گھسیٹ کر بازار میں لائے اور ان کو خوب پیٹا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ نے ان کو نہیں بلایا تھا بلکہ شہر انطاکیہ میں رہتے ہوئے ان کو کافی عرصہ گذر گیا تو ایک دن بادشاہ اپنی محل سرا سے کسی طلب کے لئے نکلا تو ان دونوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ذکر خدا کو زبان پر جاری کیا بادشاہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور ان دونوں کو ایک ایک سوتازیا نے مارنے کے بعد عمیق قید کا حکم دے دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے پیچھے شمعوں الصفا کو روانہ فرمایا جو حواریں میں بلند مرتبہ پر فائز تھا تاکہ ان کی مدد کرے اور ان دونوں کی رہائی کا مناسب انتظام کرے۔ بقول شعرائی نصاری کے نزدیک اس کا نام فطرس ہے جس کا معنی پتھر ہوتا ہے اور عربی میں اس کا ترجمہ صفا ہے۔ اس کی قبر اٹلی کے شہر روما میں ہے جہاں نصاری کا بڑا پوپ رہتا ہے۔ بہر کیف حضرت شمعون الصفا (فطرس) غیر معروف صورت بنا کر شہر انطاکیہ میں داخل ہوا۔ پہلے پہل اس نے بادشاہ کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ میل جول پیدا کیا۔ جب وہ اس سے پوری طرح مانوس ہو گئے اور انہوں نے اس کا بادشاہ سے تعارف کرا دیا۔ پس بادشاہ بھی اس کے علم و دانش حسن اخلاق اور متانت و دیانت سے نہایت متاثر ہوا۔ حتیٰ کہ اس کی محبت بادشاہ کے دل میں جاگزیں ہو گئی اور اس کو اپنا مقرب بنا لیا۔ ایک دن باتوں باتوں میں اس نے بادشاہ سے پوچھ لیا کہ میں نے سنا ہے حضور والا نے دو آدمیوں کو جسمانی سزا دلوانے کے بعد عمیق قید کی سزا دے کر جیل میں ڈال رکھا ہے۔ اور ان کا قصور یہ تھا کہ وہ دونوں حضور والا کو حضور کی نشاندہ کے خلاف کسی دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے۔ اگر حضور والا کو کچھ یاد پڑتا ہو تو کیا آپ بیان فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے کہ وہ دونوں کونسا مقصد لے کر آئے تھے اور آپ سے کیا کہنا چاہتے تھے بادشاہ نے جواب دیا کہ پہلی بات ہی انہوں نے ایسی کہی تھی کہ میں غصہ کو ضبط نہ کر سکا پس فری طور پر میں نے ان کی گرفتاری اور سزا کا حکم دے دیا ان کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا تھا۔ شمعون نے نہایت پیارے انداز سے کہا اگر بادشاہ سلامت برا نہ محسوس کریں تو ان دونوں کو دربار عام میں بلایا جائے اور ان کو اپنی صفائی کا بھی موقع دیا جائے اور ان کے بیان کو سن کر ان کے نظریات کا جائزہ بھی لیا جائے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور ان کو دربار شاہی میں حاضر کیا گیا تو سلسلہ کلام اس طرح شروع ہوا۔

حضرت شمعون نے ان کو خطاب کر کے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو تمہیں اس جگہ کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں

اُس خدا نے بھیجا ہے جو ہر شے کا خالق ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ شمعون نے پھر سوال کیا کہ اُس نے تمہیں کیا کچھ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں اُس نے بہت کچھ دیا ہے تم جن طرح چاہو آزما لو۔ بادشاہ نے فوری طور پر ایک ایسے نوجوان کے حاضر کرنے کا حکم دیا جس کے چہرہ میں آنکھوں کا نشان تک موجود نہ تھا اور پیشانی اور رخسار نے ایک ہی سطح پر ہوا تھے جب وہ نابینا سامنے آیا تو ان دونوں نے اللہ سے دعا مانگی چنانچہ اس کی دونوں آنکھوں کی جگہ پر شکافت پیدا ہو گیا۔ انہوں نے زمین سے مٹی اٹھا کر اُس کے دو ڈھیلے بنائے اور اُس کی آنکھوں کی جگہ پر لگا کر دعا کی تو وہ صحیح و سالم دونوں بنیا آنکھیں بن گئیں۔ بادشاہ یہ حیرت انگیز خدائی کرشمہ دیکھ کر بجز تعجب میں غوطہ زن ہو گیا تو فوراً شمعون نے بادشاہ کے تاثر کو پائیدار کرنے کے لئے بادشاہ کا کندھا ہلایا اور کہا حضور آپ اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ ایک اندھا سرکاری خداؤں کی بارگاہ میں بھی حاضر کیا جائے۔ ممکن ہے سرکاری خدا بھی ایسا ہی کرشمہ دکھادیں جس سے شاہی مذہب کی لاج باقی رہے گی۔ اور حضور والا کا ندامت سے بھگنے والا سر ایک بار فخر سے اونچا ہونے کے قابل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ اے شمعون! تم سے اپنا راز پوشیدہ رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن خداؤں کی ہم لوگ پرستش کر رہے ہیں وہ کسی کام کے نہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں پس ان دونوں کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا اگر تمہارا خدامردہ کو زندہ کر دے تو ہم تمہیں بھی مان لیں گے اور تمہارے خدا پر بھی ایمان لائیں گے انہوں نے کہا بے شک ہمارا خدا ہر شے پر قادر ہے۔ بادشاہ نے کہا یہاں ایک مردہ ہے جس کو سات دن گذر چکے ہیں ابھی تک دفن نہیں ہوا کیونکہ اس کا باپ گھر سے باہر ہے اور اُس کے انتظار میں اُسے دفن نہیں کیا جاسکا۔ اب اس کا رنگ متغیر ہے۔ اور وہ نہایت بدبو دار ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے اللہ سے دعا مانگی اور دل ہی دل میں حضرت شمعون بھی خدا سے دعا مانگتا رہا چنانچہ ان کی دعا مستجاب ہوئی۔ اور وہ مردہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُس نے اپنی زبانی بیان کیا کہ میں تم لوگوں کے پاس

ساتویں روز و نوح کی سات

وا دیوں سے ہو کر آیا ہوں اور

میں تم کو اس حالت سے جس

میں تم ہو بچنے کی دعوت دیتا

ہوں پس تم سب کا فرض ہے

کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ بادشاہ

پلے سے بھی زیادہ متاثر ہوا اور تمام دیکھنے والوں کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا

جب ہم نے بھیجا ان کی طرف دو کو تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ان کا امداد بھیجا تمہارا

بِثَالِثٍ فَقَالُوا اِنَّا اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ ﴿۱۵﴾

پس سب نے کہا ہے شک ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں

حضرت شمعون نے تبلیغ کا مناسب موقع سمجھ کر بادشاہ کے تاثر سے اچھے نتیجے کی امید رکھتے ہوئے بادشاہ کو دعوت

توحید دے دی جو اُس نے فوراً قبول کر لی اور پوری مملکت کے دانشور منصف مزاج لوگوں نے دین حق کو قبول کر لیا لیکن

ہٹ دھرم اور عنادی مزاج لوگ جو آبائی گورائے تقلید کو خیر باد نہ کہہ سکے اپنے کفر پر جے رہے۔

بعض روایات میں ہے کہ پہلے دونوں رسول بھی خدا نے بھیجے تھے اور تیسرا بھی خدا کی طرف سے مامور برسات تھا۔ اور یہ حضرت عیسیٰ کے نمائندے نہ تھے۔ اور دوسری بعض روایات میں ہے کہ پہلے دونوں بھی حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے آپ کے نمائندے تھے۔ اور تیسرا بھی آپ ہی کا فرستادہ تھا لیکن قرآنی آیات میں پہلے قول کی تائید ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ زندہ ہونے والا بادشاہ کا اپنا فرزند تھا اس نے باپ کے پوچھنے پر بیان کیا کہ مرنے کے بعد میں نے دو آدمیوں کو حالت سجدہ میں دیکھا جو اللہ سے میری دوبارہ زندگی کی درخواست کر رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اگر وہ دونوں آدمی تیرے سامنے آجائیں تو ان کو پہچان لو گے بیٹے نے جواب دیا کہ ابھی ابھی کی بات ہے کیوں نہ پہچانوں گا پس شاہی حکم سے تمام لوگوں کو صحرا میں لے جایا گیا اور ایک ایک کو شہزادے کے سامنے سے گزرا گیا۔ کافی لوگوں کے بعد ان دو میں سے ایک کی باری آئی تو شہزادے نے کہا ایک تو یہ ہے۔ پھر کچھ وقفے کے بعد جب دوسرا گذرا تو شہزادے نے کہا دوسرا یہ ہے۔ پس بادشاہ اور اہل مملکت مشرف باسلام ہو گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ کفر پر ڈٹا رہا اور اس کی تمام رعایا بھی کافر رہی اور رسولوں کے قتل کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور قرآن آیات میں بھی اسی روایت کی تائید ہے اور ممکن ہے کہ پہلی روایت کے ماتحت بادشاہ اور اراکین مملکت اگرچہ مشرف باسلام ہو گئے تھے لیکن جو لوگ بہت دھرمی پر قائم رہے۔ انہوں نے رسولوں کے قتل کا منصوبہ بنایا ہو

قَالُوا مَا آتَانَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُ

معلوم ہوتا ہے کہ بشریت اور رسالت کے درمیان

کافر لوگ پہلے دن سے منافقات کے قائل تھے۔ ان کے ذہن نشین یہ بات کرائی گئی تھی کہ رسول وہی ہوگا جو بشر نہ ہو۔ اسی بنا پر جب

قَالُوا مَا آتَانَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلَنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ

تو وہ کہنے لگے تم تو ہمارے جیسے بشر ہی ہو اور اللہ نے کوئی شے نازل نہیں

شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَنَا

کی تم بالکل بھولے ہو انہوں نے کہا خدا گواہ ہم یقیناً تمہاری

إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿۱۷﴾ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۸﴾

طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہم پر صرف یہی واجب ہے کہ تم تک پہنچادیں (کلام حق)

بھی کوئی رسول خدا کی جانب سے مامور تبلیغ ہوتا تو قوم کے واعظ و مقرر عوام الناس کو گراہی پر برقرار رکھنے کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا کرتے تھے کہ یہ تو ہم جیسا بشر ہے یہ رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ یعنی اگر رسول ہوتا تو ہم جیسا بشر نہ ہوتا چنانچہ انطاکیہ کی طرف مامور تبلیغ ہو کر جانور لے رسولوں کو بھی پہلی دفعہ یہی جواب دیا گیا کہ تم تو ہمارے جیسے بشر ہو تم کیسے رسالت کا دعویٰ کرتے ہو۔ آج کل بھی رسول کو بشریت سے الگ کرنے والوں نے سابق کفار کا اگلا ہوا لقمہ چبایا ہے۔ اور عوام الناس کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ تو کوئی اور مخلوق تھے ہرگز ہرگز بشر نہ تھے لہذا وہ تمام بشری تقاضوں سے بالاتر تھے حالانکہ خداوند کریم نے اپنے حبیب کو اپنی بشریت کا اعلان کرنے کا خود حکم

دیا۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كہ دوکر میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ (پارہ ۱۶ ع ۱۲)

فَعَزَّزْتُ بِشَالِثٍ۔ ایک روایت میں ہے خدا نے جو پہلے دو رسول بھیجے ان کا نام شمعون ویوحنا تھا۔ اور تیسرے کا نام بولس تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ پہلے دو کا نام صادق و صدوق تھا۔ اور تیسرے کا نام سلوم تھا۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کے فرستادہ تھے خدا کی جانب سے رسول نہ تھے اور خدا نے اپنی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ عیسیٰ کا ان کو بھیجنا بھی خدا کے امر کے ماتحت تھا۔ اس روایت کے ماتحت پہلے دو ناموں کی تصریح نہیں ملتی۔ البتہ تیسرے کا نام شمعون الصفا (پطرس) ملتا ہے قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا۔ جب انہوں نے خدا کی جانب سے مامور ہونے پر نشانیوں معجزات و کرامات دکھائے مثلاً لعین شفا یاب ہوئے اور نابینا لوگ بنیا ہوئے اس کے بعد بھی جب ہٹ دھرم لوگوں نے کہنا شروع کیا تم جھوٹے ہو۔ اللہ کا کوئی حکم تمہارے پاس موجود نہیں ہے بلکہ تم تو ہم جیسے بشر ہو تو انہوں نے اللہ کو اپنا گواہ قرار دیا۔ اور کہا ہمارا اتنا ہی کام تھا جو ہم نے انجام دے دیا اس کے بعد ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا۔ جب کفار نے دیکھا کہ رسولوں کی دلیلوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور نہ ان کے معجزات کو ٹھکرایا جاسکتا ہے پس اپنے ضد کے جواز کو ثابت کرنے کا بہانہ نکال لیا کہ تم ہمارے لئے فال بدیں کر آئے ہو کہ ہمیں تم لوگوں نے اپنے آبائی مذہب سے بدظن کر دیا ہے کہ آبائی دین کو چھوڑ کر تمہارے پیچھے جانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے اور آبائی خداؤں کا کھوکھلا پن معلوم کرنے کے بعد اس دین پر اپنی رہنمائی ہمارے لئے مشکل ہے اور یہ مصیبت تمہاری ہی وجہ سے ہے لہذا اس کا تلخ نتیجہ دیکھنے کے لئے تیار ہو جاؤ جو ہم اس بد مذہبی کا بدلہ تم سے ضرور لیں گے پس تم پر پتھر برسائیں گے اور تمہیں دردناک سزا دیں گے۔

قَالُوا أَكَا تُكذِّبُ رُسُلًا

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ يَكُنْ لَكُم مِّنْ آيَاتٍ مِّنْ رَبِّكُمْ لَحَرَابَ بَدَايَا تُعْرَبُونَ وَإِنِ اتَّخَذْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا آيَاتٍ لَّهُمْ لَآيَاتٍ لَّكُنَّ عَذَابًا لِّمَن يَخْتَرُ

کہنے لگے تم ہمارے لئے فال بد لائے ہو اگر تم باز نہ آئے تو تم پر ہم پتھر برسائیں گے اور تم کو بھاری

مِّنْ آيَاتٍ مِّنْ رَبِّكُمْ لَحَرَابَ بَدَايَا تُعْرَبُونَ وَإِنِ اتَّخَذْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا آيَاتٍ لَّهُمْ لَآيَاتٍ لَّكُنَّ عَذَابًا لِّمَن يَخْتَرُ

طوفان سے دردناک سزا ملے گی انہوں نے کہا تمہاری فال بد تمہارے اپنے ساتھ ہے

نے نہایت پرسکون ہو کر ان کو جواب دیا کہ ہم فال بد نہیں بلکہ فال بد کے تم خود ہو جب ہو تم اس قسم کے کوزہ خداؤں کے آگے کیوں جھکتے ہو پس

ساری بد بختی کے موجب تو وہی ہیں ہم نے تو تم کو توحید کی دعوت دی ہے جس کے قبول کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔

عَائِدَاتٌ فِيْ أَرْحَامِكُمْ۔ یعنی ہم نے تو تمہارے دماغوں سے غفلت کا پرہہ ہٹایا اور تمہیں دعوتِ فکر دہی تو کیا تم اس کو فال بد

سمجھتے ہو؟ پس تم سوچو اور حد انصاف سے تجاویز نہ کرو اگر تمہارا سا بھی اپنے گریبان میں جھانک کر حقیقت کا جائزہ لو گے تو تم پر یہ

ہارت واضح ہو جائے گی۔ اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حق کو قبول کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرو۔

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قدرے اختلاف کے ساتھ روایت مذکورہ درج ہے۔ اور وہ اس

طرح کہ اللہ نے اہل الناکہ کی طرف دور رسول بھیجے تو انہوں نے ایسے لب و لہجہ میں تبلیغ کی جس سے لوگ ان کے خلاف بھڑک اٹھے اور ان کے دلوں میں جذبہ نفرت پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں ان کی پٹائی کی گئی اور بالآخر حُبت خانے کے ایک کمرے میں ان کو قید کر دیا گیا۔ جب خدا نے قیام رسول بھیجا تو اُس نے بادشاہ کے دروازہ پر دستک دے کر یہ خواہش ظاہر کی کہ میں جنگلوں میں عبادت کیا کرتا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ بادشاہ کے حقیقی خدا کی عبادت خانے میں بیٹھ کر عبادت کروں، جب بادشاہ تک اُس کی یہ درخواست پہنچی تو اُس نے اس کے لئے اس کمرے کے دروازہ کو کھولنے کا حکم دیا جس میں اُن کے بُت رکھے ہوئے تھے اور سابق دونوں رسول بھی وہاں پاہ زنجیر تھے پس یہ اپنے سابق دونوں ساتھیوں کے ساتھ ایک سال تک مصروف عبادت رہا جب ان دونوں سے رخصت ہونے لگا تو ان کو نصیحت کی کہ تبلیغ کے لئے مرفوع شناسی ضروری چیز ہے اور اس میں دانشمندی کا بڑا دخل ہے لہذا بعد میں جب ملاقات ہو تو میرے متعلق یہ بظاہر کہنا کہ یہ ہمارا واقعہ یا ساتھی ہے پس اس کو بادشاہ تک پہنچنے کی اجازت مل گئی اور بادشاہ نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ تو نے میرے خدا کی پرستش کی ہے لہذا تو مجھے بہت پیارا ہے۔ بلکہ تو میرا بھائی ہے مجھ سے جو کچھ طلب کرنا چاہو میں انکار نہ کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا اور تو ایسی کوئی بات نہیں البتہ میں نے خداؤں کے کمرے میں دو قیدی پاہ زنجیر دیکھے ہیں اُن کا کیا معاملہ ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا یہ دونوں مجھے اپنے دین سے گمراہ کرنے آئے تھے اور مجھے آسمانی خدا کی طرف دعوت دیتے تھے۔ انہوں نے کہا بادشاہ سلامت! کھلا مناظرہ ہونا چاہیے اور اس کے لئے میں تیار ہوں۔ اگر وہ سچے ثابت ہوئے تو ہم اُن کے پیچھے چلیں گے لیکن اگر حق ہمارے ساتھ ہو تو اُن کو لازماً ہمارے پیچھے چلنا پڑے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے فوراً بات قبول کر لی اور مناظرہ کا وقت معین کر دیا گیا چنانچہ وقت معین پر جب فریقین ایک دوسرے کے روبرو ہوئے تو انہوں (شمعون) نے اُن سے خطاب کر کے دریافت کیا کہ تم اپنا مسک بیان کرو۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم اُس خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور ارحام میں جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اُس کی تصویر بناتا ہے جس طرح چاہے درختوں اور اُن کے پھلوں کا خالق بھی وہی ہے۔ اور آسمان سے بارش بھی وہی برساتا ہے۔ انہوں (شمعون) نے دریافت کیا کہ جس خدا کی عبادت کا تم پیغام لائے ہو کیا نابیناؤں کو بینا کر سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم دعا کریں تو انشاء اللہ وہ ضرور ان کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ ایک اندھے کو لایا گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی پس وہ بینا ہو گیا۔ شمعون نے بادشاہ سے دوسرا اندھا منگو لایا اور خود سجدہ میں گر کر دعا کی تو یہ بھی بینا ہو گیا۔ پس کہنے لگا بادشاہ سلامت! اس مقابلے میں ہم برابر رہے۔ ایک اندھا انہوں نے ٹھیک کیا ہے اور ایک کو میں نے ٹھیک کر دیا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کا حوصلہ بڑھا اور شمعون کا وقار اس کے دل میں اور زیادہ ہو گیا۔ پھر تیسرا شخص لایا گیا جو اپا بچ لولہا تھا ان دونوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی تو وہ بالکل تندرست ہو گیا پھر چوتھا شخص اپا بچ منگو لایا گیا جس کو شمعون نے دعا مانگ کر تندرست کر دیا اور کہا اسے بادشاہ اب تک تم ہم دونوں برابر رہے ہیں لیکن اب ایک بات باقی ہے اگر اس میں وہ کامیاب ہو گئے تو مجھے ان کا دین قبول کرنے سے کوئی عذر نہ ہو گا۔ بادشاہ سلامت میں نے سنا ہے کہ آپ کا اکوتا فرزند آپ کو داغِ مفارقت دے کر وفات پا گیا ہے اگر ان کا خدا اُس کو زندہ کر دے تو میں ان کے دین

کو قبول کر لوں گا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے بھی ان کا دین قبول کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا چنانچہ شمعون نے ان سے کہا کہ اگر بادشاہ کا بیٹا دوبارہ زندہ کر دو گے تو ہم تمہارے دین میں شامل ہو جائیں گے اس کے بعد روایت وہی ہے جو گذر چکی ہے بہر کیف جو لوگ آٹھوں سے سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی کفر پر ڈٹے رہے انہوں نے خدا کے فرستادہ رسولوں کو قتل کی دھمکی دے دی اور ان کی ایذا رسانی کا انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا۔

جاء ورجل - تفسیر صحیح البیان میں ہے کہ یہ شخص حبیب بخارا تھا اور یہ رسولوں کی پہلی آمد میں ہی مسلمان ہو چکا تھا اس کا گھر شہر کے آخری کونڈے میں تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ میری قوم انکی تکذیب کر چکی ہے اور وہ ان کے قتل کے درپے ہیں تو دوڑتا ہوا آیا اور

اِنَّ ذِكْرًا لَّكُمْ فِي سِيْرِ اَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّهُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَجَاءَ مِنْ اَقْصٰى

کیا تم کو نصیحت کی گئی (تو یہ کہتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور ایک شخص (حبیب بخارا)

الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالِ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾

شہر کے آخری کونڈے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا اے قوم رسولوں کی بات مان لو اور ایسے لوگوں کی

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَهُمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

بات مانو جو تم سے اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں

اپنی قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا تم ان رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی بات کو تسلیم کر لو۔ اُس کو ان کی نبوت کا علم اس بات سے ہو گیا تھا کہ جب انہوں نے دعوتِ توحید پہنچائی تو اُس نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم اُس کی مزدوری بھی لو گے؟ تو انہوں نے انکار کیا پس اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ رسول ہیں۔ اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ اپنا حج یا مجذوم تھا اور ان کی دعا سے شفا یاب ہو گیا تھا پس فوراً ایمان لایا۔ اور تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ یہ شخص حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت پر ایمان لایا تھا حالانکہ چھ سو سال اس کا زمانہ آپ سے پہلے ہے۔ بعض روایات میں ہے خفیہ طور پر ایک غار میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا جب انطاکیہ میں رسولوں کی آمد پر مطلع ہوا تو حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ روایت مجالس حضرت رسالت مآب سے منقول ہے۔ حدیث کل تین ہیں۔

(۱) مومن آل یسین حبیب بخارا (۲) حزقیل مومن آل فرعون (۳) علی بن ابی طالب۔ اور یہاں دونوں سے افضل ہے۔

دوسری روایت میں آستوں میں سے سابق فی الاسلام تین ہیں جنہوں نے پک بھپکنے کے برابر بھی کفر نہیں کیا۔

(۱) علی بن ابی طالب (۲) مومن آل یسین (۳) مومن آل فرعون۔ پس یہی حدیث ہیں اور علی ان سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جن تینوں نے پک بھپکنے کے برابر بھی کفر نہیں کیا وہ یہ ہیں۔

(۱) مومن آل یسین (۲) علی بن ابی طالب (۳) آسیہ زوجہ فرعون۔

سیرت

www.sirat-e-mustafaeem.net

رُكُوعٌ ۛ - وَمَالِي ۛ۔ اُس روایت کے ماتحت کہ بادشاہ مسلمان نہ ہو بلکہ کفر پر ڈٹا رہا مقصد یہ ہے کہ جب حبیب سب نے قوم کو رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا تو بادشاہ نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی عذر اور کوئی معقول دلیل نہیں ہے کہ پیدا کرنے والے کی عبادت کو ترک کر دوں اور ایسوں کو خدا مان لوں کہ اگر حقیقی خالق مجھے گرفت میں لے لے تو وہ میری نہ فریاد سن سکیں اور نہ مدد کر سکیں۔ اور اگر دوسری روایت تسلیم کی جائے جس میں بادشاہ کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے تو مقصد یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر پر ثابت رہے انہوں نے جب اس سے بیان لیا تو اس نے ان کو نصیحت بھی کی اور اپنا منظر یہ بھی پیش کیا۔

إِنِّي آمَنتُ۔ یا تو رسولوں کی طرف خطاب کر کے کہا تھا کہ میرے ایمان کی گواہی دینا اور یا کفار سے خطاب کر کے اپنے ایمان کا اعلان کیا اور ان کو نصیحت کی۔ پس انہوں نے اُس کو پاؤں سے روند ڈالا یا پتھر برسائے شروع کر دیے لیکن خدا نے اسے زندہ اٹھایا اور اس کو خطاب ہوا۔

أَدْخِلِ الْجَنَّةَ۔ یعنی موت سے پہلے ہی جنت میں چلے جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا

لیکن خدا نے اُس کو زندہ کر کے جنت میں بھیج دیا اور جنت میں پہنچنے کے بعد بھی اُسے قوم کے ایمان نہ لانے کا افسوس رہا۔

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۲۳

اور میرے پاس کیا دلیل ہے کہ نہ عبادت کروں اس کی جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی ہی کی طرف تم سب

عَا تَخِذُمْ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا إِنْ يُرِدِنَ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ

پہنٹا ہے کیا میں بناؤں اس کے علاوہ ایسے معبود کہ اگر خدا مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو ان کی

لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْتَدُونَ ۝۲۴ **إِنِّي إِذَا**

شفاعت مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں بے شک میں

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۲۵ **إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُون ۝۲۶**

ایسی صورت میں کھلی گمراہی میں ہوں گا بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں پس میری گواہی سن لو

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝۲۶

کہا گیا داخل ہو جا جنت میں تو وہ کہنے لگا کاش میری قوم جانتی ہوتی

ہوگا تشبیہ سے اور ضمیر نشان اس کا اسم ہوگا۔ اور لَمَّا کلام تاکید کے لئے اور ما زائد ہوگا اور جمیع کا لفظ ہر دو صورت میں

تاکید کے لئے ہوگا یعنی سب کے سب بروز محشر ہمارے سامنے پیش کئے جانے والے ہیں۔

وَإِنْ كُنَّا لَمَّا۔ اگر
مَآ کو تشدید کے ساتھ پڑھا
جائے تو اَلَا کے معنی میں
ہوگا۔ اور اِن نافیہ ہوگا اور
تقدیر اس طرح ہوگی۔ مَا
كُنَّا اِلَّا كَدَيْنًا مُحْضَرُونَ
اور اگر مَآ کو بغیر تشدید کے
پڑھا جائے جس طرح بعض
قاریوں نے پڑھا ہے تو اِن محقق

رکوع ۲ - الْبَيْتَةَ - یعنی بنجر زمین کو آسمان سے پانی برساکر آبادی کے قابل بنایا۔
 مِنْ ثَمَرِهِ - ضمیر غائب کا مرجع نخیل اور اعناب میں سے ایک ہے یعنی مِنْ ثَمَرِهِ أَخَذَ هَذَا۔
 وَمَا عَمِلَتْهُ - اس ما کو موصولہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کھجوروں اور انگوروں کے بے مشقت
 پھل بھی کھائیں اور وہ چیزیں بھی کھائیں جن میں ان کی محنت و کاوش کو دخل ہے۔ اور اگر تالیف قرار دیا جائے تو معنی وہی ہے۔

جو تحت اللفظ موجود ہے۔
 سُبْحَانَ الَّذِي

بِمَا عَفَرَلِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ ﴿٢٨﴾ وَمَا أَنْزَلَنَا

خداوند کریم نے جس طرح زمین
 سے آگے والی انگوڑیوں کے
 جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اور
 ہمارے نفسوں سے بھی

کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت پائیواوں میں جگہ دی ہے اور ہم نے تیس نازل
 عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا

کیا اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی آسمانی لشکر
 اور نہ ہمیں

مَنْزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَاذَاهُمْ

نرمادہ کے جوڑے پیدا
 کئے ہیں۔ اسی طرح ایسی
 مخلوق بھی ہے جن کو تم نہیں
 جانتے اور وہ بھی جوڑا جوڑا

آتا یہی ضرورت تھی صرف ایک ہی دھماکہ تھا کہ وہ موت کی نیند سو گئے

خَامِدُونَ ﴿٣٠﴾ يَحْسِرَةَ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ

ہیں مثلاً زمین کی گہرائیوں
 میں اور سمندوں کی تہوں
 میں رہنے والی مخلوق۔
 تسنم۔ گویا رات کو جسم
 قرار دے کر آیت مجیدہ

ہماری حسرت بندوں پر کہ ان کے پاس جب بھی کوئی
 رسول

رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ لَيْسْتَهْرُونَ ﴿٣١﴾ أَلَمْ يَرَوْكُمْ

قرار دے کر آیت مجیدہ
 ہیں دن کو اس کا لباس قرار
 دیا گیا ہے کہ جب ہم رات
 سے دن کا لباس اتار لیتے
 ہیں تو وہ تاریک ہو جاتی ہے

آیا توہ اس کے ساتھ مسخری کرتے رہے
 آیا دیکھتے نہیں ہم نے ان

أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣٢﴾

سے پہلے کتنی اُممیں ہلاک کیں کہ وہ ان کی طرف
 نہیں پلٹ سکتے

وَإِنْ كُلُّ لَمَّا جِئِمْ لَدِينَا مَحْضُرُونَ ﴿٣٣﴾ وَإِيَّاهُمْ الْأَرْضُ الْمِيْتَةُ

اور تحقیق وہ سب سب ہمارے سامنے حاضر کے جانولے ہوں گے اور ان کے لئے نشانی ہے مردہ زمین جس کو

اور اس کو اللہ نے اپنی توحید و قدرت و حکمت کی نشانی قرار دیا ہے۔

لَسْتَقَرَّ لَهَا - مستقر کا معنی اس کامعین راستہ ہے جس پر وہ جاری ہے یا اس کا معنی مقررہ مدت ہے جس کا علم

اللہ سبحانہ کو ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدْرًا نَّارًا - چاند کی منازل کے متعلق مفصل بیان تفسیر کی جلد ۱۴ پر ملاحظہ ہو۔

كَأَنَّهُمْ كَبُحْرٌ كَخُوشِي كِ دُنْدُوسِي كَبُحْرٌ كَخُوشِي كِ دُنْدُوسِي

جب خشک ہو کر پُرانی ہو

جائے تو بالکل پہلی رات

کے چاند کی طرح کمان کی

شکل اختیار کر لیتی ہے اسے

عروج کما جاتا ہے۔ اور

چاند اپنی منازل کو طے کر کے

جب اپنا دورہ مکمل کرتا ہے

تو عروج قدیم یعنی کبھور

کے خوشے کی خشک دُنْدُوسِي

کی طرح کمان کی شکل اختیار

کر کے جانب مغرب سے

طلوع کرتا ہے۔

لَا الشَّمْسُ مَرَّ سَوْجِ اِنَا

پورا دورہ سال میں ختم

کرتا ہے کیونکہ ہر ایک

برج کو وہ ایک ماہ میں طے

کرتا ہے۔ بخلاف اس

کے چاند ہر برج کو تقریباً

اڑھائی دنوں میں طے

کر کے ایک مہینہ میں اپنا

دورہ مکمل کر لیتا ہے اس لئے ناممکن ہے کہ سورج اپنی رفتار کو تیز کر کے قمر کی طرح جلدی سے منازل کو طے کر سکے۔ ورنہ

أَحْيَيْهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَبِنَاهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٢﴾ وَجَعَلْنَا

ہم نے زندہ کیا اور اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں اور پیدا کئے ہم نے

فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا فِيهَا مِنْ

اس میں باغات کبھوروں اور انگوروں کے اور جاری کئے اس میں ہم نے

الْعَيُونِ ﴿٣٥﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ

چشمے تاکہ اس کے پھل کھائیں حالانکہ ان کے ہاتھوں نے کچھ بھی نہیں بنایا

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا

کیا وہ شکر نہیں کرتے ؟ پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کئے

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾

ان چیزوں میں جن کو زمین اگاتی ہے اور ان کے اپنے نفسوں میں اور ایسی چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے

وَأَيَّةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسِيَ مِنَ النَّهَارِ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿٣٨﴾

اور ان کے لئے نشانی ہے رات کہ اتار لیتے ہیں اُس سے دن کا لباس، تو وہ تاریکی میں رہ جاتے ہیں

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٩﴾

اور سورج جو اپنے مخصوص راستے پر چلتا ہے تقدیر ہے غالب جاننے والے کی

وَالْقَمَرَ قَدْرًا نَّارًا مَّنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿٤٠﴾

اور چاند کی منزلیں ہم نے مقرر کر دیں یہاں تک کہ ہو گیا کبھور کے اُپرانے خوشے کی طرح

نظام شمسی ختم ہو جائے گا۔

وَلَا اللَّيْلُ - اور رات کے لئے دن سے سبقت کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ آیت نمبر ۳۸ میں دن کی روشنی کو رات کے جسم کا لباس قرار دیا گیا ہے تو جب تک رات سے دن کا لباس الگ نہ ہو تو وہ ہونہیں سکتی۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ - اس جگہ فلک سے مراد اجرام سماویہ کے وہ مدار ہیں جن پر وہ چکر لگاتے ہیں۔ پس سورج کا مدار الگ اور چاند کا مدار الگ ہے۔ اسی طرح ہر ستارے و سیارے کے مدارات جدا جدا ہیں۔ اور ہر جرم اپنے اپنے مدار میں ہی گردش کرتا ہے۔

ذُرِّيَّتَهُ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ذریت کا معنی آباء و اجداد بھی ہو سکتا ہے اور اولاد بھی ہو سکتا ہے اس مقام پر اگر پہلا معنی مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کے آباء و اجداد کو جن کی نسل سے یہ لوگ ہیں ایسی کشتی میں سوار کیا جو آدمیوں اور جانوروں سے پر تھی۔ اور کشتی سے مراد کشتی نوح ہوگی۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مقصد یہ ہے کہ ہم نے بحری سفروں کو طے کرنے کے لئے ان کی اولادوں کے لئے کشتیوں کا سفر آسان کر دیا۔

ذُرِّيَّتِ ذُرِّيَّتِهِ سے ہے

جس کا معنی ہے پیدا کرنا پس آباء و اجداد کو اس لئے

ذریت کہنا درست ہے کہ ان سے نسل پیدا ہوتی ہے اور اولاد کو اس لئے

ذریت کہنا درست ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے پیدا ہوتے ہیں۔

فَلَكٌ - واحد ہو تو بروزن قفل اور جمع ہو تو بروزن اُسْد

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقٌ

ذ سورج کے لئے جائز ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی

النَّهَامِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۴۱﴾ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنْبَاءُ

ہے اور ہر ایک اپنے اپنے فلک میں سیر کرتے ہیں اور ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم نے

حَبَلًا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ﴿۴۲﴾ وَخَلَقْنَا

ان کی اولاد کو کشتیوں میں اٹھایا جو آدمیوں پر ہوتی ہیں اور ہم نے ان

لَهُمْ مِمَّنْ مِّثْلَهُ مَا يَرْكَبُونَ ﴿۴۳﴾ وَإِنْ لَشَاءُنَا غَرِقَهُمْ

کے لئے اس کی طرح اور چیزیں پیدا کریں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو انکو غرق کر دیتے

ہوتا ہے۔ اور جس لفظ کا مادہ فاعلام اور کاف ہو اس میں چکر لگانے کا معنی پایا جاتا ہے۔ کشتی چونکہ پانی میں چکر لگاتی ہے اس کو فلک کہتے ہیں۔ فلک اور فلکۃ المعزل میں یہی مناسبت موجود ہے۔

مَا يَرْكَبُونَ - اگر سابق میں فلک سے مراد صرف کشتی نوح ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اسی کشتی کی طرح اور کشتیاں بھی ہم نے پیدا کریں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر اس سے مراد عام کشتیاں ہوں تو مقصد یہ ہے کشتیوں کی طرح عام اسفار کے لئے ہم نے

اس حبیبی اور سواریاں پیدا کر دیں جن پر وہ سوار ہو کر دُور دراز کے سفروں کو طے کرتے ہیں مثلاً اونٹ گھوڑے وغیرہ۔
 اَلْقَوَا۔ آخرت سے ڈرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے عذاب سے بچو اور دنیا سے ڈرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں
 ذریعہ خوردہ ہو کر آخرت کو فراموش نہ کر بیٹھو تاکہ تم قابلِ رحم ہو جاؤ۔

اَلطَّعْمَ مِّنْ لَّدُنَّ

با اختلاف مفسرین یہ خطاب

جواب یہودیوں سے یا

مشرکین مکہ سے یا محمد و بیہدین

لوگوں سے ہے کہ جب ان

کو راہِ خدا میں غربا و مساکین

پر خرچ کرنے کو کہا جائے

تو اس کے جواب میں کہتے

ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کس

طرح کھلائیں جن کو اگر اللہ

خود چاہتا تو رزق دے کر

کھلا سکتا تھا پس اللہ کا

ان کو رزق نہ دینا اس امر

کی دلیل ہے کہ وہ ان کے

کھلانے پر راضی نہیں ہے

وَهُمْ يَخِصِّمُونَ۔ یہ باب

افتعال سے ہے۔ اصل میں

يَخِصِّمُونَ تھا اور صرفیہ کا قاعدہ

کہ جب باب افتعال کے

فَلَا صَرِيحٌ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَدُونَ ﴿۳۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا

پس نہ ان کی فریاد ہوتی اور نہ وہ بچائے جاتے مگر یہ کہ ہم ان پر رحم کریں اور

وَمَتَاعًا اِلَىٰ حِينٍ ﴿۳۴﴾ وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ

ان کو نفع دین ایک وقت تک اور جب ان کو کہا جائے کہ ڈرو اس سے جو سامنے

اَيِّدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ

ہے (قیامت) اور بوجھے ہے دنیا) تاکہ تم رحم کئے جاؤ اور نہیں آتی ان کے

مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۳۶﴾

پاس نشانی اللہ کی نشانیوں میں سے مگر یہ کہ وہ ان سے روگردانی کرتے ہیں

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب ان کو کہا جائے خرچ کرو اس سے جو تمہیں خدا نے رزق دیا تو کہتے ہیں جو کافر ہیں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْطَعِمُ مِنْ لَّوِيْثًا ؕ اللّٰهُ اَطْعَمَهُ اِنْ اَنْتُمْ

ان کو جو ایمان لائے کیا ہم کھانا دیں ان کو جن کو چاہے تو اللہ کھانا دے سکتا ہے تم نہیں ہو

اِلَّا فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

مگر واضح گمراہی میں اہل کفر کہتے ہیں تمہارا وہ وعدہ کہاں گیا

عین کلمہ میں صاد آجائے تو تاء افتعال کو عین کی جنس سے بدل کر اوغام کر دیتے ہیں اور تاء۔ افتعال سے ما قبل حرف پرفتح بھی پڑھ سکتے

ہیں۔ اور عین کی حرکت کے موافق اس پر کسرہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اچانک ان پر قیامت قائم ہو

جائے کہ وہ باہمی معاملات میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں۔

صَبَّحْتُمْ اس جگہ صَبَّحْتُمْ وَاحِدَةً سے مراد پہلا نفع صوبے جب اسرافیل پہلی دفعہ نفع صدور کر چکا تو لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے۔ کوئی بازار میں کوئی کھیتی میں اور کوئی گھر میں ہوگا۔ نیز کوئی بازار سے کپڑا خرید رہا ہوگا تو اسے اس کے پھیننے کا موقع نہ ملے گا اور کوئی روٹی کا لقمہ توڑ رہا ہوگا تو منہ تک لے جانے کی فرصت نہ ملے گی کہ موت آجائے گی جو گھر سے باہر ہوں گے وہ وہیں رہ جائیں گے اور جو گھروں میں ہوں گے ان کو بھی ایک دوسرے کو کچھ وصیت کرنے کا موقع نہ ملے گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ اس سے مراد نفع ثانیہ ہے کہ جب اسرافیل دوسری بار صور پھونکے گا تو لوگ فوراً قروں رَكُوعًا سے نکل کر دربار عدالت خداوندی میں پیش ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

یعنی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہمیں نیند سے کس نے جگا دیا ہے

یعنی یوں معلوم ہوگا۔ جس طرح گری نیند سے جگائے گئے ہوں گے یا اس وقت

گذشتہ مدت خواب غفلت معلوم ہوگی تو انہیں فوراً

جواب ملے گا کہ یہ وہی دن ہے جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس کے رسولوں

نے اس کا صحیح اعلان کیا تھا۔ تفسیر صافی میں حضرت ابو ذر کا قول منقول ہے کہ مرنے سے پہلے کو قبر سے اٹھنے کا وقفہ یوں معلوم ہوگا جس طرح نیند کے بعد کسی کو جگا دیا جائے۔

اور بروایت قتی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نفع اولی کے بعد سب زمین پر بسنے والے موت کی آغوش میں پہنچ جائیں گے تو تمام مخلوق کی سابق زندگی و موت کی مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصے تک خاموشی طاری رہے گی پھر پہلے آسمان والوں پر موت آئے گی پھر سابق کی تمام مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصہ تک وقفہ ہوگا۔ پھر تیسرے آسمان والوں پر موت آئے گی اور سابق کی تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد چوتھے آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اسی نسبت سے سابق تمام مدت اور مزید وقفہ کے بعد علی الترتیب پانچویں چھٹے ساتویں آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اور پھر سابق تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد میکائیل پر موت آئے گی پھر سابق مدت اور مزید وقفہ کے بعد

گھر والوں کی طرف پلٹ سکیں اور چھوڑنا جائے گا صدر میں تو فوٹو گھروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ کر جائیں گے کہیں گے ہائے افسوس! کس نے

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۹﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

اگر تم سچے ہو؟ وہ نہیں انتظار کرتے مگر ایک آواز دھماکے کا جو ان کو

تَاخِذْهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۵۰﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا

پکڑنے اور حالیکہ وہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہوں پس نہ طاقت پائیں وصیت کرنے کی اور نہ اپنے

إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۱﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم

گھر والوں کی طرف پلٹ سکیں اور چھوڑنا جائے گا صدر میں تو فوٹو گھروں سے نکل کر

مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن

اپنے رب کی طرف دوڑ کر جائیں گے کہیں گے ہائے افسوس! کس نے

نے اس کا صحیح اعلان کیا تھا۔ تفسیر صافی میں حضرت ابو ذر کا قول منقول ہے کہ مرنے سے پہلے کو قبر سے اٹھنے کا وقفہ یوں معلوم ہوگا جس طرح نیند کے بعد کسی کو جگا دیا جائے۔

اور بروایت قتی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نفع اولی کے بعد سب زمین پر بسنے والے موت کی آغوش میں پہنچ جائیں گے تو تمام مخلوق کی سابق زندگی و موت کی مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصے تک خاموشی طاری رہے گی پھر پہلے آسمان والوں پر موت آئے گی پھر سابق کی تمام مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصہ تک وقفہ ہوگا۔ پھر تیسرے آسمان والوں پر موت آئے گی اور سابق کی تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد چوتھے آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اسی نسبت سے سابق تمام مدت اور مزید وقفہ کے بعد علی الترتیب پانچویں چھٹے ساتویں آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اور پھر سابق تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد میکائیل پر موت آئے گی پھر سابق مدت اور مزید وقفہ کے بعد

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

میں انہیں بوجھوں

اسرافیل کو موت دی جائے گی۔ آخر میں سب گزشتہ مدت اور مزید وقفہ کے بعد ملک الموت کو موت دی جائے گی تو اللہ کی جانب سے ندا آئے گی۔ **يَوْمَ يَأْتِي الْمَلِكُ الْيَوْمَ**۔ بتاؤ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو خود زبانِ قدرت ہی جواب دے گی **اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ**۔ حکومت اس اللہ کی ہے جو اپنی حکومت میں واحد اور سب پر غالب ہے۔ آج وہ جبار کہاں ہیں جو میرے ساتھ شریک مانتے تھے؟ آج منکبر لوگ اور ان کا تکبر کہاں ہے؟ اس کے بعد دوبارہ مخلوق کو محشور کیا جائے گا۔

فِي شُغْلٍ۔ تفسیر مع البیان میں ہے کہ جنتیوں کے سات اعضا سات قسم کی الگ الگ لذات میں مشغول ہوں گے (۱) قدموں کو داخلوہا بسلام امنین کی لذت (۲) ہاتھوں کو حور و غلمان کے ہاتھوں سے جنتی ماکول و مشروب کے لین دین کی لذت (۳) حورانِ جنت سے ہبستری کی لذت (۴) پیٹ کو کھانے پینے کی لذت (۵) زبان کو شکر پروردگار کی ادائیگی کی لذت (۶) کانوں کو عفو و گناہ سے محفوظ ہونے اور لہجہ ہائے جنت سے محفوظ ہونے کی لذت (۷) اور آنکھوں کو مناظرِ جنت کی سیر کی لذت نصیب ہوگی۔

بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ

اٹھایا ہم کو اپنی نرا جگہ سے یہ وہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور سچ کہا رسولوں نے نہیں

الْمُرْسَلُونَ ۵۳ **إِنْ كَانَتْ إِلَّا صِيحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا**

ہر کا مگر ایک آواز (دھماکا) پس فوراً وہ سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے

هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُجْتَرُونَ ۵۴ **فَالْيَوْمَ لَا**

پس اس دن بظلم

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۵۵ **إِنَّ**

کیا جائے گا کسی پر کچھ اور تم کو نہ بدلہ دیا جائے گا مگر وہ جو تم کرتے تھے

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ۵۶ **هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ**

جنتی لوگ اس دن اپنے شغل میں خوش ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایے

فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَكِنُونَ ۵۷ **لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا**

کے نیچے اپنے تختوں پر تکیہ لگانے والے ہوں گے ان کے لئے اس میں میوہ جات ہونگے اور ان کے لئے

اور میرے خیال میں شیعیان
آل محمد کو محمد و آل محمد
کے دیدار کی لذت سب
لذتوں سے بڑھ کر ہوگی۔
اور میر دشمنان آل محمد
کی ہبست میں جلنے کی
خوشی سابق لذتوں پر
سونے پر سہاگہ کا کام
دے گی۔ پس اللہ سے
دعا ہے کہ مجھے اور میرے
والدین کو اور میرے اساتذہ کو
اور جملہ مومنین کو جنت
میں آل محمد کا قرب عطا
فرمائے۔

سَلَامٌ - یعنی ویسے تو اہل جنت جو کچھ چاہیں گے ان کو ملے گا لیکن وہ پسند کریں گے اس سلام کو جو کہا جائے گا مہربان پروردگار کی جانب سے۔ یعنی وہ اللہ کی جانب سے سلام کی خواہش کریں گے۔ پس فرشتے ان کے پاس پروردگار کی جانب سے سلام لے کر پہنچیں گے۔

وَأَمَّا ذُو الْأَيْتِمِ - اس کے دو معانی کئے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مجرموں کو مومنوں سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ ہر ایک مجرم کا ہنغم میں قید خانہ الگ الگ ہوگا۔ پس جب ایک مجرم اپنے دوزخ کے مکان میں داخل ہوگا تو اس کا دروازہ بند کیا جائے گا تاکہ اس کا دوسروں سے تعلق کٹ جائے۔

جِبِلًّا كَثِيرًا - جبل سے ہے۔ جس کا معنی ہے طبیعت اور جبلت اسی سے ہے

اور جبلت اسی سے ہے

میں مراد مخلوق ہے۔

أَصْلَوْهَا - یہ صلوات سے

ہے جس کا معنی ہے لازم

پکڑنا۔ اور اسی طرح گھوڑوں

میں دوسرے نمبر پر آنے

والے کو مصیبت کہا جاتا

ہے۔

الْيَوْمِ نَخْتِمُهَا تفسیر

برہان و صافی میں تھی سے

منقول ہے۔ بروز محشر

جب تمام مخلوق حاضر

بارگاہ خداوندی ہوگی اور

ہر انسان کو اپنا اعمال نامہ

دیا جائے گا پس جب

گنہگار لوگ اُسے دیکھیں گے تو اپنے اعمال ناشائستہ کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ کام نہیں کئے تھے

پس ان کے خلاف فرشتوں کی گواہی طلب کی جائے گی تو وہ کہیں گے اے پروردگار فرشتے بھی تیرے ہیں اس لئے

يَدْعُونَ ۵۸ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۵۹

وہ ہوگا جو کچھ چاہیں گے ان سلام کہا جائیگا مہربان پروردگار کی طرف سے

وَأَمَّا زُوالِ الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمَجْرُمُونَ ۶۰ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي

الگ ہر جاؤ آج اسے مجرم لوگو کیا تم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اے

آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۶۱ وَإِنْ

اولاد آدم کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری

أَعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۶۲ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا

ہی عبادت کرو کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور البتہ تحقیق اس نے گمراہ کی تم میں سے

كثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۶۳ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي

بہت سی مخلوق کیا پس تم عقل نہیں رکھتے یہ وہی دوزخ ہے جس کا تمہارے

كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۶۴ أَصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۶۵

ساتھ وعدہ کیا گیا تھا آج اس میں جلتے ہو بوجہ اسکے جو تم کفر کرتے تھے

یہ وہی دوزخ ہے جس کا تمہارے

بہت سی مخلوق کیا پس تم عقل نہیں رکھتے

یہ وہی دوزخ ہے جس کا تمہارے

ساتھ وعدہ کیا گیا تھا آج اس میں جلتے ہو بوجہ اسکے جو تم کفر کرتے تھے

وہ بھی تیرے فرمان کے مطابق گواہی دے رہے ہیں حالانکہ ہم عبس نہیں ہیں۔ اور قسمیں کھائیں گے جب یہ نوبت آئے گی تو ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ اور ان کے اعضاء سے بیان طلب کیا جائے گا پس ہاتھ پیر اور جملہ اعضاء اپنے کئے ہوئے اعمال کی خود شہادت دیں گے۔ اور ان کی شہادت کی صورت یہ ہوگی کہ یا تو تمھ ان سے آواز نکلے گی کہ اے پروردگار واقعی مجھ سے یہ کام سرزد ہوا تھا اور یا یہ کہ اعضاء پر ایسی حالت طاری ہوگی کہ ان کی ہیئت کذائیہ اپنے کرتوتوں کی گواہ ہوگی جس طرح ڈرے ہوئے آدمی کا چہرہ بتاتا ہے کہ وہ ڈرا ہوا ہے جاگے ہوئے آدمی کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ یہ جاگتا رہا ہے۔ اسی طرح سفر سے آنے والے آدمی کے گرد آلود پاؤں بتلاتے ہیں کہ وہ سفر کر کے آیا ہے وغیرہ۔ اور بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اعضاء کی گواہی صرف ان لوگوں کے متعلق لی جائے گی جن پر جہنم حتی ہوگا اور مومن کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے کر جنت کی طرف بھیج دیا جائے گا۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمْنَعُكُمْ مِنَ الْمَاءِ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمْنَعُكُمْ مِنَ الْمَاءِ
اختیار سے غطیاں کی ہیں۔

لِيَوْمِ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ

منکیرین توحید کی تردید
وَمِنْ نَحْمُرُكَ وَنُزِدْنَاهُ
اور خدا کے وجود کا انکار کرنے
والے لوگ جو یہ دعویٰ کرتے
ہیں کہ ہر شے خود بخود پیدا
ہوئی ہے اور خالق کوئی نہیں
وہ کہتے ہیں جب عورت و
مرد کی جماعت کے بعد
لفظ عورت کے رحم میں
منقل سہ جاتا ہے تو مختلف

آج ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بات کریں گے اور

أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمْنَعُكُمْ

ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کما تے تھے اور اگر ہم چاہتے تو نور بصارت

عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبِقُوا الصِّرَاطَ فَإِنِّي يَبْصُرُونَ ﴿۶۷﴾

نغم کر دیتے ان کی آنکھوں سے پس ڈھونڈتے راستہ تو کیسے دیکھ سکتے ؟

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمْنَعُكُمْ مِنَ الْمَاءِ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمْنَعُكُمْ مِنَ الْمَاءِ

اور اگر ہم چاہتے تو ان کو منہ پر دیتے اپنی جگہوں پر پس نہ کہیں جا سکتے

غذائیں اس کو شکل دیتی ہیں اور گردش فلک اور شب و روز کا اختلاف اُسے بڑھاتا رہتا ہے۔ پس وہ تیار ہو کر شکم مادر سے باہر آتا ہے یہ سب طبیعت غذا اور زمانے کی رفتار کا نتیجہ ہے۔ لہذا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ خداوند کریم نے نہایت مختصر لفظوں میں اس کی تردید فرمائی ہے کہ اگر رفتار زمانہ غذا اور طبیعت ہی اس کو آگے بڑھاتی ہے تو انسان کو ہمیشہ بڑھتے رہنا چاہیے لیکن اس کا ایک مدت مقررہ تک بڑھا پھر زیادتی کا رک جانا اور گھاسے کی طرف پلٹنا سچی کہ بچنے کی سی

کمزوری کا واپس آجانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں کسی بلند و بالا ذات کی صنعت و حکمت کا دخل ہے۔ اور آخر میں صاحبان عقل و دانش کو دعوتِ فکر دی ہے کہ سوچیں اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

وَمَا عَلَّمْنَا الشُّعْرَ - قرآن مجید کے متعلق قریش مکہ نے اعتراض کیا تھا کہ یہ شاعر ہے اور شاعرانہ تخیل رکوع نمبر ۶۸ پیش کرتا ہے تو خداوندِ کریم نے اس کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ نہ ہم نے اس کو شعر کنا سکھایا اور نہ شعر کنا اس کی شان ہے بلکہ یہ قرآن و ذکر ہے۔

مَنْ كَانَ حَيًّا - قرآن کی

نصیحت حاصل کرنیوالوں کو زندہ کہا گیا ہے کیونکہ ان

کی ضمیر زندہ ہے۔ اور

کفار کو مردہ قرار دیا گیا ہے

کیونکہ ان میں حق کے قبول

کرنے کی صلاحیت بوجہ

مذک کے مردہ ہو چکی ہے۔

مَنْ فِيهَا مِنْ حَيوانات کی

اُن بال اور کھالیں اور چمڑے

سب انسانوں کے لئے

فائدہ مند چیزیں ہیں۔

وَمَشَارِبًا - یعنی مادہ

حیوانات کا دودھ جو اپنے

بچوں کو چھوڑ کر انسانوں کی

خوراک و مشروب کے طور

پر ان کے پیش کرتے ہیں

اور خدا نے ان کو اس طرح مطیع و فرمانبردار کیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی انسان کی حکومت کے سامنے بغاوت نہیں کر سکتے

اور یہ مقام شکر ہے اس لئے فرمایا کہ کیا وہ اس کا شکر نہیں کرتے ؟

لَهُمْ جُنْدٌ - یعنی ہر ایک اپنے ہم خیال لوگوں اور اپنے باطل معبودوں کے ہمراہ جنہم میں داخل ہو گا یعنی وہ معبودان کی امداد

وَلَا يَرْجِعُونَ ۶۸ وَمَنْ نَعْبُدُهُمْ فِي الْخَلْقِ

اور نہ آسکتے اور جس کو ہم زندگی دیتے ہیں اسے پلٹا دیتے ہیں جسم میں (پہلی حالت

أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۶۹ وَمَا عَلَّمْنَا الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

کی طرف) کیا وہ سمجھتے نہیں ؟ اور ہم نے اس کو نہیں سکھایا شعر کنا اور نہ اس کے شایانِ شان ہے

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۷۰ لِيُنذِرَ مَنْ

یہ تو صرف ذکر اور قرآنِ مبین ہے تاکہ ڈرائے ان کو جو زندہ

كَانَ حَيًّا وَيُحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۷۱ اَوْلَمْ يَرَوْا

ہیں (مومن لوگ) اور کلمہ عذاب ثابت ہو جائے کافروں پر کیا وہ دیکھتے نہیں

اَنَا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا

ہم نے ان کے لئے پیدا کئے وہ جو ہم نے اپنی قدرت سے بنائے چوپائے پس وہ ان کے

مَالِكُوْنَ ۷۲ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ

مالک ہیں اور ان کو ہم نے ان کے تابع کیا پس ان میں بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض کو کھاتے ہیں

اور خدا نے ان کو اس طرح مطیع و فرمانبردار کیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی انسان کی حکومت کے سامنے بغاوت نہیں کر سکتے

اور یہ مقام شکر ہے اس لئے فرمایا کہ کیا وہ اس کا شکر نہیں کرتے ؟

لَهُمْ جُنْدٌ - یعنی ہر ایک اپنے ہم خیال لوگوں اور اپنے باطل معبودوں کے ہمراہ جنہم میں داخل ہو گا یعنی وہ معبودان کی امداد

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبٌ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٤٢﴾

اور ان کے لئے ان میں دیگر فوائد اور پینے کا انتظام بھی ہے کیا وہ شکر نہیں کرتے ؟

وَإِخْذُوا مِن دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٣﴾

اور انہوں نے بنا لئے اللہ کے علاوہ کئی خدا تاکہ وہ ان کی مدد کریں

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ ﴿٤٤﴾

حالانکہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے ساتھی ہوں گے جو ان کے ہمراہ جہنم میں حاضر کئے جائیں گے

فَلَا يَحْزِنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يَسِرُونَ وَمَا يَعْهَدُونَ ﴿٤٥﴾

پس تمہیں ان کی بات عنانک ذکرے تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانَ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ ﴿٤٦﴾

کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اب وہ (ہمارے مقابلہ میں) کلم کھلا

مُبِينٌ ﴿٤٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ

مناظر بنا ہوا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرتا ہے اور اسے اپنی پیدائش بھول گئی

مُنَى الْعِظَامِ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٤٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا

کہتا ہے ان ہڈیوں کو جو زندہ کر چکا جو وہ بوسیدہ ہوں گی کہہ دو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ اسے

أَوَّلَ حَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٤٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ

ایجاد کیا تھا اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے جس نے پیدا کیا ہمارے لئے بہتر

مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقَدُونَ ﴿٥٠﴾

درخت سے آگ کہ تم اس سے اور آگ روشن کرتے ہو

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ

کیا وہ ذات جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ قادر نہیں کہ ان جیسے اور بھی پیدا

تو بجائے خود ان کے ہمراہ سب کے سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ - یعنی انسان کو نطفہ اور علقہ مضغ کی منزلوں سے گذار کر گوشت پوست

ہڈیاں اور پورا ڈھانچہ تیار کر کے ہم نے اس میں روح پھونکا پھر میرا رزق کھا کر

جو ان ہوا اور اب وہ میرے ساتھ ہی مناظرہ کرتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے

گا، اللہ فرماتا ہے کیا تجھے اپنی پیدائش بھول گئی۔ پس جس طرح میں نے تجھے علم

کے بعد وجود دیا اسی طرح بوسیدہ ہڈیوں کو اور خاکستر کے ذروں کو جمع

کر کے دوبارہ زندگی دینے پر بھی قادر ہے۔ بلکہ ایجاد سے دوبارہ پیدا کرنا

آسان ہوتا ہے پس جو ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ آسانی سے پیدا

کر سکتا ہے مزید وضاحت

يَخْلُقُ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۲﴾ اِنَّمَا اَمْرُهُ

کر لے گا (یقیناً وہ قادر ہے) اور وہ پیدا کرنے والا جانتے والا ہے بے شک اس کا امر

اِذَا ارَادَ شَيْْءًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۳﴾

جب کسی شے کے متعلق ارادہ کرے اُسے کہے ہو جاتا تو وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ يَبْدِئُ مَلَكُوْتًا كُلِّ شَيْْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۴﴾

پس پاک و منزہ ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر شے کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے

جلد ۱ ص ۹۳ پر ملاحظہ ہو
پھر دوسری مثال وضاحت
کے لئے وہی کہ جو ذات
سرسبز درخت سے آگ
پیدا کرنے پر قادر ہے وہ
بوسیدہ پٹیوں میں روح
ڈالنے پر کیسے قادر نہیں؟
پھر مزید وضاحت کے

لئے فرمایا جو ذات آسمانوں اور زمین کے لمبے چوڑے اجسام کو پراز حکمت طریقہ سے ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ کیونکہ نہیں
بنا سکتا بلکہ وہ تو ان جیسے اور بھی کتم عدم سے پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ آلات کا محتاج نہیں بلکہ جس شے کے متعلق ارادہ
کرے تو وہ ہو جاتی ہے۔ واللہ رب العالمین۔

سُوْرَةُ صَفٰتٍ

یہ سورہ مکہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر ۱۸۳ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآب سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ الصافات کو پڑھے تمام
جنوں اور شیطانوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی اور شیاطین اس سے
دور ہٹ جائیں گے اور وہ شرک سے محفوظ ہوگا نیز اس کے دونوں محافظ فرشتے قیامت کے روز گواہی دیں
گے کہ یہ شخص رسولوں پر ایمان رکھنے والوں میں سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ سورہ مبارکہ پڑھے تو ہر آفت سے
محفوظ رہے گا اور زندگانی دنیا کی ہر مصیبت اُس سے دور ہو جائے گی۔ اور دنیا میں اس کو نہایت وسیع رزق اللہ
عطا فرمائے گا۔ نیز مال جان اور اولاد کے معاملہ میں خدا اُس کو شہ شیطان سے محفوظ رکھے گا اور ہر ظلم
سرکش کے ظلم سے بھی خدا اُس کو بچائے گا اگر اس دن یا رات میں مرجائے تو شہید مرے گا اور خدا اس کو
بروز محشر شہداء کے زمرے میں محشر کرے گا اور وہ شہداء کے ہمراہ داخل جنت ہوگا۔

تفسیر برہان میں ہے کہ جس شخص پر حالت نزعِ سمحت ہو تو اس کے سر ہانے بیٹھ کر سورہ صافات پڑھی جائے پس اس کی روح آسانی سے نکلتی ہے چنانچہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے فرزند قاسم کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔

اور خواص القرآن سے منقول ہے کہ اگر اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں بند کر کے اس کو صندوق میں لٹکایا جائے تو اس کے گھر میں جنوں کے غولوں کے غول آئیں گے لیکن کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

وَالصَّافَاتِ یہ صافۃ کی جمع ہے یعنی آسمان وزمین کے درمیان صف بستہ اللہ کی عبادت کرنے والے فرشتے۔ اور الزَّاجِرَاتِ یہ زاجِرۃ کی جمع ہے اور زجر کا معنی ہے روکنا یعنی خدا کی نافرمانی سے روکنے والے فرشتے اور التَّالِيَاتِ یہ تالیۃ کی جمع ہے جس کا معنی ہے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے فرشتے اور چونکہ جماعتوں کی تاویل میں ہیں اس لئے مؤنث کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ اور قسم دو طرفیوں سے کھائی جاتی ہے یا تو

وہ ذاتِ عظیم ہو جس کی قسم

کھائی جائے اور یا وہ بے حد

پیاری ہو جس طرح اپنے

سر کی یا اولاد کی قسم کھائی جاتی

ہے۔ خداوند کریم سے کوئی

بلند تو ہے نہیں۔ لہذا اس

کی قسمیں یا تو اس بنا پر ہیں

کہ جہاں بھی کسی چیز کی قسم

وارد ہوئی ہے وہاں مصافات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالصَّفَاتِ صَفًّا ② فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ③ فَالتَّالِيَاتِ

ان فرشتوں کی قسم جو عبادتِ خدا میں صاف بستہ ہیں انکی قسم جو رنگا ہوتا ہے (ان کی قسم) جو ذکر کی تلاوت

ذِكْرًا ④ اِنَّ الْهٰكِمَةَ لَوٰاحِدٌ ⑤ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

کرتے ہیں تحقیق تمہارا معبود صرف ایک ہے جو آسمانوں

کو محذوف مانا گیا ہے یعنی رب الصافات۔ رب التین اور رب الفجر وغیرہ پس اللہ نے اپنی ہی ذات کی قسم کھائی ہے اور یہ کہ اس کی مصنوعات اس اعتبار سے شانِ عظمت کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں کہ ہر مصنوع اپنے صالح حقیقی کے وجود اور اس کی توحید کی ناقابل تردید نشانی ہے لہذا قابل قسم ہے اور یہ کہ دلیل وحدت ہونے اور عظیم شہکار توحید ہونے کے لحاظ سے وہ عزیز ترین ہیں اس لئے محلِ قسم ہیں۔ اور اس جگہ قسم کے بعد مقصود بیان (جس کو جواب قسم کہا جاتا ہے) توحید پروردگار ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الْهٰكِمَةَ لَوٰاحِدٌ۔ یعنی عبادتِ خدا میں صاف بستہ خدا کی نافرمانیوں سے روکنے والے اور کتابِ خدا کی تلاوت کرنے والے فرشتوں (یا بقول بعض مفسرین) انسانوں کی قسم تمہارا پروردگار صرف ایک ہے

اور وہی ایک آسمانوں زمین اور ان کے مابین کی جمیع مخلوقات کا پروردگار ہے اور وہی مشرق و مغرب کا رب ہے۔
 رَبُّ الْمَشَارِقِ - مشرق کی جمع مشارق ہے۔ درحقیقت جس نقطہ افق سے سورج طلوع کرتا ہے اُسے مشرق کہا جاتا ہے اور چونکہ آسمان پر سورج کی گردش کا مدار ایک نہیں ہے بلکہ ہر روز اس کا مدار الگ ہوتا ہے لہذا سال بھر میں ہر دن اس کے طلوع کا نقطہ بھی الگ الگ ہوتا ہے پس کم از کم سال میں تین سو پینسٹھ مشارق اور اسی طرح تین سو پینسٹھ مغارب بنتے ہیں جن میں سے نصف خط استوا کے شمال میں ہیں اور وہ سورج کے برج حمل میں داخلے سے لے کر برج میزان تک پہنچنے کا شمار ہی موسم گرما کا زمانہ ہے اور نصف خط استوا کے جنوب میں ہیں اور وہ سورج کے برج میزان میں داخلے سے لے کر برج حمل تک پہنچنے کا موسم سرما کا زمانہ ہے۔ اسی بنا پر مشرقین اور مغربین کو صیغہ تشبیہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ چھ ماہ جب سورج برج حمل کے بعد شمالی مدارات سے طلوع کرتا ہے وہ اس کی شمالی مشرق ہوتی ہے اور پھر چھ مہینے جب سورج برج میزان کے بعد جنوبی مدارات سے طلوع کرتا ہے تو اُس کی جنوبی مشرق ہوتی ہے اور اُن کے مقابلے میں مغرب بھی ایک شمالی اور دوسری جنوبی

ہوگی۔ پس سال بھر میں دو مشرقین اور دو مغربیں ہوں گی۔ اور بعض اوقات مشرق کی تین سو پینسٹھ مدارات کو ایک ہی مشرق کا نام دیا جاتا ہے۔ اور مغرب کی جانب کی تمام مدارات کو ایک مغرب کہا جاتا ہے۔

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑥ اِنَّا زَيْبًا

اور زمین اور اُن کے درمیان کی ہر چیز کا پروردگار ہے اور مشارق کا پروردگار ہے تحقیق ہم نے آسمان

السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ ⑦ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ

دنيا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور اس کو ہر سرکش شیطان سے

شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ⑧ لَا يَسْتَعِينُ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَ

محفوظ رکھا کہ نہیں باتیں سن سکتے ملائعہ اعلیٰ کی اور

يُقَذِّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ⑨ دَحْوًا وَكَلْهًا عَذَابًا

ان پر شہابِ ثاقب برسائے جاتے ہیں ہر طرف سے جھگانے کے لئے اور ان کے لئے نطنگے والا

والوں کے نزدیک سب ستاروں کا مقام فلک الافلاک ہے لیکن آسمان دنیا سے اختصاص اس لئے کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے قریب تر ہے اور زمین سماوی سے مراد یہ ہے کہ جب انسان تاریک رات میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو آسمان کی چھت میں ستاروں کی کلکاری اس کے لئے راحت و سرور کا سماں پیدا کرتی ہے جس کی بدولت اُس کی وحشت اُنس سے بدل جاتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے یہ بارونق چھت میرے ہی سکون قلب اور اطمینانِ نفس کے لئے بنائی ہے پس وہی میرے شکر کا سزاوار ہے اور حفظاً مفعول مطلق ہے اس کا عامل حِفْظًا مَحْذُوفٌ ہے۔

اِنَّا زَيْبًا - علم ہیئت

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے - إِنَّ هَذِهِ النُّجُومُ الَّتِي فِي السَّمَاءِ مَدَائِنٌ مِثْلَ الْمَدَائِنِ الَّتِي فِي الْأَرْضِ یعنی تم کو جو آسمان میں ستارے نظر آتے ہیں ان ستروں جیسے وہاں بھی شہر ہیں جس طرح زمین میں ہیں -

لَا يَسْمَعُونَ - اصل میں لَا يَسْمَعُونَ باب تفعیل سے تھا صرفی قاعدہ کے مطابق تاء کو سین میں ادغام کیا گیا اور باب افعال بنا یا گیا - یعنی سرکش شیاطین ملائعہ اعلیٰ کی طرف جا کر وہاں کی باتیں نہیں سن سکتے - اگر ان میں کوئی اس طرف جانے کا قصد کرے تو ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں -

وَأَصْبُ ⑩ الْأَمِّنِ خَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ

دَحْوَرًا - مفعول مطلق ہے - یعنی يَدْحَرُونَ دَحْوَرًا - یعنی ان کو بھگایا جاتا ہے -

عذاب ہے مگر جو (کوئی بات سننے کے لئے) جلدی سے چھٹے تو اس کے پیچھے لگاتا ہے چمکدار

شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑪ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهْمُ اشْتَدَّ خَلْقًا أَمْ

الَّذِي خَطَفَ الْخَطْفَةَ - عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے - معنی کے لحاظ سے ترتیب اسی طرح ہے کہ

شعلہ آگ پس ان سے پوچھو کیا یہ لوگ جسم میں مضبوط تر ہیں یا وہ جن کو

مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ⑫ بَلْ

يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَالَّذِي خَطَفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ

پیدا کیا ہم نے (پے) ہم نے ان سب کو پیدا کیا چھٹنے والی مٹی سے بلکہ تم

عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ⑬ وَإِذَا ذُكِرُوا لَا يَذْكُرُونَ ⑭

تعجب کرتے ہر اور وہ مسخری کرتے ہیں اور جب ان کو نصیحت کی جائے تو اثر نہیں لیتے

شِهَابٌ ثَاقِبٌ وَيَقْدَحُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دَحْوَرًا - یعنی شیاطین ملائعہ اعلیٰ کی باتیں اوپر جا کر نہیں سن سکتے اگر کوئی ان میں سے بات سننے کے لئے اُدھر بھٹ کر جائے تو شہاب ثاقب اُس کا تعاقب کرتا ہے اور ہر طرف سے پھر ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں اور ان کو بھگایا جاتا ہے -

أَهْمُ اشْتَدَّ خَلْقًا - اس کا ترجمہ دو طرح سے کیا جا سکتا ہے - ایک یہ کہ اُن سے سوال کرو کیا یہ لوگ قامت و جسامت میں مضبوط تر ہیں یا وہ جن کو ہم نے ان سے پہلے پیدا کیا تھا یعنی گذشتہ اُممیں اور تقدیر عبارت ہوگی - أَمْ مَنْ خَلَقْنَا قَبْلَهُمْ - اور دوسرا ترجمہ اس طرح ہوگا کیا یہ مضبوط تر ہیں یا ملائکہ اور عالم علیہ کی ساری مخلوق اور تقدیر عبارت ہوگی - أَمْ مَنْ خَلَقْنَا مِنَ الْمَلَأِكَةِ -

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ - ہم نے ان کو لیدار مٹی سے پیدا کیا ہے یعنی ان کے باپ حضرت آدم کو ہم نے مٹی سے پیدا

کیا ہے اور یہ سب اسی کی ہی اولاد ہیں۔

بَلْ عَجَبْتَ - یعنی تم ان کی حماقت اور متکبرانہ طرز عمل پر تعجب کرتے ہو کہ یہ لوگ کس طرح اپنے آغاز و انجام کو فراموش کر کے اللہ کے ساتھ مقابلہ کرنے پر تھے ہوئے ہیں اور وہ لوگ انٹا مذاق و مخزبی کر کے آپ کی حکیمانہ باتوں کو بے اثر بنا دیتے ہیں۔ اور اگر معجزہ دیکھیں تو عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ اور قیامت کی بات سن کر انٹا منہ پڑانے لگتے ہیں کہ ہم بوسیدہ بڑیاں اور خاک تر ہو جانے کے بعد کیسے پٹائے جاسکتے ہیں یا ہمارے گذشتہ باپ دادا کیسے زندہ کئے جاسکتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تم کو ذلیل ہو کر اٹھنا پڑے گا صرف اسرائیل کے صورت چوکنے کی دیر ہوگی کہ تم دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہو گے۔

يَوْمَئِذٍ - یعنی جب محشر

ہوں گے اور اپنا انجام بد

دیکھیں گے تو کہیں گے

ہائے ہائے یہ تو قیامت

ہے۔

هَذَا يَوْمَ الْفَصْلِ - پس

ان کو جواب ملے گا کہ یہ وہی

فیصلہ کا دن ہے جس کی

تم لوگ تکذیب کرتے تھے

پس جنتی لوگ باعزت

جنت میں جائیں گے۔ اور

دوزخی لوگ ذلیل و رسوا ہو

کر زندانِ جہنم میں دھکیلے

جائیں گے۔

رکوع نمبر

۵ اذ ذلجہ - یعنی

وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَخِرُونَ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا كَلَّا

اور جب دیکھیں کوئی نشانی تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مگر صاف جادو

سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٦﴾ وَإِذِ امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّا

اور جب ہم مریں گے اور مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے

لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٧﴾ أَوْ آبَاءُ نَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٨﴾ قُلْ نَعَمْ وَ

جائیں گے؟ کیا ہمارے سابق باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے اور وہ (ضرور اٹھائے جائیں گے)

أَنْتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٩﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذْ هُمْ

لَمَبْعُوثُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا يَوْمَئِذٍ هَذَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿٢١﴾ هَذَا

یوم الفصل الذی کتّمہ تکذّبون ﴿٢٢﴾ احشروا

کادن ہے اور کہیں گے ہائے ہائے یہ تو بدلے کا دن ہے (بے شک) یہ فیصلہ

کادن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے

سچ کرو

حکم پروردگار ہو گا کہ جن لوگوں نے جس نوعیت کا گناہ کیا ہے ان کو اور ان کے شریک کار لوگوں کو اور ان کے باطل معبودوں کو اکٹھا کر کے جہنم کی طرف روانہ کر دو۔ اور ازواج کا معنی اس مقام پر شریک کار ہے پس زانی زانیوں کے ساتھ

ماتھ اور منافق منافقوں کے ساتھ جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے اور ان کے باطل معبود اور پیش رو بھی ان

سے ہمراہ ہوں گے۔

وَقَفُّوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْنُوْنُونَ - تفسیر مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ولایت علی بن ابی طالب کے متعلق سوال کرنے

سوال ولایت علی بن ابی طالب

کے لئے ان کو ٹھہرانے کا حکم دیا جائے گا۔

تفسیر برہان میں بروایت ابوسعید خدری حضرت رسالت مآب سے منقول ہے آپ نے فرمایا۔ بروز عشر حکم پروردگار صراط کے کنارے پر دو فرشتوں کو تعینات کیا جائے گا اور وہ ہر شخص سے ولایت علی علیہ السلام کی سند پوچھیں گے پس وہی گزر سکے گا جس کے پاس برأت جہنم کے لئے حضرت علی کی تصدیق ہوگی اور جس کے پاس یہ برأت نام نہ ہوگا وہ اٹھنے منہ

جہنم میں ڈالا جائے گا۔

ابوسعید خدری

راوی حدیث نے دریافت

کیا حضور اس برأت نامے کا کیا مقصد ہوگا تو آپ نے

فرمایا اُس پر یہ لکھا ہوگا۔

الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزْوَاجَهُمْ وَاَنْتُمْ اَعْبُدُونَ ﴿۲۳﴾ مِنْ

ان کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے شریک کار لوگوں کو اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے

دُونِ اللّٰهِ فَاهْدُوهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۴﴾ وَقِفُوهُمْ

اور ان کو ٹھہراؤ کہ

اِنَّ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی بن ابی طالب وصی رسول اللہ۔

بروایت انس بن مالک حضرت رسالت مآب نے فرمایا کہ بروز عشر صراط کو جہنم کے اوپر بچھا یا جائے گا اور صر و ہی شخص اُس پر سے گزر سکے گا جس کے پاس ولایت علی کا پروانہ ہوگا وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْنُوْنُونَ کا یہ مطلب ہے کہ ان سے ولایت علی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بروایت ابن شہر آشوب ابن عباس سے مروی ہے کہ بروز عشر مالک داروغہ جہنم کو ساتوں طبقات جہنم کے بھڑکانے کا حکم ہوگا اور رضوان دیبان جنت کو جنت کے آٹھوں درجات کو سجائے گا حکم ہوگا۔ اس کے بعد میکائیل کو دوزخ کے اوپر صراط کے بچھانے کا فرمان خداوندی ہوگا اور جبریل کو حکم ملے گا کہ عرش کے نیچے میزان عدل کو نصب کر و اس کے بعد اُمت محمدیہ کو حساب کے لئے بلایا جائے گا اور صراط پر منتظر و چوکیاں قائم کی جائیں گی۔ اور ہر چوکی پر ستر ہزار فرشتہ کی ڈیوٹی ہوگی اور اس اُمت میں سے گزرنے والے ہر زن و مرد سے ہر چوکی پر سوالات ہوں گے اور پہلی پہلی چوکی پر حضرت علی کی ولایت کا ہی سوال ہوگا اور حضرت آل محمد پوچھی جائے گی جو کامیاب ہوگا وہ بجلی کی طرح اس مقام کو عبور کرے گا۔ اور جو فیل ہوگا وہ اٹھا کر کے جہنم میں پھینکا جائے گا اگرچہ ستر صدیق کے برابر بھی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔ پھر

دوسری چوکی پر نماز تیسری چوکی پر زکوٰۃ پوتھی چوکی پر روزہ پانچویں چوکی پر حج چھٹی چوکی پر جہاد اور ساتویں چوکی پر عدل و انصاف کے متعلق سوالات ہوں گے جو پاس ہوتا جائے گا بجلی کی طرح عبور کرنا جائے گا اور جو نیل ہوگا وہ نیچے جہنم میں گر کر معذب ہوگا۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نماز و روزہ وغیرہ مجملہ اعمال کا سوال ہی ان لوگوں سے ہوگا جو ولایتِ علی رکھتے ہوں گے ورنہ جو لوگ ولایت سے عاری ہوں گے وہ تو پہلی ہی چوکی پر جہنم رسید ہوں گے ان سے دوسرے سوالات کی نیکی نوبت ہی نہ آئے گی۔

اور یہ روایت کہ پل سے علی کی محبت کے پروانے کے بغیر کوئی نہ گذر سکے گا۔ صواعقِ محرقہ میں ابن حجر مکی نے بروایت ابوبکر نقل کی ہے۔ اور قِفْوُهُمْ اَتَّهْمُ مَسْنُوْنُوْنَ کی تفسیر کہ اس سے مراد ولایتِ علی کا سوال ہے۔ منصبِ امامت میں شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے بھی اعتراض کیا ہے اور ہم نے حدیث وسیلہ مفصلاً کتاب لمعة الانوار حصہ دوم صفحہ ۱۶۸ پر درج کی ہے اور صراط سے ولایتِ علی کے پاسپورٹ کے سوا گذرنا محال ہے صفت پر مذکور ہے۔ اور تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ایڈیشن کے صفحہ ۱۶۸ پر آیت مجیدہ کی قدرے وضاحت موجود ہے اور دوسرے ایڈیشن کے صفحہ ۱۶۳ پر۔

تفسیر برہان میں بروایت امامی شیخ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم نے فرمایا قیامت کے دن دربارِ عدالت پروردگار میں ہر انسان کے قدم رک جائیں گے جب تک کہ ان سے چار چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ (۱) عمر کو کہاں خرچ کیا تھا؟ (۲) اپنے جسم کو کس کاموں میں استعمال کیا تھا؟ (۳) مال کو کیسے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ (۴) اور چوتھا سوال میری اہل بیت کی محبت کے بارے میں ہوگا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ تو آپ نے حضرت علی کے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اس کی محبت۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عمر نے ہی پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ اُس وقت حضرت علی آپ کے پہلو میں کھڑے تھے آپ نے علی کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

میرے بعد میری محبت کی

نشانی اس جوان کے ساتھ

محبت کرنا ہے۔ ایک روایت

میں آپ نے فرمایا مجھے اس

ذات کی تم جس نے مجھے

برحق نبی بنا کر بھیجا ہے کہ

کسی انسان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک اس سے محبت علی کا سوال نہ کیا جائے گا اور وہ محبت علی ثابت نہ ہو۔

مالکم ولا تناصرون۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کس طرح دنیا میں تم باطل پر ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اب

عذاب سے جان چھڑانے کے لئے بھی ایک دوسرے کی مدد کر لیکن اُس دن وہ سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور عوام الناس

اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ۝۲۵ ۝۲۶ مَالِكُمْ لَا تَنْصُرُوْنَ ۝۲۶ بَلْ هُمْ

ان سے کچھ پوچھا جانا ہے تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ وہ اُس دن

الْيَوْمَ مُسْتَلِمُوْنَ ۝۲۷ ۝۲۸ وَاَقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ

ماننے والے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر

کسی انسان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک اس سے محبت علی کا سوال نہ کیا جائے گا اور وہ محبت علی ثابت نہ ہو۔

مالکم ولا تناصرون۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کس طرح دنیا میں تم باطل پر ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اب

عذاب سے جان چھڑانے کے لئے بھی ایک دوسرے کی مدد کر لیکن اُس دن وہ سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور عوام الناس

اپنے گمراہ کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ تم دنیا میں تو خیر خواہ بن کر ہمیں راہِ حق سے بہلا پھسلا کر اپنے مسلک پر چلنے کی دعوت دیتے تھے اب کیوں خاموش ہو رہے چونکہ دائیں طرف سے آنا نیک فال سمجھا جاتا تھا اس لئے خیر خواہی کی دعوت کو دائیں طرف سے آنا تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٣٨﴾ قَالُوا إِنَّمَا كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

پوچھیں گے تو کہیں گے تم تو خیر خواہ بن کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے

قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٣٠﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ

وہ کہیں گے تم خود ایمان نہیں لاتے تھے اور ہمارا تمہارے اوپر کوئی

مِنْ سُلْطَانٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَٰغِينَ ﴿٣١﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا

غلبہ نہیں تھا بلکہ تم خود سرکش تھے پس ثابت ہے ہم پر

قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّ الَّذِينَ يَتُوبُونَ ﴿٣٢﴾ فَأَعْوَبْنَا كَمَا أَكُنَّا غَٰوِبِينَ ﴿٣٣﴾

فرمان (عذاب) اپنے رب کا تحقیق ہم سے چھیننے والے ہیں پس ہم نے تم کو گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ تھے

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْرِكُونَ ﴿٣٤﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ

ہیں بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے ہم ایسی ہی مجرموں کو سزا

نَفَعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ إِذْ هُمْ كَانُوا إِذًا قِلَّ لَهُمْ

دیتے ہیں تحقیق ان کو جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُتَكَبَّرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيَقُولُونَ وَإِنَّا لَتَارِكُوا

نہیں تو اڑتے تھے اور کہتے تھے کیا ہم چھوڑ دیں

بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

عوام الناس کے دینی خیر خواہ بن کر ان کو توحید سے منحرف کرتے ہیں شیطان بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے عجیب چالیں

اختیار کرتا ہے وہ جہاں بعض توحید کے پرستاروں کو حضرت علی کی ولایت سے منحرف کر کے گمراہ کرتا ہے وہاں حضرت علی

کی محبت کے متوالوں کو توحید سے گمراہ کر کے راہِ حق سے دُور کر دیتا ہے۔ اور علماء سوہرہ طرف شیطان کی وکالت کر لیتے ہیں

ایک طرف والے علی کی دشمنی میں اس قدر بڑھے کہ علی کو عوام الناس کے برابر سمجھ لیا اور دوسری طرف والے علی کی محبت

جواب دیں گے کہ تم اپنا گناہ ہمارے سروں پر تھوپنے کی کوشش نہ کرو بلکہ تم خود ہی ایمان کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے ورنہ ہمارے پاس نہ زور تھا نہ طاقت کہ تمہیں مجبور کرتے۔ پس تم خود ہی راہِ حق سے برگشتہ تھے لہذا اب عذاب خداوندی ہم سب کو مل کر ہی بھگتنا ہے بیشک ہم خود بھی گمراہ تھے اور تم کو بھی گمراہ کر بیٹھے۔

کالا اِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اڑتے جاتے تھے اور دُور حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

کا اِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اڑتے جاتے تھے اور دُور حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

کا اِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اڑتے جاتے تھے اور دُور حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

کا اِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اڑتے جاتے تھے اور دُور حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

کا اِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اڑتے جاتے تھے اور دُور حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

کا اِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اڑتے جاتے تھے اور دُور حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و داعیوں

میں اس قدر بڑھے کہ اُس کو خدائی صفات میں شریک بلکہ مختار عام قرار دے کر خدا کو معطل کر دیا۔ حتیٰ کہ جب اُن کے سامنے یہ کہہ جائے کہ بارش خدا برساتا ہے۔ موت و حیات خدا کے قبضے میں ہے۔ رزق وہی دیتا اور تقسیم کرتا ہے۔ حاجت روا وہی ہے۔ اور بیماریوں کو شفا اور بے اولادوں کو اولاد وہی دیتا ہے اور کَالِإِلَهِ الْإِلَهِ الْكَافِرِينَ کا معنی طور پر مقصد بھی یہی ہے۔ تو حضرت علی کو خدا کا شریک قرار دینے والے

فورا کہہ دیتے ہیں اور ان کے تیور بگڑ جاتے ہیں کہ یہ کام تو علی کرتا ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اپنے مقرین و واعظین سے کہیں گے کہ تم تو ہمارے خیر خواہ بن کر ہمیں راہِ حق سے ہٹاتے تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو وہ کہیں گے تمہاری اپنی نیت خراب تھی ہمارے پاس نہ زور تھا نہ طاقت تھی کہ تمہیں مجبور کرتے اس میں شک نہیں کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اور تمہیں بھی ہم نے گمراہی کی ہی تعلیم دی تھی لیکن اب اکٹھے ہی رہ کر عذاب بھگتتا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ

الْمُهِنَاتِ الشَّاعِرِ قُجُونٍ ﴿۳۷﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ

اپنے مہبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر؟ بلکہ وہ تو حق لایا ہے اور اس نے رسولوں کی تصدیق

الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۸﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْآلِيمِ ﴿۳۹﴾

کی ہے تحقیق تم دردناک عذاب کو کھینچنے والے ہو

وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۰﴾ الْإِعْبَادَ لِلَّهِ

اور تم نہیں جزا دیتے کئے مگر اسی کی جو تم کرتے تھے یاں مگر اللہ کے جو خالص

الْمُخْلِصِينَ ﴿۴۱﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۴۲﴾

بندے ہیں ان کا رزق معلوم ہے

فَوَاكِهَ وَهَمَّ مَكْرُمُونَ ﴿۴۳﴾ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿۴۴﴾ عَلٰی

سیوہ جات اور وہ باعزت ہوں گے نعمتوں کے بہشتوں میں ایک دوسرے

سُرِّمَتْ قَبْلِينَ ﴿۴۵﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿۴۶﴾

کے سامنے تخت پر (جلوہ گر ہونگے) اور ان پر چکر لگایا جائے گا شراب کے پیالے کا

بِضَاءٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿۴۷﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا

جو سفید رنگ ہو گا پینے والوں کے لئے لذیذ تر ہو گا نہ اس میں فسادِ عقل ہو گا اور نہ وہ اس کے پینے سے

نہیں ہے۔

کاسیں۔ انخش سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ جہاں بھی ہے اس کا معنی شراب ہے۔

مَعِينٍ۔ اگر اَمْعَن سے فیعل کے وزن پر ہو تو اس کا معنی ہے مضبوطی اور قوت سے بہنے والا اور اگر عین سے

مفعول کے صیغے پر ہو تو اس کا معنی ہے جاری۔

لَذَّةً - اس کا معنی ہے لذیذ۔ یعنی مصدر بمعنی صفت ہے۔

كَافِيهَا عَوَلٌ - ابن عباس سے منقول ہے کہ شراب میں چار ضرایب ہوتی ہیں۔ اور ہستی شراب ان ضرایب سے پاک ہوگی (۱) بے ہوشی (۲) سردی (۳) تپ (۴) پیشاب کی زیادتی۔

يَزْفُونَ ۴۸ وَعِنْدَهُمْ قَصِرَتُ الظَّرْفِ عَيْنٌ ۴۹

بے ہوش ہونگے اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی آہو چشم (جو میں ہونگی جو رنگ کی صفائی و سفیدی میں) محفوظ

كَانَهُنَّ بِيضٌ مَّكْنُونٌ ۵۰ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ

انہوں کی آنکھ ہونگی پس ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر احوال پرسی کریں گے تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا میرا

يَتَسَاءَلُونَ ۵۱ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۵۲

(دو دنیا میں) ایک ساتھی تھا

يَقُولُ أَإِنَّكَ لِمِنَ الصَّادِقِينَ ۵۳ إِذْ آمَنَّا وَكُنَّا

جو کہتا تھا کیا تو بھی ایمان لانے والوں میں سے ہو گیا ہے ؟ کیا ہم جب مرجائیں گے اور

تُرَابًا وَعِظَامًا إِنْ أَلْمَدِينُونَ ۵۴ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ

خاکستر و ہڈیوں پر رہ جائیں گے تو ہم سے حساب لیا جائیگا ؟ کہے گا کیا تم جانتے

مُطَلِعُونَ ۵۵ فَاطَّلَعَ فَرَآ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۵۶

ہو پس جھانک کر دیکھے گا تو اس کو جہنم کے وسط میں پائے گا

قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتُ لِتُرْدِينَ ۵۷ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي

کہے گا خدا کی قسم تو مجھے بھی ہلاک کر ڈالتا اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا

آم شجرۃ الترقوم یعنی تم خود فیصلہ کر لو کہ رہائش کے لئے وہ سابقہ منزل بہتر ہے جس میں تم قسم کے میوہ جات و اعلیٰ مشروبات موجود ہیں یا یہ جس میں غذا کے لئے زقوم کا تلخ پھل موجود ہوگا۔ زقوم ایک خاردار اور بدبودار پودا ہے جس کو

قَالَ قَائِلٌ - یعنی ہستی

لوگ آپس کی خوش طبعی اور

ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول

ہوں گے تو ان میں سے ایک

کہے گا کہ میرا دنیا میں ایک

ساتھی جو مجھے کلمہ ہی سے روکتا

تھا چلو اس کی حالت دیکھیں

اور بہشت میں ایک بلند

مقام ایسا ہے جن سے

جھانک کر دوزخیوں کو دیکھا

جاسکے گا پس جب وہ مومن

جھانکے گا تو اس کو اپنا

ساتھی وسط جہنم میں معذب

نظر آئے گا پس یہ اس کو

کہے گا کہ تو تو مجھے بھی گراہ

کر تا تھا پس مومن اللہ کے

احسانات کا شکر کرے

گا اور اس کو دوسری لذت

حاصل ہوگی۔

پنجابی زبان میں تھوہر کہا جاتا ہے جب قریش نے یہ آیت سنی تو وہاں چونکہ یہ لودا موجود نہ تھا اور عوام الناس اس سے آشنا نہ تھے۔ ابن زبیر نے فوراً کہہ دیا کہ بربر کی زبان میں کھجور اور مکھن کو زقوم کہا جاتا ہے چنانچہ ابوہبل نے اپنی ایک کنیز کو حکم دیا کہ زقوم تیار کر کے لاؤ تو

فوراً وہ کھجور اور مکھن لے

آئی۔ ابوہبل نے وہ پیالہ

لوگوں کے سامنے رکھ کر

کھانے کی دعوت دی اور

کہا یہی وہ زقوم ہے جس سے

محمدم کو ڈراتا ہے۔

فِتْنَةٌ۔ کا معنی عذاب بھی

کیا گیا ہے اور اس کا معنی

آزمائش بھی ہے۔ چنانچہ

زقوم کا لفظ کفار قریش کے

لئے مقام آزمائش بن گیا کہ

انہوں نے حضور کو جھٹلایا اور

ضما دیکھن کا نام زقوم رکھ لیا

اور کہنے لگے کبھی درخت بھی

آگ میں پیدا ہو سکتا ہے

حالانکہ آگ تو درختوں کو جلا

دیتی ہے اور خدانے اس

زقوم کے متعلق جو دوزخیوں

کی خوراک ہے فرمایا کہ وہ جہنم کی تڑ میں پیدا ہوگا اور تمام دوزخ کے درکات میں اس کی شاخیں بہنیں گی اور اس کے شگوفے

شیطانوں کے سروں کی مانند ہوں گے اور شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دینا اس طرح ہے جس طرح کسی کے دانتوں کو

کافیاب الاعوال کہہ کر ڈہن کے دانتوں سے تشبیہ دی جائے۔ مقصد صرف اس کی خباثت اور بدشکل کو ظاہر کرنا ہے۔

مَزَجَهُمْ۔ ممکن ہے دوزخیوں کے لئے کھانے پینے کی جگہ الگ ہو کر زقوم کھلا کر گرم کھولتا ہوا پانی پلا کر ان کو جہنم کی

لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ ﴿٥٨﴾ اَفَاخُنُّ بِمَيْتَيْنِ ﴿٥٩﴾

تو میں بھی تیرے ساتھ عذاب میں حاضر کیا جاتا۔ کیا وہ بات درست ہے کہ

الْأَمْوَاتِ النَّالِ وَالْمَاخُنُّ بِمَعْدَيْنِ ﴿٦٠﴾ اِنَّ هَذَا

مجم صوف پہلی موت ہی میں گئے اور پھر ہم کو عذاب نہ کیا جائیگا؟ تحقیق یہ البتہ

لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦١﴾ لِيَمِثِلَ هَذَا فَاَلِيعَمَلِ الْعَمَلُونَ ﴿٦٢﴾

بڑی کامیابی ہے۔ اسی قسم کی جزا کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے

اَذَلِكْ خَيْرٌ نَزَلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٣﴾ اِنَّا جَعَلْنَاهَا

کیا یہ اچھا ٹھکانا ہے یا زقوم کا درخت؟ کہ ہم نے اس کو

فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ﴿٦٤﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي اَصْلِ

عذاب بنایا ہے ظالموں کے لئے۔ تحقیق وہ درخت ہے جو جہنم کی تر سے

الْجَحِيْمِ ﴿٦٥﴾ طَلَعَهَا كَانِهَا رُؤُوسِ الشَّيْطٰنِ ﴿٦٦﴾

نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں

فَاِنَّهُمْ لَا يَكُوْنُوْنَ مِنْهَا فِدَالًا وَّ مِنْهَا الْبَطُوْنُ ﴿٦٧﴾

پس وہ (دوزخی) اس سے کھائیں گے پس اسی سے پیٹ بھریں گے

کی خوراک ہے فرمایا کہ وہ جہنم کی تڑ میں پیدا ہوگا اور تمام دوزخ کے درکات میں اس کی شاخیں بہنیں گی اور اس کے شگوفے

شیطانوں کے سروں کی مانند ہوں گے اور شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دینا اس طرح ہے جس طرح کسی کے دانتوں کو

کافیاب الاعوال کہہ کر ڈہن کے دانتوں سے تشبیہ دی جائے۔ مقصد صرف اس کی خباثت اور بدشکل کو ظاہر کرنا ہے۔

مَزَجَهُمْ۔ ممکن ہے دوزخیوں کے لئے کھانے پینے کی جگہ الگ ہو کر زقوم کھلا کر گرم کھولتا ہوا پانی پلا کر ان کو جہنم کی

موت دھیل دیا جاتا رہے۔ اور ممکن ہے کہ صرف یہ مقصد ظاہر کرنا۔ چوں کہ ان کی غذا زقوم مشروب حیم اور مسکن حیم ہے۔
رکوع نمبر ۷ **وَإِنَّ مِنْ شَيْعَةِ لَدَبْرَاهِيمَ** لفظ شیعہ علامہ طبری نے ذکر کیا ہے کہ شیعہ اس جماعت کا نام ہے جو کسی رئیس و سردار کے تابع ہوں لیکن عرب اسلام میں اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام کے وہ پیروکار ہیں جو آپ کے دشمنوں کے

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهِمُ الشُّوْبَا مِنْ حَيْمٍ ۝۳۹ **ثُمَّ إِنَّ مِنْهُمْ**

پھر ان کے لئے اس کے علاوہ البتہ اضافہ کھولنے ہوئے پانی کا بھی ہے پھر ان کی بازگشت جہنم کی

لِأَلَى الْجَحِيمِ ۝۴۰ **إِنَّهُمْ الْفَوَآءُ أَبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۝۴۰**

طرف ہوگی تحقیق انہوں نے پایا اپنے باپ دادا کو گمراہ

فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يَهْرَعُونَ ۝۴۱ **وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ**

پس وہ ان کے نقش قدم پر دوڑے جاتے ہیں اور تحقیق ان سے پہلے بہت سی

أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۝۴۲ **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِينَ ۝۴۲**

پہلی امتیں گمراہ ہوئیں اور تحقیق ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے پس دیکھو کیا انجام

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِينَ ۝۴۳ **إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ**

جو ان کا جن کو ڈرایا گیا (پس انکار ہی رہے) مگر اللہ کے حالص

الْمُخْلِصِينَ ۝۴۴ **وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلْيَعْمَلِ الْغَبِيْرُوْنَ ۝۴۴**

بندے اور تحقیق ہم کو نوح نے پکارا پس ہم خوب قبول کرنے والے ہیں

وَبَجَيْنَهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝۴۵ **وَجَعَلْنَا**

ادھم نے اس کو اور اس کی اہل کو بڑی تکلیف سے بچا لیا اور کر دیا ہم نے

سے اس کی تاویل یہ منقول ہے کہ ان سے مراد اس تاویل کی تائید میں یہ روایت نقل کی ہے کہ امام علیہ السلام

نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم کے سامنے سے پڑے اٹھائے گئے اور ملکوت سماویہ کی ان کو سیر کرانی گئی تو انہوں نے عرش کے

پہلو میں ایک نور تاباں دیکھا تو دریافت کیا اسے پروردگار یہ نور کس کا ہے؟ تو جواب ملا یہ نور محمد ہے جو میری تمام مخلوق سے

مخلاف نبو آزار ہے۔ اور

ان کے بعد ان کی اولاد

ظاہرین علیہم السلام کے ساتھ

رہے اور ابو بصیر نے حضرت

امام محمد باقر علیہ السلام سے

روایت کی ہے آپ نے فرمایا

تمہیں یہ نام مبارک ہو۔ راوی

کتا ہے میں نے عرض کی

حضور وہ کونسا نام؟ تو آپ

نے فرمایا کہ شیعہ میں نے

عرض کی کہ لوگ تو ہمیں اس

نام کا طعنہ دیتے ہیں آپ

نے فرمایا تم نے خداوند کریم

کا یہ فرمان نہیں پڑھا۔

إِنَّ مِنْ شَيْعَتِهِ لَدَبْرَاهِيمَ

۲۳

تفسیر برہان میں حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام

نے فرمایا کہ امام علیہ السلام

نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم کے سامنے سے پڑے اٹھائے گئے اور ملکوت سماویہ کی ان کو سیر کرانی گئی تو انہوں نے عرش کے

پہلو میں ایک نور تاباں دیکھا تو دریافت کیا اسے پروردگار یہ نور کس کا ہے؟ تو جواب ملا یہ نور محمد ہے جو میری تمام مخلوق سے

برگزیدہ ہے پھر اس کے پہلو میں دوسرا نور دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا یہ علی بن ابی طالب کا نور ہے جو میرے دین کا ناصر ہے پھر ان کے پہلو میں تین نور درخشاں دیکھے اور ان کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد پروردگار ہوا کہ ایک نور فاطمہ ہے جو اپنے شیعوں کو آتش جنم سے آزاد کرے گی اور وہ اُس کے فرزندوں یعنی حسن و حسین علیہما السلام کے نور ہیں پھر حضرت ابراہیم نے عرض کی اسے پروردگار ان پانچ نوار کے ارد گرد بچھے نو نوار نظر آ رہے ہیں یہ کون ہیں تو علی بن الحسین سے لے کر حضرت حجۃ العصر تک نام بنام ائمہ کا تعارف کرایا گیا کہ یہ علی و فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار ان پودہ کے ارد گرد بے حد و حساب نوار موجود ہیں وہ کون ہیں تو ارشاد ہوا وہ ان کے شیعوں کے نور ہیں۔ پس انہوں نے عرض کی کہ ان کی نشانیاں کیا ہوں گی تو جواب ملا ان کی یہ نشانیاں ہوں گی (۱) رکوع رکعت یومیہ نماز یعنی سترہ فرسخ اور چونتیس نوافل جو کتب فقہیہ و عملیہ جات میں تفصیل وار درج کی گئی ہیں (۲) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا (۳) رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا (۴) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اور بعض روایات میں پانچویں نشانی زیارت اربعین مذکور ہے اور ہم نے وہ روایت باختلاف الفاظ تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ میں درج کی ہے) اُس وقت حضرت ابراہیم نے دعائے حاجی اے اللہ مجھے حضرت امیر المومنین کے شیعوں سے فرار دے۔

شیعہ اور محبت میں فرق

تفسیر برہان میں تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا شریک بنانا حضرت رسالت مآب کی نبوت کا انکار کرنا اور حضرت

علی کی ولایت کا انکار کرنا ایسے گناہ ہیں جو انسان کی جملہ نیکیوں کو باطل کر دیتے ہیں اور آحاطتِ بہ خطیبتہ

ذَرِيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَتَرَكَآ عَلِيَّ فِي

اس کی ہی اولاد کو باقی رہنے والا اور ہم نے باقی رکھا اس پر اسلام و ذکر خیر البعد

الْآخِرِيْنَ ﴿۷۹﴾ سَلَامٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّا

والوں میں سلام نوح پر سب جہانوں میں ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾

اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں تحقیق وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا

ثُمَّ اَعْرَضْنَا الْآخِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِنَّا مِنْ شَيْعَتِهٖ

پھر ہم نے عرق کیا دوسروں کو اور تحقیق اس کے شیعوں میں سے تھا

لِابْرٰهِيْمَ ﴿۸۴﴾ اِذْ جَاآ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۵﴾ اِذْ

ابراہیم جب اپنے رب کے پاس صاف دل سے آیا جب

نے عرض کی کہ ان کی نشانیاں کیا ہوں گی تو جواب ملا ان کی یہ نشانیاں ہوں گی (۱) رکوع رکعت یومیہ نماز یعنی سترہ فرسخ اور چونتیس نوافل جو کتب فقہیہ و عملیہ جات میں تفصیل وار درج کی گئی ہیں (۲) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا (۳) رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا (۴) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اور بعض روایات میں پانچویں نشانی زیارت اربعین مذکور ہے اور ہم نے وہ روایت باختلاف الفاظ تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ میں درج کی ہے) اُس وقت حضرت ابراہیم نے دعائے حاجی اے اللہ مجھے حضرت امیر المومنین کے شیعوں سے فرار دے۔

کے مصداق ایسے ہی لوگ ہیں اور ان کے لئے دائمی جہنم ہے۔ حضرت رسول کریم نے فرمایا علی کی محبت ایسی نیکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا خواہ کس قدر بُرا ہی کیوں نہ ہو اور علی کے دشمن کی محبت ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی خواہ کتنی ہی بڑی ہو پس اس کا بدلہ اُس کو دنیا میں مال و رزق و تندرستی سے دیا جائے گا اور آخرت میں اس کا عذاب دائمی ہوگا۔

علی کی ولایت کا منکر جنت کو نہ دیکھے گا مگر اس قدر کہ اس کی جہرت میں اصناف ہو کہ کاش میں نے علی کی ولایت کا انکار نہ کیا ہوتا تو مجھے یہ مکان نصیب ہوتا۔ اسی طرح علی کا محبت دوزخ کو اسی قدر ہی دیکھے گا کہ اُس کی خوشی میں اصناف ہو اور سمجھے کہ اگر میں ولایت علی سے دُور ہوتا تو مجھے یہ سزا بھگتنی پڑتی حضور نے فرمایا اے شیطان علی جنت تم سے فوت نہ ہوگی۔ اگرچہ بعض بد اعمالیوں کی وجہ سے دیر سے پہنچے پس اس کے درجات حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اور ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کے اور حضرت علی کے محب بھی دوزخ میں جا سکتے ہیں؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا ہاں جس کی روح گناہوں کی میل اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے عذاب سے آلودہ ہوگی اُس کو دوزخ کی آگ سے صاف کیا جائے گا۔ پھر ان کے پاس بلند مرتبہ شیطان علی کو بھیج کر بلا لیا جائے گا اور وہ اُن کو دوزخ کی آگ سے اس طرح چن لیں گے جس طرح پرنہ دانہ کو چن لیا کرتا ہے۔ پس جن لوگوں کے گناہ معمولی اور ہلکے ہوں گے وہ دنیا میں بادشاہان وقت اور حکام زمانہ کی سختیوں اور جسمانی تکلیفوں اور بیماریوں کی وجہ سے گناہوں کا بدلہ دے کر صاف تھرے قبر میں داخل ہوں گے اور بعضوں کو گناہوں کی بدولت قبل از وقت موت دی جائے گی۔ اور حالت نزع سخت ہوگی پس گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ اگر گناہ زیادہ ہوئے تو موت کا اضطراب بڑھ جائے گا۔ عیادت کرنے والے کم ہوں گے اور ذلت کی موت سے مرے گا۔ پس گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اگر پھر بھی بچ گئے تو قبر میں لہنگے پہنچتے پہنچتے کفارہ ہو جائے گا اور اگر اس سے بھی بچ گئے تو عرصت قیامت کی سختی سے کفارہ ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوئے تو دوزخ کے اوپر کے طبقے میں داخل کیا جائے گا جس کو بعد میں سفارش سے نکالا جائے گا۔ اور ہمارے محبتوں میں سے سب سے زیادہ گنہگار کا عذاب یہ ہوگا ورنہ اکثر کی سزا اس سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ اور یہ لوگ ہمارے شیعہ نہیں بلکہ ہمارے محبت ہیں۔ اور ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جو ہمارے صحیح معنوں میں نقش قدم پر چلیں۔ ایک شخص نے عرض کی حضور۔ فلاں شخص اپنے ہمسائے کی ناموس پر نظر رکھتا ہے اور اگر اُسے موقع ملے تو فعلِ حرام سے بھی گریز نہ کرے گا۔ پس حضور یہ سنتے ہی غضبناک ہوئے اور فرمایا اس کو میرے پیش کرو تو کسی نے کہہ دیا جناب عالی وہ تو آپ کا اور علی کا شیعہ کہلاتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا ایسے شخص کو ہمارا شیعہ نہ کہو۔ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری پیروی کرے۔

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ فلاں شخص گناہان کبیرہ کا مرتکب ہے اور تمہارا شیعہ ہے

آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص گناہان کبیرہ کرنے کے باوجود ہماری محبت کا دم بھرتا ہے تو وہ ہمارا محبت ہے شیعہ نہیں اور تیرا اس کو شیعہ کہنا جھوٹ ہے اور اگر وہ شخص نہ ہمارا محبت ہو اور نہ ہمارے دشمنوں سے بیزار ہو اور گناہان کبیرہ بھی کرتا ہو تو تیرا اس کو شیعہ کہنا دوہرا جھوٹ ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ جا کر جناب متول مغطہ خاتون جنت سے دریافت کرو۔ میرے متعلق کیا ہے؟ کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں؟ چنانچہ اس عورت کے سوال کا سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا اسے کہو اگر تو ہمارے اوامر و نواہی کا پابند ہے تو تو ہمارا شیعہ ہے ورنہ نہیں۔ جب عورت نے واپس آکر بتایا تو یہ شخص سخت پریشان ہوا کہ ہائے گناہوں سے کون بچ سکتا ہے بس میں تو پھر دوزخی ہوا۔ چنانچہ اُس عورت نے دوبارہ جا کر مخدوم طاہرہ سے اپنے شوہر کے اضطراب کا تذکرہ کیا تو عالیہ بی بی نے فرمایا بات یہ ہے کہ ہمارے شیعہ جنت کے بلند منازل پر فائز ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ جو ہمارے محبت ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن ہیں جو ہم کو بدل و جان تسلیم کرتے ہیں وہ اگر واجبات و محرمات میں ہمارے مخالفین ہیں تو یقیناً ہمارے شیعہ نہیں ہیں لیکن گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں ضرور جائیں گے وہ دنیا میں مصائب و آلام کی تکلیفیں سہیں گے کچھ عرصہ محشر میں سختی دیکھیں گے اور سخت گناہگار ایک وقت تک دوزخ کے اوپر دالے طبقے میں عذاب بھی چکھیں گے اور اس کے بعد ہماری محبت کی بدولت ان کو جنت نصیب ہوگی۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کی حضور! میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے خدا کے بندے اگر تو ہمارے اوامر و نواہی میں ہمارے حکم کا پابند ہے تو تیرا دعویٰ سچا ہے ورنہ اس قدر بلند مرتبہ کا دعویٰ کرنے کے بعد اپنے گناہوں کو چھوڑ دے اور اس حالت میں شیعہ نہ کہلاؤ بلکہ یہ کہو کہ میں آپ کا محبت و موالی ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور یہ تمہارے لئے بہتر اور خوب ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کی کہ میں تمہارا شیعہ ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اور ایسا دعویٰ نہ کرو جس میں خدا تم کو جھوٹا کہے ہمارے شیعہ وہ ہوتے ہیں جو ہر کھوٹ اور بُرائی سے پاک ہوں البتہ تم ہمارا محبت اور موالی کہلا یا کرو۔

ایک شخص نے حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے عرض کی کہ میں آپ کے خالص شیعوں میں سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے بندہ خدا کیا تو ابراہیم خلیل علیہ السلام کے درجہ پر فائز ہے اللہ نے تو اپنے خلیل کو شیعہ کہا ہے اِنَّ مِنْ شِيْعَتِي كَابْرَاهِيْمٍ اِذْ جَاءَ مِنْ نَبَاہُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ اگر تیرا دل حضرت ابراہیم کے دل کی طرح ہے تو بے شک تو ہمارا شیعہ ہے ورنہ تو فاج یا حزام کا مستحق ہے تاکہ تیرے اس جھوٹ کا کفارہ ہو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ میں محمد و آل محمد کا شیعہ ہوں۔ آپ نے اس کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تو اپنے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنا پسند کرتا ہے

یا اپنے مومن بھائیوں پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہے، اُس نے عرض کی کہ اپنے اوپر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ پھر تو ہمارا شیعہ نہیں ہے کیونکہ ہم تو اپنا مال اپنی ذات پر خرچ کرنے سے اپنے دوستوں پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں بس تم لوگ ہمارا محب کہلایا کرو اور ہماری محبت کی وجہ سے نجات کی امید رکھو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک دن باتوں باتوں میں کسی نے کہہ دیا کہ کسی مقدمہ میں قاضی کو ذابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں عمار نے شہادت دی تو قاضی صاحب نے عمار کی شہادت کو یہ لفظ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ تو رافضی ہے لہذا تیری شہادت قابل قبول نہیں ہے چنانچہ یہ سنتے ہی عمار کے بدن میں کپکپی سی طاری ہو گئی اور فرط غم سے وہ گریہ کو ضبط نہ کر سکا اور چہنیں مار کر رونے لگا۔ قاضی نے مقدمہ کی سماعت کو ملتوی کر کے عمار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو اہل علم میں سے ایک باوقار شخصیت کا مالک ہے اگر تو رافضی کے لفظ سے ہزارے اور رفض تیرا مذہب نہیں تو پھر ہمارا بھائی ہے۔ عمار نے قاضی کے لفظ سنے تو اپنے گریہ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا کہ قاضی صاحب آپ نے میرا مطلب غلط سمجھا ہے میں تو اپنی اور تیری حالت پر روتا ہوں سا اپنی حالت پر اس لئے کہ تو نے مجھے ایک بدلت بلند مرتبے کی طرف منسوب کیا ہے جس کا میں اہل نہیں ہوں تو نے مجھے رافضی کہا ہے حالانکہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ سب سے پہلے رافضی وہ جادو گر تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر فرعون کی بھری کچھری میں موسیٰ کی تصدیق کی تھی اور فرعون کے طور طریقے کو رفض کیا تھا یعنی چھوڑ دیا تھا اور اس بارے میں سر پر آنے والی ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا تھا پس فرعون نے ان کا لقب رافضی رکھا تھا جب کہ انہوں نے اس کا دین چھوڑا تھا کیونکہ رافضی اُسے ہی کہا جاتا ہے جو اللہ کی ناپسندیدہ چیز کو چھوڑ دے اور اس کی رضا کے سامنے جھک جائے۔ آج اس زمانہ میں ایسا کون ہو سکتا ہے؟ میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اگر خدا مجھ سے پوچھے اے عمار! کیا تو نے ہر معاملہ میں باطل کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دیا تھا؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ اور تیری حالت پر اس لئے روتا ہوں کہ تو نے میری طرف جھوٹی نسبت دی ہے اور تیرے متعلق مجھے اللہ کی گرفت کا ڈر ہے کہ اس مقدس لفظ کو تو نے بے جا استعمال کیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بات سُن کر فرمایا۔ اگر عمار کے گناہ آسمانوں اور زمین سے بھی بڑے ہوں تب بھی ان کلمات کی بدولت بخشے جائیں گے اور اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہو گا کہ اس کی رائی برابر نیکی بھی اس پوری دنیا سے ہزار گنا بڑھی ہوگی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے ایک دفعہ ذکر ہوا کہ ایک شخص بازار میں بولی پر کپڑے بیچتا ہے اور اعلانیہ شیعہ بھی کہلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے شیعہ کہلانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں مسلمان، مقداد اور ابو ذر کی مثل سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص خرید و فروخت میں دھوکا کرے اور بچنے والی چیز کے عیب خریدار سے پوشیدہ کرے یا اجنبی گاہک کے سامنے شے کی بولی بڑھا دے تاکہ اس کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑے اور اُس کے چلے جانے کے بعد بولی کم کرے تو ایسا شخص مسلمان و ابو ذر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے بس اس کے لئے سزا داری ہے کہ محبت محمد و آل محمد ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ کہ اُن کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن کہلاتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام جب بادشاہ وقت مامون عباسی کے ولیعهد اور نائب السلطنت کے عہدہ پر فائز ہوئے تو کچھ لوگ طے آئے اور دربان نے اندر اطلاع دے دی کہ کچھ لوگ حضور کی زیارت کے لئے آئے ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ علی کہتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں فارغ نہیں ہوں۔ اسی طرح وہ لوگ ہر روز و ماہ تک مسلسل آتے رہے اور شرف باریابی سے محروم واپس بیٹھتے رہے۔

آخر مایوس ہو کر انہوں نے دربان سے کہا کہ ہماری طرف سے بارگاہ امارت میں عرض کیجئے گا کہ ہم آپ کے بھائی حضرت علی کے شیعہ ہیں آپ نے ہم کو ملاقات کی اجازت نہ دے کر ہمارے دشمنوں کو خوش کیا ہے۔ ہم یہ غم لے کر واپس کیا کسی کو منہ دکھائیں گے ہمارے لئے تو اب شرم کے مارے منہ چھپا کر شہر سے نکل کر جنگلوں کی طرف بھاگ جانا ہی بہتر ہے یہ سن کر آپ نے دربان کو ان کے داخلہ کی اجازت دے دی۔ آپ بلند چوڑے پر تشریف لے گئے تھے جب وہ لوگ داخل ہوئے تو سلام عرض کی لیکن امام عالی مقام نے نظر التفات نہ فرمائی اور نہ ان کے بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ عرض گزار ہوئے حضور والا! پہلے دخول کی اجازت نہ ملنے کی سزا اب یہ بے توجہی فرمائیے ہماری خطا کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ سب کچھ تمہاری اپنی بدولت ہے اور میں نے اپنے بزرگواروں حضرت رسالت مآب اور حضرت امیر المؤمنین اور ان کی اولاد اجداد کی ہی پیروی کی ہے وہ سب تم پر ناراض ہیں۔ انہوں نے عرض کی آقا نے نامدار فرمائیے تو سہی کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کا شیعہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ علی کے شیعہ امام حسن۔ امام حسین سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ عمار اور محمد بن ابوبکر جیسے لوگ تھے جنہوں نے علی کی کبھی مخالفت نہ کی تھی تم لوگ اکثر اولاد و اولاد ہی میں علی کی مخالفت کرتے ہو تو کس منہ سے اس کے شیعہ کہلاتے ہو البتہ تم اس کے محبت موالی و دوستوں کے دوست اور اس کے دشمنوں کے دشمن کہلاؤ لیکن ایسے بلند مرتبہ کا دعویٰ مست کر و جس پر تمہارا عمل تمہارے دعویٰ کی تصدیق نہ کر سکے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس وہ عرض گزار ہوئے اے فرزند رسول! ہم معافی چاہتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتے ہیں۔ آئندہ ہم وہی کچھ کہیں گے جو آپ نے ہمیں تعلیم دیا ہے پس ہم لوگ آپ کے محبت موالی ہیں آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں آپ نے یہ سن کر ان کو مر جا کہا اور فرمایا تم میرے بھائی اور دوست ہو۔ اوپر آ جاؤ یہاں تک کہ ان کو اپنے قریب بٹھایا اور دربان سے دریافت فرمایا کہ تونے کتنی دفعہ ان کو میری ملاقات سے روکا ہے۔ اُس نے عرض کی ساٹھ دفعہ تو آپ نے فرمایا اب تم پر فرض ہے کہ ساٹھ دفعہ ان پر میری طرف سے سلام کہو۔ کیونکہ انہوں نے توبہ و استغفار سے اپنے گناہوں کو دھو ڈالا ہے۔ اب یہ لوگ محبت و ولایت کی وجہ سے احسان کے مستحق ہیں۔ پس آئندہ ان کی اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کیا کرو اور سرکاری واجبات کی تقسیم کے وقت ان کا خاص خیال رکھا کرو اور ان کو کوئی تکلیف لاحق ہو تو سرکاری ذرائع سے اس کے رفع کرنے میں دیر نہ کیا کرو۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس ایک آدمی خوشی خوشی حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے خوشی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ میں نے حضور کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا تھا کہ انسان کو زیادہ خوشی اُس دن کرنی چاہیے جب چند مومنوں

پر صدقات تقسیم کرے یا ان کو خیرات سے حصہ دے یا ان کے حقوق ان تک پہنچائے چنانچہ آج میرے پاس دس مسکین مومن پہنچے جو اپنے عیال و اطفال کی بے کسی و بے بسی کا غم لے کر دروازے سے میرے پاس حاضر ہوئے تھے اور میں نے ان سب کی حاجت روائی کی اس لئے خوش ہوں۔ آپ نے فرمایا بے شک ایسے موقع پر انسان کی خوشی بجا ہے لیکن اس قسم کی نیکیوں کو صنائع ہونے سے بچانا بھی ضروری ہے اُس نے فوراً کہہ دیا حضور! میں ان نیکیوں کو کیسے صنائع کر سکتا ہوں میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ آپ نے فرمایا اسے بندہ خدا تو نے تو اپنی سب نیکی برباد کر دی اُس نے عرض کی حضور والا وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں مٹا کہ اپنی نیکیوں کو احسان جتلا کر یا اذیت دے کر صنائع نہ کر دیا کرو۔ اُس نے عرض کی حضور! میں نے زان کو احسان جتلا یا اور نہ ان کو کسی قسم کی اذیت دی تو آپ نے فرمایا اس جگہ احسان جتلانے کا یہ مقصد نہیں کہ صرف انہی لوگوں پر جہت تلبیا جائے جن پر احسان کیا ہے بلکہ کوئی سی نیکی کر کے کسی پر احسان جتلا نا اور کسی کو اذیت دینا سابقہ نیکیوں کی تلفی کا موجب ہو کر تاج ہے آپ نے فرمایا تم خود بتاؤ کہ تیرا ان کو اذیت دینا زیادہ گناہ ہے یا تیرا مجھے اذیت دینا زیادہ گناہ ہے اُس نے عرض کی آپ کو اذیت دینا سخت گناہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا تو نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں تمہارے خالص شیعوں میں سے ہوں یہ کہہ کر تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہمارا شیعہ کون کون ہے۔ ہمارا شیعہ خالص خرقیل مومن آل فرعون ہے۔ ہمارا خالص شیعہ مرمن آل لیلین ہے۔ اسی طرح سلمان۔ مقداد۔ ابوذر اور عمار ہیں کیا تو ان کے برابر ہے؟ خبردار تو نے یہ دعویٰ کر کے ہمیں اور ملائکہ مقربین کو اذیت پہنچائی ہے اُس شخص نے فوراً توبہ و استغفار کا کلمہ زبان پر جاری کیا اور عرض کی آپ خود فرمائیں کہ میں آئندہ اپنے آپ کو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا محب و موالی کہلاؤ اور یہ کہلاؤ کہ ہم تمہارے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔ اُس شخص نے اعتراف کر لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری تمام نیکیوں کا ثواب محفوظ ہے۔

ابو یعقوب اور علی بن سیار نقل کرتے ہیں کہ ایک رات ہم دونوں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بالا خانہ میں حاضر ہوئے شہر کا پولیس افسر اور اُس کے حاشیہ نشین لوگ امام عالی مقام کا کافی احترام کرتے تھے اچانک پولیس افسر کا گذر اس گلی سے ہوا جو ایک ملزم کو جس کے ہاتھ رس بستر تھے ساتھ لے جا رہا تھا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے جو نہی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو افسر کی نگاہ پڑی پس وہ ازراہ تعظیم سواری سے پیدل ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے اس ملزم کو ایک صراف کی دوکان کے دروازے پر سے گرفتار کیا ہے میرا یہ خیال ہے کہ نقب زنی اور چوری کے ارادے سے یہ وہاں موجود تھا اور میں اس قسم کے مشکوک آدمیوں کو پانچ سو تازیا نے کی سزا دیا کرتا ہوں چنانچہ اس کے متعلق بھی میرا یہی ارادہ تھا تا کہ قبل اس کے کہ اس کا کوئی سفارشی پہنچے اس کو کسی حد تک اپنے کئے کی سزا مل جائے لیکن اس شخص نے مجھے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ میں حضرت علی اور اس حاضر امام کے شیعوں میں سے ہوں جو حضرت قائم کا باپ ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں ابھی امام عالی مقام کے دروازے سے تجھے ہمراہ لے کر گزروں گا اگر وہ تیرے شیعہ ہونے کا اعتراف کر لیں تو میں تجھے رہا کر دوں گا ورنہ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لوں گا اور اس سے پہلے ایک ہزار تازیا نے کی سزا بھی تجھے جھکتی پڑے گی۔ اب اس

شخص کے متعلق اپنی رائے سے ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ یہ شخص قطعاً علی کا شیعہ نہیں ہے اور چونکہ یہ شخص اپنے دل میں اپنے شیعہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی لئے اللہ نے بطور سزا اس کو گرفتاری کی مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ حاکم شہر نے عرض کی کہ بس میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے اب اس کو صرف پانچ سو تازیانہ ہی ماروں گا۔ چنانچہ ڈور لے جا کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کو زمین پر لٹا کر دو آدمی بالمقابل اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر مارنا شروع کریں چنانچہ جب انہوں نے ملزم کو زمین پر لٹایا اور ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر مارنا شروع کیا تو بجائے اس کے کہ اس ملزم کے جسم پر ڈنڈا لگے ان کی ضربیں زمین پر پڑتی تھیں۔ حاکم شہر لوپس افسر نے سپاہیوں پر ناراض ہو کر کہا کہ تم زمین پر ڈنڈے کیوں مارتے ہو۔ اس ملزم کے پوتڑوں پر مارو چنانچہ جب دوبارہ انہوں نے کوشش کی تو ان کے ڈنڈے ایک دوسرے پر پڑنے لگے اور ان کی چھینیں نکل گئیں پھر افسر لوپس نے غضبناک ہو کر کہا کہ کیا تم پاگل ہو گئے ہو کہ ایک دوسرے کو مارتے ہو۔ اس ملزم کو کیوں نہیں مارتے تو انہوں نے جواب دیا حضور والا! ہم تو ملزم کو ہی مارتے ہیں لیکن ہماری لاٹھیاں خود پھیر جاتی ہیں۔ اس کے بعد اس نے چار اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ تم سب چھ آدمی مل کر اس کو مارو اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر قریب کھڑا ہو گیا جب انہوں نے مارنا شروع کیا تو لاٹھیوں کا رخ اوپر کی طرف ہو گیا اور افسر لوپس کو اس قدر ڈنڈے لگے کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد اس نے اور سپاہی منگوائے لیکن ان کا بھی وہی حال رہا۔ اب اس حالت سے لوپس گھبرا گئی۔ پس اس ملزم نے کہا مجھے اپنے امام کے پاس لے جاؤ اور جو حکم دیں تم اس پر عمل کرو۔ چنانچہ وہ افسر لوپس بارگاہ امام میں ملزم کو واپس لایا اور عرض کی حضور آپ نے تو اس کے شیعہ ہونے سے انکار فرمایا تھا لیکن ہم نے اس کے ایسے معجزات دیکھے ہیں جو انبیاء کسے ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے شیعہ ہونے کا دعویٰ اگرچہ غلط کیا ہے لیکن اس نے شیعہ کا جو معنی سمجھ رکھا ہے اسی کے مطابق دعویٰ کیا ہے۔ ورنہ اگر شیعہ کا صحیح معنی سمجھتا ہوتا اور پھر دیدہ و دانستہ جھوٹا دعویٰ کرتا تو تیری اس ساری سزا کا وہ مستحق ہوتا اور تیس برس کی قید بھی اس کو دی جاتی لیکن ہماری طرف نسبت کی وجہ سے اللہ نے اس پر رحم فرمایا ہے پس اسے چھوڑ دیجئے کیونکہ ہمارے مواہب اور بیوتوں میں سے ہے یہ سُن کر اس لوپس افسر نے دریافت کیا کہ ہم تو محبت اور شیعہ کا معنی ایک ہی سمجھتے ہیں اُن کے درمیان فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے شیعہ وہ ہیں جو ادا مروا لہی میں پوری طرح ہمارے حکم کے پابند ہوں لیکن جو لوگ بہت سے احکام میں ہماری مخالفت کریں۔ وہ ہمارے شیعہ نہیں ہوتے۔ پھر آپ نے حاکم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو نے جو اس کی طرف معجزہ کی نسبت دی ہے۔ وہ سراسر جھوٹ ہے اگر تو نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا ہوتا تو خدا تمہیں ایک ہزار تازیانہ اور تیس برس کی قید کی سزا میں مبتلا کرتا یہ معجزات اس کے نہیں بلکہ ہمارے ہیں کہ خدا نے ہماری عزت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے یہ آیات ظاہر فرمائیں دیکھئے عیسیٰ کے ہاتھوں مردہ کا زندہ ہونا مردہ کا معجزہ نہیں بلکہ عیسیٰ کا معجزہ تھا اسی طرح مٹی سے پرندہ کا ہونا پرندے کا معجزہ نہیں بلکہ عیسیٰ کا معجزہ تھا۔ اسی طرح جو لوگ مسخ ہو کر بندر بن گئے یہ ان کا معجزہ نہیں بلکہ اس زمانے کے نبی کا معجزہ تھا پس افسر لوپس نے فوراً توبہ و استغفار گزبان پر جاری کیا۔

اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اس ملزم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے بندۂ خدا تو علی کا شیعہ نہیں بلکہ علی کا محبت ہے اور علی کے شیعہ وہ ہوتے ہیں جن کا توحید پروردگار پر ایمان پختہ ہو۔ اور حضرت رسالت مآب کی اقوال و اعمال میں تصدیق کرتے ہوں اور حضرت علی کو افضل امت مانتے ہوں اور ان کا یہ عقیدہ ہو کہ امت کا فرد فرد تو بجائے خود اگر پوری امت پیغمبر ترازو کے ایک پلڑے میں ہو اور علی دوسرے پلڑے میں ہو تو جس طرح پورے آسمان و زمین کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہو۔ اسی طرح علی کے فضائل و مناقب کے مقابلہ میں وہ سب ایک ذرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علی کے شیعہ اللہ کے راستہ میں موت کی پروا نہیں کیا کرتے۔ علی کے شیعہ اپنے نفسوں سے اپنے مومن بھائیوں کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ اور علی کے شیعہ شرعی ادارہ و لواہی میں پورے پابند ہوتے ہیں۔ غرض کہ توحید و نبوت و امامت کے صحیح عقائد کے بعد تمام فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ اور تمام فرائض سے اہم و دوفرہنیے ہیں (۱) مومن بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی (۲) دشمنانِ دین سے تقیہ اس میں شک نہیں کہ شیعہ مذہب کا تقدس ہر دور میں زبان زد عوام رہا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی جیسے انسان نے بھی خلافت و ملکیت میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی جماعت کا نام ہی شیعہ ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "حامیانِ علی کا گروہ ابستہ میں شیعیانِ علی کہا جاتا تھا بعد میں اصطلاحاً انہیں صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ خلافت و ملکیت حد ۲ اور ہم نے کتاب مذکور کے جواب میں امامت و ملکیت" لکھی ہے جس میں شیعہ مذہب کی نہایت نازک دور سے گذر کر ہم تک پہنچنے کی کیفیت پر روشنی ڈالی ہے اور مذہبِ شیعہ پر غلط الزامات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور ان کو ان ہی کے مسلمات کی روشنی میں جمہوریت کی غیر شرعی حیثیت سے آگاہ کیا ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ شیعہ ایک اصول پرست جماعت ہے۔ جو مشکل سے مشکل تر مقامات میں بھی کسی قیمت پر حق و صداقت کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتی اور شیعہ کا کردار اس قدر مستحکم اور بلند ہوتا ہے کہ وہ کٹنا جانتے ہیں لیکن صراطِ مستقیم سے ہٹنا نہیں جانتے وہ کسی دور میں بھی اقتدار کے ساتھ اپنے اصول کی سودا بازی نہیں کرتے بلکہ وہ اقتدار پر لات مارنا آسان سمجھتے ہیں لیکن حق و صداقت کے اصولوں کو چھوڑنا ہرگز گوارا نہیں کرتے لہذا ہر شیعہ نوجوان پر ضروری ہے کہ چارہی کتاب "امامت و ملکیت" اپنے پاس رکھے اور اس کا مطالعہ کرے۔

نیز ہم نے شیعہ مذہب کے اوصاف و اطوار اور افعال و کردار پر آئینہ طہرین علیہم کے اقوال کی روشنی میں تفسیر مذاکی جلد ۶ میں از صفحہ ۱۷۰ تا ص ۱۹۱ مفصل بیان سپرد قلم کیا ہے جس کا مطالعہ آئینہ ایمان و عرفان میں جلاء نو بخشا ہے۔

کتاب الامت و ملکیت شیخ

حضرت ابراہیم کا ذکر

قال لا بیہ - حضرت

ابراہیم کے باپ کا نام تارخ تھا جو پکا مومن تھا اور یہ آذر آپ کا چچا تھا جو بت تراش اور بت پرست تھا آپ نے چونکہ چچا کے ہاں تربیت پائی تھی اس بنا پر ان کو باپ کہہ کر پکارتے تھے اور چچا پر باپ کا اطلاق قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی ہے

قال لا بیہ و قومہ ما ذابعدون ﴿۸۶﴾ ءافکا الہمۃ

اس نے کہا اپنے باپ اور قوم کو کس کی عبادت کر رہے ہو ؟ کیا ازراہ ہمتان اللہ کے سوا

میں طرح نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَالْإِنْسَانَ لِمَا فِي سَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَغْوَيْنَا بِهِمْ مَا رَدَّ بَيْنَهُمْ وَرَدَّهُ الْأَكْثَرُ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ تَوْبَةٍ مِثْلَ شِبَعَانَ لَظَلَمُوا أَكْثَرَ مِمَّا ظَلَمُوا وَلَوْ عَرَفَتْ سَمْعُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضُ كُلُّ مَنْ فِيهَا أَنَّ مَا لَهُمْ مِنْ شِرْكٍ لَأَعْلَمُ بِهِمْ مَا لَهُمْ مِنْ شِرْكٍ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ تَوْبَةٍ مِثْلَ شِبَعَانَ لَظَلَمُوا أَكْثَرَ مِمَّا ظَلَمُوا وَلَوْ عَرَفَتْ سَمْعُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضُ كُلُّ مَنْ فِيهَا أَنَّ مَا لَهُمْ مِنْ شِرْكٍ لَأَعْلَمُ بِهِمْ مَا لَهُمْ مِنْ شِرْكٍ

حضرت ابراہیم اپنی قوم کو بت پرستی سے روکتے تھے اور وہ لوگ آپ کو اپنے ہمراہ شرک کی دلیل میں پھنسانے کے ورپے تھے آپ کھلے طور پر واضح الفاظ میں ان سے کہتے تھے کہ تمہارا ان بتوں کی پرستش کرنا انتہائی بے ہودہ حرکت ہے کیونکہ عبادت کا سزاوار صرف اللہ

دُونَ اللَّهِ تَرِيدُونَ ﴿۸۷﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸۸﴾

ہی ہے جو ہر ایک کا خالق

رازق اور محسن ہے اور وہی

رب العالمین ہے سال بھر

میں انہوں نے ایک خاص

دن مقرر کیا ہوا تھا جس میں

سب خورو و کلاں زن و مرد

اور امیر و غریب اکٹھے ہوتے

اور بت پرستی و شرک

کی خاص رسوم ادا کرتے

تھے جس طرح پیر پرستی

کی رسم بد کو فروغ دینے

کے لئے آج تک عرس

کے نام سے سال بھر میں

ایک تہوار منایا جاتا ہے

جس میں سارے پیر پرست

لوگ اکٹھے ہو کر غیر اللہ کو

خداؤں (کی عبادت) کا ارادہ کرتے ہو تو رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟

فَنظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿۸۹﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿۹۰﴾

پس ستاروں میں ایک نظر کی تو کہا کہ میں بیمار ہوں

فَقَالُوا عَنَّا مُدَبِّرِينَ ﴿۹۱﴾ فَارَاغَى إِلَيْهِمْ فَقَالَ

پس پیٹ دکھا کر اس سے چلے گئے تو ان کے خداؤں کی طرف پٹ کر کہا

أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۹۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿۹۳﴾ فَارَاغَى عَلَيْهِمْ

تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پس پیٹا ان پر کہ دائیں

ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿۹۴﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ﴿۹۵﴾ قَالَ

ہاتھ سے انکو توڑنا شروع کر دیا تو وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے کہا ان کی

أَعْبُدُونَ مَا تَحْتُونَ ﴿۹۶﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾ قَالُوا

عبادت کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جن کو تم بناتے ہو کہنے لگے

قبلہ حاجات قرار دیتے ہوئے شرک کرنے میں ایک دوسرے کا دل بڑھاتے ہیں اور اپنے فرضی پیر کے متعلق غلط سدا افسانے بیان کر کے اپنے مشرکانہ کردار کو باعث تقرب خداوندی قرار دیتے ہیں۔ اور اس قسم کی تقریبات کے لئے معین کردہ دن پیر و مرد سب کے لئے عید کا تہوار ہوتا ہے جب فردیوں نے حضرت ابراہیم کو اپنے تہوار میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے ستاروں پر ایک نظر دوڑائی وہ سمجھے کہ آپ علم نجوم کے ذریعے ہمارے مسک کی تائید کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے

خلافت ترقی آپ نے ان کی تقریب میں شرکت سے معذوری کا اظہار فرمایا یہ کہہ کر کہ میں بیمار ہوں جس سے وہ یہ سمجھے کہ علم نجوم کے ذریعے سے ان کو اپنی بیماری کا علم ہوا ہے لہذا جاری عید یا عرس میں شریک ہونے سے قاصر ہیں پس وہ آپ کی معذرت کو سن کر واپس چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساراگان سماوی پر نظر ڈھا کر توحید پروردگار کے لئے ناقابل تردید برہان اُن کے لئے فراہم کی تھی کہ طلوع وغروب کرنے والے اجرام قابل عبادت نہیں ہو سکتے بلکہ لائق پرستش وہ خدا ہے جو ان سب کا خالق ہے جس طرح سورہ النعام میں یہ استدلال تفصیل سے گذر چکا ہے جلد نمبر ۵ ص ۲۳۳ ملاحظہ ہو۔

اور یقیناً دلیل و برہان کی روشنی میں توحید پروردگار کا عقیدہ رکھنے والے کے لئے مشرکوں اور بت پرستوں کی بے ہودہ خلافت شرع تقریبات اور اُن کے عرسوں اور میلوں میں شریک ہونا روحانی بیماری کے علاوہ اور کچھ ہی نہیں تھا گویا اجسام سماویہ کا تغیر و انقلاب توحید پروردگار کا درس دیتا ہے اور مشرکانہ تہواروں میں شرکت روحانی بیماری کا پیش خیمہ ہے۔ اسی بنا پر تفسیر مجمع البیان میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار تھے اور نہ اُن کا یہ عند چھوٹا تھا پس وہ اپنے مقام پر سچے بھی تھے اور بیمار بھی نہ تھے البتہ آپ نے بات ایسی کہی جس سے نزدیکی جماعت یہ سمجھی کہ آپ بیماری کا عند پیش کر رہے ہیں۔

مسئلہ۔ ابوالحسن شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کلدانیوں میں علم نجوم کا خاصہ چرچا تھا اگرچہ اس علم پر ان کے پاس کوئی دلیل خاص نہ تھی تاکہ اس کے نتائج کو حجت قرار دیا جاسکے اور بعض علمائے اُس کے سیکھنے اور سکھانے کو حرام قرار دیا ہے اور صحیح نظر یہ یہ ہے کہ اس کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے ہاں اس کے فیصلوں پر یقین رکھنا ناجائز ہے یعنی ان کو شرعی حیثیت دینا غلط بلکہ ناجائز ہے۔

القصد۔ جب نزدیکی جماعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شرکت سے مایوس ہو کر چلی گئی تو آپ کو موقع مل گیا پس فوراً اُن بتوں کے پاس پہنچے اور ازراہ تحقیق اُن سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پس اس کے بعد اپنی قوت سے اُن پر پل پڑے اور ان کو توڑ مڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ کمزور لوگ جو عید منانے کے لئے باہر نہ جاسکے تھے یا جن کو بتوں کی حفاظت کے لئے چوکیداری کے فرائض سونپے گئے تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو نزدیک کر سکتے تھے بلکہ اپنے معبودوں کی بے بسی و بے کسی کو تماشا نیوں کی طرح دیکھتے رہے لیکن باز پرس اور جواب طلبی کا اُن کو ڈر تھا پس قوم کی واپسی سے پہلے یہ لوگ بقصد اطلاع اُن کو راستہ میں جاٹے اور چشم گریاں اپنے خداؤں کی منظر مینت کی داستان اُن کو سنا دی پس یہ خبر سنتے ہی وہ لوگ گھروں کو جانے کے بجائے سیدھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ کر آئے اور کہنے لگے کہ تم نے ہمارے خداؤں کو کیوں توڑا ہے؟ تو آپ نے نہایت متانت و سنجیدگی اور حوصلہ سے اُن کو سمجھا یا کہ یہ بت تمہارے اپنے بنائے تراشے ہوئے ہیں یہ ہرگز ہرگز پرستش کے لائق نہیں ہیں نہ انہوں نے تم کو پیدا کیا نہ رزق دیا اور نہ کچھ اور کر سکتے ہیں پھر تم کیوں ان کی پرستش کر کے گمراہ ہوتے ہو جس اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور ان پتھروں کو بھی

اسی نے ہی پیدا کیا پس وہی لائق عبادت ہے اور وہ ہر نفع و نقصان کا مالک ہے۔

حَسْرَتًا يَالَيْمِينَ۔ یہیں کا معنی دایاں ہاتھ یا طاقت کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے ان کو توڑنا شروع کر دیا۔ یا یہ کہ اپنی قوت و طاقت سے ان پر حملہ کر دیا اور توڑ پھوڑ دیا اور کام اگرچہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے لیکن چونکہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے قوی تر ہوتا ہے یا یہ کہ اچھے اور عمدہ کام دائیں ہاتھ کے سپرد کئے جاتے ہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ اور طہارت و استنجاء وغیرہ بائیں ہاتھ کے سپرد ہوتا ہے اس لئے بھی دائیں ہاتھ کو بائیں پر فوقیت و افضلیت حاصل ہے پس پورا کام دائیں ہاتھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کو بھی ضرب یمین (دائیں ہاتھ کی مار) کی طرف نسبت دی گئی۔

يَزْفُونَ۔ زفیف سے ہے اور یہ شتر مرغ کی چال کو کہتے ہیں جو چلتے اور دوڑنے کے بین بین ہو اور اس جگہ مراد تیز چلنا ہے یعنی وہ لوگ خبر سنتے ہی فوراً حضرت ابراہیم کے گھر پہنچے اور ان کو مقام حادثہ پر یعنی بت کہہ میں لے گئے اور مصروف تفتیش ہوئے کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کو توڑا ہے؟ تو آپ نے جواب سے پہلو تہی کرتے ہوئے کلام کا رخ موڑ دیا اور فرمایا کہ تمہارے معبود وہ ہیں جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر بناتے ہو اور کیا خود ساختہ پتھر بھی لائق پرستش ہو سکتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ تم کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے اور ان پتھروں کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔ لہذا عبادت کا سزاوار تو وہی ہونا چاہیے جو سب کا خالق ہے۔

ابنؤالہ۔ چونکہ کفار

کے پاس حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے استہلالی

بیان کا جواب نہیں تھا تو

انہوں نے بجائے اس کے

کہ اپنی رسوم بذیاعتیہ

ابنؤالہ بنیاناً فالقوۃ فی الجحیم ۹۸ فارادواہ

اس کے لئے چار دیواری بناؤ پس اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو پس انہوں نے اس کے لئے

کیداً اجعلنہم الأسفلین ۹۹ وقال ائی ذاہب

سزائے موت تجریز کی اور ہم نے ان کو پست و ناکام کر دیا اور کہا ابراہیمؑ میں اپنے رب کی

فاسدہ کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بکوش ہو جاتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے زمانہ کی فوجی عدالت کے حوالے کر دیا اور مقدمہ کی سرسری سماعت کے فوراً بعد فیصلہ سنا دیا گیا کہ پتھر گارے سے میں میں ہاتھ لپی چڑھی چار دیواری جس کی بلندی تیس ہاتھ ہو مکمل کرانی جائے اور اس کو خشک لکڑیوں سے چکر کے آگ لگائی جائے اور پھر اُس بھڑکتی ہوئی آگ میں اوپر سے ابراہیم کو پھینک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انتظامات کی تکمیل کے عرصہ تک زیر حراست رکھا گیا اور آخر کار منجنیق کے ذریعے سے اُن کو اُس آگ میں ڈال دیا گیا۔ حضرت ابراہیم کی بت شکنی اور پھر سزائے موت اور آگ کا گلزار ہونا ج ۹ میں ص ۲۲ تا ص ۲۳ پر مفصل گزر چکا ہے۔

اِذَا دُوَابٌ كَيْدًا۔ یعنی ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مکر سوچا یعنی سزائے موت تجویز کی لیکن ہم نے اس کو پھیلایا اور سزا دینے والوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے ان کو ذلیل و پست کر دکھایا۔ اُس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے شام و اردن کی طرف چلے گئے

حضرت ابراہیم کی ہجرت

تفسیر برہان میں بروایت کلینی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل آبائی وطن جہاں آپ کی ولادت ہوئی کوئی رہا تھا رفیروز آبادی نے کہا ہے کہ یہ عراق کی سرزمین میں ہے غالباً کوفہ کا فواج مراد ہے اور حضرت ابراہیم کی والدہ اور حضرت لوط کی والدہ دونوں سگی بہنیں تھیں اور ان کے باپ کا نام لاج تھا اور وہ بھی عمدہ نبوت پر فائز تھا اور جناب سارہ آپ کی خالہ زاد تھی جو کافی مالدار اور خوشحال عورت تھی اور اپنے علاقہ کی بڑی زمیندار و جاگیر دار تھی پس حضرت ابراہیم کے عقد میں آتے ہی اُس نے اپنا سارا مال و متاع اُن کے ہی حوالے کر دیا تھا چنانچہ حضرت ابراہیم نے کافی محنت کر کے زمین کو زیادہ سے زیادہ زرخیز بنا دیا اور مالداری میں بھی کافی ترقی کی چنانچہ علاقہ بھر میں ان کا مالی وقار بہت بلند ہو گیا جب آپ پر بت شکنی کا مقدمہ چلایا گیا اور اس کے نتیجے میں آپ کو سزائے موت ہوئی اور آگ میں ڈالے گئے لیکن بحکم پروردگار آگ گلزار ہوئی اور آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا تو غزوہی حکومت نے آپ کے ملک بدر کرنے کا حکم جاری کر دیا اور آپ کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو بحق سرکار ضبط کرنے کا آرڈر بھی جاری کر دیا گیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپیل پر آپ کو منقولہ املاک واپس کر دی گئیں (جیسا کہ ج ۹ میں مذکور ہے) پس آپ نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت لوط اور سارہ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں شریک سفر تھے۔ آپ نے حضرت سارہ کے لئے ایک تابوت بتوایا اور پردہ داری کے پیش نظر ان کو تابوت میں بٹھا کر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اوپر کپڑے کا پردہ ڈال لیا۔ جب غزوہ کی عملداری سے نکل کر ملک شام کی سرحدوں پر پہنچے جہاں اُس زمانہ میں ایک قبیلگی حکمران تھا جس کا نام عزارہ تھا سرحد پر پہنچتے ہی کٹم کے عملے نے روک کر تلاشی شروع کر دی چنانچہ اُس نے تابوت کے کھولنے پر اصرار کیا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اسی طرح بند تابوت کا وزن کر کے سونے یا چاندی کے حساب سے میں اس کا کٹم بچھو دینے کو تیار ہوں لیکن اُس نے زبردستی تابوت کو کھول دیا کٹم آفسیر نے جب اس میں ایک برقعہ پوش عورت دیکھی تو اس کی حیرت کی حد نہ رہی۔ ازراہ استعجاب۔ پوچھنے لگا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا میری خالہ زاد ہے اور میری بیوی ہے اُس نے اعتراض کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو اُس کے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے فرمایا پردہ کی پابندی کے لئے ازراہ غیرت میں نے یہ اقدام کیا ہے کٹم آفسیر نے کہا جب تک میں بادشاہ کو اطلاع دے کر اس سے حکم ثانی نہ حاصل کر لوں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ اطلاع پہنچتے ہی بادشاہ نے حکم بھیجا کہ وہ تابوت میری طرف بھیج دیا جائے پس حضرت ابراہیم کو تابوت اور دوسرے سب مال و متاع کے ساتھ بادشاہ کے پاس بھیج دیا گیا بادشاہ نے جب تابوت کھولنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا میں بطیب خاطر اپنا تمام مال و متاع بطور فدیہ کے پیش کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اس تابوت کے کھولنے کے حکم کو منسوخ کیا جائے لیکن بادشاہ

نے نہ مانا اور زبردستی تابوت کھولا گیا۔ جب بادشاہ نے جناب سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت کی تو حضرت ابراہیمؑ نے اندر اور غیرت منہ پھیر لیا اور بارگاہِ خداوندی میں اپنی مظلومانہ فریاد پہنچائی۔ چنانچہ بادشاہ کا ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ بادشاہ نے کہا اے ابراہیم! کیا یہ کام تیرے خدا نے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں بے شک میرا خدا غیور ہے۔ بادشاہ نے کہا میرے لئے دعا کرو اگر میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو میں آپ کے درپے ایذا نہ ہوں گا پس آپ نے دعا کی اور اس کا ہاتھ درست ہو گیا لیکن پھر اُس نے نیتِ بد سے دستِ درازی کا ارادہ کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے منہ پھیر کر بارگاہِ خداوندی میں دوبارہ درخواست کی چنانچہ اس کا ہاتھ پھرتل ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اے ابراہیم! واقعی تیرا خدا بھی غیور ہے اور تو بھی غیور ہے۔ اب دعا کیجئے کہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے پھر میں کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی۔ اے پروردگار! اگر یہ بادشاہ سچی نیت سے کہ رہا ہے تو اس کو تندرستی عطا فرما پس وہ ٹھیک ہو گیا۔ اور حسبِ وعدہ اُس نے حضرت ابراہیمؑ سے کسم اور ٹیکس وغیرہ بھی معاف کر دیا اور بڑھی عزت سے پیش آیا اور حدود ملک میں جہاں چاہے کسی پابندی کے بغیر آپ کو سفر کرنے یا قیام کرنے کی کھلی اجازت دے دی اور نہایت لجاجت سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی زوجہ محترمہ کے لئے ایک پاکباز دانا حسینہ و جمیلہ لڑکی بطور خادِمہ کے پیش کروں جو خاندانِ قبض سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی اجازت سے اُس بادشاہ نے جناب ہاجرہ کو کینز کی جگہ پر جناب سارہ کے لئے پیش خدمت کیا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ وہاں سے بصدِ عز و احترام روانہ ہوئے۔ خود بادشاہِ مملکت اُن کی مشابہت میں اپنے مخصوص علقے کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے تھکتا تو خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ بادشاہِ وقت کا پیچھے چلنا مناسب نہیں بلکہ آپ اس کے پیچھے چلیں کیونکہ زمین میں نیک یا بد حکمران کا وجود ضروری ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہرِ ذہنی کے لحاظ سے آپ پر ضروری ہے کہ اُس کا احترام و اکرام کرتے ہوئے اُس کو آگے چلنے کی دعوت دیں تاکہ اُس کا رعب و وقار قائم رہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے قدم رک گئے اور بادشاہ کو آپ نے آگے چلنے کی فرمائش کی کہ مجھے اللہ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ بادشاہ نے صفتِ ہی کلمہ اسلام زبان پر جاری کیا اور تسلیم کر لیا کہ واقعی اللہ حلیم و کریم اور مہربان ہے۔ پس کچھ دور جا کر بادشاہ نے ابراہیمؑ کو الوداع کیا اور واپس پلٹا۔ آپ نے حضرت لوط کو شام کی ابتدائی حدود میں بٹھرایا اور آپ نے آگے بڑھ کر وہاں سے دوڑ کچھ فاصلہ پر قیام فرمایا وہاں کافی عرصہ رہنے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو ایک دن آپ نے جناب سارہ سے خواہش فرمائی کہ میری تم سے اولاد اب تک نہیں ہوئی اگر مجھے اپنی رضا و رغبت سے ہاجرہ دے دیں تو ممکن ہے خدا اُس کے لطن سے مجھے اولاد عطا فرمائے اور ہماری خانہ آبادی اور تسکینِ رُوح کا سامان میا بھی ہو جائے۔ اور وہ ہمارا قائم مقام بھی ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے کہنے پر جناب سارہ نے اپنی رضامندی سے جناب ہاجرہ کو آپ کے حوالہ کر دیا اور اس طرح سے جناب ہاجرہ نے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے حرم بننے کا شرف پایا اور خداوندِ کریم نے ان کے لطنِ اقدس سے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو پیدا کیا۔

رَبِّ هَبْ لِي - جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے زمین شام میں پہنچے تو جناب سارہ اور حضرت لوط بھی آپ کے ہمراہ تھے اور چونکہ اللہ کے حکم کے ماتحت آپ نے فرود کی عملداری سے ہجرت فرمائی تھی اس لئے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں یعنی یہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جاؤں گا جہاں خدا چاہے گا اور اس سے آپ کی مراد ارض مقدس تھی اور یہاں پہنچ کر آپ نے اپنے لئے طلب فرزند کی دعا مانگی۔

فَبَشِّرْ نَاوًا - جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی بشارت ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر سو برس کے قریب تھی اور سارہ کی عمر ۹۰ سال

حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کی بشارت

إِلَىٰ رَبِّي سَيِّدِينَ ﴿۱۰﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۱﴾

اس کا ذکر جلد ۷ صفحہ ۲۳۱ پر گذر چکا ہے اور ایک روایت میں

یا اس کے لگ بھگ تھی اور اس کا ذکر جلد ۷ صفحہ ۲۳۱ پر گذر چکا ہے اور ایک روایت میں

طرف جانوالا ہوں وہ میری رہبری کریگا اے رب! مجھے عطا کر (اولاد) نیک

ابراہیم کی عمر ۹۸ اور سارہ کی عمر ۹۹ برس مذکور ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب آپ ہجرت کر کے علاقہ شام میں پہنچے تو اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے حضرت سارہ کے لطن سے صالح فرزند عطا فرما۔ چنانچہ جب فرشتے حضرت لوط کی قوم کو غرق کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کے پاس سے گذرے اور آپ کے ہاں ایک رات بصورت ممان ٹھہرے تو آپ کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری بھی سناتے گئے۔ اور اسی تفسیر میں بروایت عیاشی برید بن معاویہ علی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل واسحق کی ولادتوں کی جو بشارت دی گئی ان دونوں بشارتوں کے درمیان کا عرصہ کس قدر تھا تو آپ نے فرمایا کہ درمیان میں پانچ سال کا فاصلہ تھا کہ بَشِّرْنَاكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ یعنی ہم نے اس کو باوقار اور صاحبِ حلم فرزند کی خوش خبری دی اور اس سے مراد حضرت اسماعیل ہے اور یہی پہلی بشارت ہے۔ اور اس کے بعد حضرت اسحق کی بشارت دی گئی۔ اور جب حضرت اسحاق تین برس کے ہوئے تو ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اسحاق باپ کی گود میں تھے کہ ادھر سے اسماعیل بھی آگئے اور انہوں نے اسحاق کو باپ کی گود سے دھکیل کر خود ان کی جگہ لے لی حضرت سارہ اپنی آنکھوں سے اس صورت حال کو دیکھ رہی تھیں تو انہوں نے حضرت ابراہیم سے عرض کی کہ مجھ سے یہ برداشت ہرگز نہ ہوگا کہ باجرہ کا بیٹا میرے بیٹے کو آپ کی گود سے ہٹا کر خود اس کی جگہ لے لے لہذا آج کے بعد میرا اور باجرہ کا

ایک جگہ گزارا نہیں ہو سکتا پس ان کو یہاں سے نکال دیجئے

حضرت ابراہیم جناب سارہ کی بہت قدر کرتے تھے کیونکہ وہ اولاد انبیاء سے تھی اور رشتہ میں بھی وہ آپ کی خالہ زاد تھی پس حضرت ابراہیم جناب سارہ کے پر زور مطالبہ کی بنا پر جناب باجرہ اور اسماعیل کو مکہ میں چھوڑ گئے اور اس کی مفصل داستان تفسیر کی دوسری جلد میں دوسرا ایڈیشن میں مرقوم ہے۔

اور ایک روایت میں کہ حضرت اسماعیل حضرت اسحق سے ۱۳ سال بڑے تھے ۶ صفحہ ۱۶۴ پر ملاحظہ ہو۔

يُعَلِّمُ حَلِيمٌ - یعنی باوقار فرزند حلیم کا معنی باوقار اور کسی کام میں جلد بازی نہ کرنے والا اور انسانی اچھی صفات میں سے علم کا درجہ بہت بلند ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ - یعنی جب باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہونے کی حد کو پہنچے اور منقول ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔

حضرت ابراہیم کو
فرزند کے ذبح کرنے
کا حکم

فَبَشِّرْهُ بِعِلْمٍ حَلِيمٍ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

پس ہم نے اس کو خوشخبری دی حلیم فرزند کی توجہ پہنچا وہ اس کے ساتھ کام کر نیکی حد کو (جوانی کو)

قَالَ يُبْنِيَّ إِنِّي آرِي فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا

ترکما اے فرزند کرامی! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں پس دیکھ تیری کیا رائے

تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ

ہے اُس نے کہا اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کیجئے مجھے اگر اللہ نے چاہا تو آپ

مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۰۳﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿۱۰۴﴾ وَ

صبر کرنے والوں سے پائیں گے پس جب دو نو جھک گئے (حکم پر دروگاہ کے سامنے) اور اسکو منہ کے بل لٹایا

آرِي فِي الْمَنَامِ - رویت کے پانچ معانی کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ دیکھنا۔ ۲۔ جاننا۔ ۳۔ گمان کرنا۔ ۴۔ اعتقاد رکھنا۔ ۵۔ رائے قائم کرنا اس مقام پر پہلا معنی ہی مراد لیا جاسکتا ہے کہ میں نے

خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اور علامہ طبرسی نے اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ بہتر تو جبر اس طرح کی جائے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی کی ہو کہ میں تجھے خواب میں جو حکم دوں گا عالم بیداری میں اُس پر عمل کرنا تیرے اور پر واجب ہوگا اس لئے کہ انبیاء کے خواب صحیح ہوا کرتے ہیں کیونکہ جب تک عالم بیداری میں بذریعہ وحی یہ تصریح موجود نہ ہو تو عالم خواب میں دیکھی ہوئی چیز کو جائزہ حقیقت پہنانا مشکل ہے۔ اور انبیاء کے خواب کو اگرچہ وحی قرار دیا جانا بعید نہیں تاہم عالم ظاہر میں ان پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ تمہارا خواب وحی پر دروگاہ ہوگا۔ اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ انبیاء کے خواب دو قسموں کے ہوا کرتے ہیں ایک یہ کہ آئندہ ہونے والی چیز کو بعینہ خواب میں دیکھیں جس طرح فاتحانہ صورت میں مکہ میں جانا رسول اللہ کو خواب میں دکھایا گیا۔ لَتَذْكُرَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ اور دوسرے یہ کہ بعد میں ہونے والی چیز خواب میں دیکھے ہوئے واقعہ کی تاویل ہو جس طرح حضرت یوسف کا اپنے لئے سورج چاند اور گیارہ ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھنا اور اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب دوسری قسم سے تھا۔ یعنی ایک ایسا امر دیکھا جس کی تعبیر فرزند عزیز کا ذبح کرنا تھا۔

مَا ذَا الَّذِي - جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند سے پوچھا کہ میں نے عالم خواب میں تجھے ذبح کرتے دیکھا ہے یعنی عالم خواب میں جو کچھ دیکھا ہے اس کی تفسیر تجھے ذبح کرنا ہے تو اس میں تیری کیا رائے ہے پس فرما فرزند ابراہیم نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں انشاء اللہ صبر کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے یہ نہیں کہا تھا کہ تجھے ذبح کرنا حکم ملا ہے بلکہ فرمایا میں خواب میں دیکھا ہے لیکن فرزند نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ملا ہے اس پر بلا دلیل عمل کیجئے اس شخص کو حکم ہوتا ہے کہ آپ کی اولاد کو بھی یہ حکم تھا کہ ان کا خواب عام خوابوں کی طرح نہیں بلکہ حکم پروردگار ہوتا ہے بھی تو باپ کو بھی عمل کی ترغیب دی اور حکم خداوندی کے سامنے سرکھڑانے کے لئے خود بھی تیار ہو گئے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خواب کو حکم خداوندی سمجھتے تھے تو اس کی تعمیل کے لئے اپنے فرزند سے مشورہ لینے کا انتظار کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے طنت جگر کو ذبح کرنے کے لئے تو فوراً تیار ہو گئے اور ذبح کرنے میں مشورہ لینے سے بھی وہ بے نیاز تھے لیکن جس بیٹے کو ذبح کرنا تھا آخر اس کو بھی تو بتانا تھا اور اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سختی سے اس کو اپنے آگے لگالیتے اور کہتے چلو میں حکم پروردگار کے ماتحت تمہیں ذبح کرنا چاہتا ہوں اور حضرت ابراہیم کے لائق فرزند سے یہ بعید ہے کہ وہ انکار کرتے بلکہ سر تسلیم کو خم کر کے وہ یقیناً ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن حضرت ابراہیم نے انسانی ہمدردی بلکہ شفقت پدری کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ اُسے اپنے مقصود سے ایسے نرم لہجہ اور سخن طریق سے مطلع فرمایا کہ ایک طرف ان کے ذہن میں زبردستی ذبح ہو جانے کا تصور بھی نہ آیا اور دوسرے اُن کو اس امتحان میں عمداً شریک ہونے کا موقعہ بھی مل گیا پس اپنے اختیار سے اُنہوں نے حکم پروردگار کے سامنے گردن کھڑانے کا ارادہ کر لیا تو جہاں ایک طرف اس امتحان کی کامیابی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عمدہ امامت کی پیش کش ہوئی وہاں دوسری طرف ان کو ذبح اللہ کی سند عطا ہوئی پس گویا اپنے فرزند کے سامنے اس حقیقت کا اظہار مشورہ لینے کے لئے نہیں تھا بلکہ ان کو اس امتحان کے لئے تیار ہونے کی دعوت کا بہانہ تھا ورنہ اگر سچ مشورہ لینا مقصود ہوتا تو ذبح ہونے والے سے مشورہ لینا بے محل تھا۔ اپنی بیوی یا دوسرے افراد خاندان کو طلب کر کے سب سے رائے دریافت کی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا نیز قربانی کے لئے ذبح کئے جانے والے حیوان پر بھی سختی کرنا اچھا نہیں ہوتا تو بیٹے کو قربان کرنے کے لئے اس پر سختی کیسے روا ہو سکتی تھی؟ پس نرم لہجہ میں بیٹے سے بات کی کہ مجھے اللہ نے تیرے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تیری کیا رائے ہے؟ اور آپ کے فرزند نے بھی اس حقیقت کو جان لیا کہ آپ مجھے حکم خداوندی سے مطلع فرما رہے ہیں لہذا سر تسلیم خم کر کے فوراً باپ کی ماں میں ہاں ملائی۔

فَلَمَّا أَسْلَمًا - یعنی دو نو جب امر پروردگار کے سامنے جھک گئے اور یہ اس حکم کا نتیجہ ہے جو پارہ اول میں گزر چکا ہے اذ قال له ربہ آسئدہ - یعنی جب اُس (ابراہیم) کو اپنے پروردگار نے فرمایا اَسْلَمَ (جھک جا) تو ابراہیم نے جواب دیا۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (میں عالمین کے پروردگار کے آگے جھک چکا ہوں) یعنی اس کے حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کر کے اس پر بلا دلیل عمل کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی ساری اولاد کو اور حضرت یعقوب نے بھی اپنی اولاد کو وصیت

کی تھی کہ تمہارے لئے اللہ نے دین چن لیا ہے لہذا کَلَمْ تَوْسِنَ الْاَدَاٰتُمْ مُسْلِمُوْنَ (تم پر موت نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے والے ہو) اور تعمیر بیت اللہ کے بعد اپنے فرزند اسماعیل کو اپنے ساتھ ملا کر دعا اس طرح مانگی تھی رَبَّنَا وَاَجْعَلْنَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (اے پروردگار! ہم باپ بیٹے دونو کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا قرار دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ ایسا پیدا کر جو تیرے حکم کے سامنے جھکنے والا ہو کیونکہ اولاد کے لئے طلبِ امانت کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ عمدہ ظالموں کو نہ ملے گا اور ظالم وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حکم سے سرتابی کرے اور غیر اللہ کے سامنے جھک جائے تو ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے ایک جگہ اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے کی دعا مانگی اور دوسری جگہ غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچنے کی دعا طلب کی وَاجْنِبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ۔ اب جو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اپنے ذبح ہونے والے فرزند سے مخاطب ہوئے کہ میں نے تجھے خواب

میں ذبح کرتے دیکھا ہے اس میں آپ اپنی طلب کی ہوئی دعا کا اثر بھی دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ آپ کی توقعات پر پورا اترتے ہوئے بیٹے نے نہایت سلیجی ہوئی زبان میں جواب دیا جس سے باپ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچی کہ آپ کو جو بھی حکم ہوا ہے عمل بجالائیں مجھے ان شاء اللہ آپ

نَادَيْتُهُ اَنْ يَّابْرٰهِيْمَ ﴿١٥﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّوْيَا اِنَّا

ابراہیم نے آواز دی اے ابراہیم تو نے خواب کو پورا کر دکھایا ہم ایسی

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْبَلَاءُ

ہی جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو بے شک یہ البتہ بڑا امتحان

الْمُبِيْنِ ﴿١٧﴾ وَفَدَيْنُهٗ بِذَبِيْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨﴾ وَ

تھا ہم نے اس کا فدیہ دیا بڑی قربانی کا اور ہم نے باقی رکھا اُس پر

تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٩﴾ سَلٰمٌ

د سلام و ذکر خیرا بعد والوں میں سلام

صابر پائیں گے۔ باپ کا جھکنا یہ تھا کہ امر پروردگار کے سامنے اپنے نوالصورت نوحیز اور محبوب ترین فرزند کی گردن پر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے اور بیٹے کی تسلیم یہ تھی کہ اپنی حسین جوانی کی محبت سے بے نیاز ہو کر راہِ خدا میں اپنی زندگی کو قربان کرنے کے لئے اپنی گردن کو چھری کے آگے رکھ دینے میں فخر بھرنا مل نہ کیا۔ اور فَلَمَّا اَسْلَمَا اِسْمٰی کی تعبیر ہے کہ جب بیٹا اور باپ دونو مقام تسلیم و رضامندی پر آئے اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کو قربان گاہ میں منہ کے بل لٹایا تو ہم نے صدادی کہ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا اور تفسیر مقتنیات الذریر میں ہے کہ حضرت اسماعیل نے عرض کی تھی کہ مجھے منہ کے

بل لٹا کر ذبح کیجئے۔ کیونکہ ممکن ہے میرے پھرے کو دیکھ کر شفقت پوری کے ماتحت آپ مجھے ذبح نہ کر سکیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ذبیح کون تھا؟ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ اسحق تھا اور ان کی طرف سے دو دلیلیں ذکر کی گئی ہیں ۱) جب آپ ہجرت کر کے

شام میں پہنچے اور سارہ آپ کے ہمراہ تھی تو دعائمانگی کہ اے اللہ مجھے سارہ کے لطن سے فرزند عطا فرما چنانچہ فرشتوں نے خوشخبری سنائی اور حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو آیات کی ترتیب سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ انہی کے ذبح کا حکم دیا گیا کیونکہ غلام حلیم سے مراد بھی اسحاق ہے اور بَلَّغْ مَعَهُ الشَّعْبِ کا مصداق بھی اسحاق ہے اور اس کے بعد بَشْرًا نَبِيًّا کی خوشخبری حضرت اسحاق کی نبوت سے متعلق ہے نہ کہ ولادت سے۔ ۲۔ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کی طرف جو

خط لکھا تھا اس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ مِنْ يَعْقُوبَ إِسْرَائِيلَ نَبِيَّ اللَّهِ بْنِ اسْحَقَ ذَبِيحِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ یعنی یہ خط اللہ کے نبی اسرائیل یعقوب کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند اسحق ذبیح اللہ کا فرزند ہے۔ اور یہ بات بھی واضح رہے کہ جو لوگ حضرت اسمعیل کو ذبیح اللہ مانتے ہیں ان کے نزدیک مقام ذبیح معنی ہے لیکن جو لوگ حضرت اسحق کو ذبیح اللہ مانتے ہیں ان کے نزدیک مقام ذبیح بیت المقدس ہے (مقتنیات الدرر) لیکن تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جو لوگ حضرت اسحاق

کو ذبیح اللہ مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی مقام ذبیح مکہ (معنی) ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو آپ اپنے فرزند اسحق اور ان کی والدہ سارہ اور دیگر افراد کو کنہ کوچ کی غرض سے مکہ میں لایچکے تھے۔ آپ نے سارہ کو بیت اللہ کے طواف کے لئے بھیج دیا اور خود اسحق کو لے کر حجرہ وسطیٰ کے پاس آئے اور ان کو حکم پروردگار سے مطلع کیا۔ جب حضرت اسحق نے ذبح ہونا قبول کر لیا تو آپ آمادہ ذبح ہو گئے۔ پس شیطان ایک بزرگ کی مشابہ شکل سے سامنے

آیا اور دریافت کیا کہ کیا کرنے کا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا اس لڑکے کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے سجان اللہ کا کلمہ زبان سے جاری کرتے ہوئے ازراہ تعجب کہا کہ ایسے نو عمر لڑکے کو جس نے پلک بھینکنے کی مقدار بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ذبح کرتے ہو آپ نے فرمایا مجھے اپنے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے کہا یہ حکم خدا نہیں بلکہ حکم شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اللہ کا حکم ملا ہے پس وہ شیطان اباؤس ہو کر چلا گیا۔ بیٹے نے عرض کی ابا جان! ذبح کرتے وقت میرا منہ ڈھانپ

دیجئے اور میرے ہاتھوں کو مضبوطی سے کس کر بانڈھ دیجئے تاکہ ذبح کے وقت ہٹنے نہ پائیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ اے فرزند گرامی! ایک تو تجھے ذبح کروں اور دوسرے تیرے ہاتھوں کو بھی بانڈھ دوں یہ دونو کام مجھ سے نہ ہوں گے۔ پس آسمان کی طرف منہ کر لیا اور زانو زمین پر ٹیک کر پھری پکڑھی اور ذبح کے لئے بیٹے کی گردن پر رکھ دی لیکن جبریل نے اُسے اٹھا کر دیا پس اُدھر کو ہٹیر سے ایک دنبے کو پکڑ لیا۔ اور پھری کے نیچے سے اسحق کو کھینچ کر فوراً اس کی جگہ دنبے کو لٹا دیا اور پھری چل گئی اور

سامنے مسجد خیف کی بائیں جانب سے نِلا آئی قَدْ صَدَقْتَ الرَّؤْيَا۔ یعنی تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اُدھر جب سارہ بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئی تو شیطان اپنے مصدوب یعنی تقدس کے ساتھ سامنے رونما ہو گیا اور کہنے لگا میں نے مقام معنی میں ایک

بزرگ کو دیکھا ہے۔ بی بی نے کہا وہ میرا شوہر ہے۔ شیطان نے کہا اس کے ساتھ میں نے ایک حسین و جمیل لڑکے کو دیکھا ہے تو بی بی نے کہا وہ میرا محنت جگر ہے۔ شیطان نے انتہائی مکارانہ لہجہ میں کہا کہ میں نے دیکھا ہے وہ بزرگ آدمی اسی نوخیز شہزادے کو زمین پر لٹا کر چھری سے اُسے ذبح کرنے پر تلا ہوا تھا۔ بی بی کہنے لگی دفع ہو جاؤ بھوٹے کہیں کے، ابراہیمؑ بڑا رحمدل انسان ہے وہ اپنے لائق و بے گناہ فرزند کو کیسے ذبح کر سکتا ہے؟ شیطان نے کہا مجھے آسمان کے پروردگار کی قسم اور اس کعبہ کے رب کی قسم: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس میں ذرہ بھر جھوٹ نہیں۔ بی بی نے نہایت مناسبت اور حوصلے سے فرمایا کہ بھلا وہ ایسا کیوں کرنے لگے؟ شیطان نے کہا وہ فرماتے تھے کہ مجھے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے پس بی بی نے فرمایا اگر اللہ کا حکم ہے تو ابراہیم نے جو کیا ہے وہ سچی ہے (پس شیطان ملعون مایوس ہو کر بھاگ گیا) لیکن مانتا کی محبت نے حضرت سارہ کے دل میں جوش مارا اور سوچنے لگیں کہ ہو سکتا ہے کہ میرے فرزند کے ذبح کا حکم سچا ہو۔ پس اپنے فرائض حج سے فارغ ہو کر جلدی سے دو لوہا تھہر پر رکھ کر مٹی کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور یہ دُعا مانگ رہی تھیں کہ اے اللہ! میں نے اسماعیل کی ماں سے جو سختی کی ہے مجھے اس کی سزا دے۔ جب مٹی میں پہنچیں اور حضرت اسحاق کو زندہ موجود پایا تو طبیعت میں سکون آیا لیکن جب پورا واقعہ اور اُس کی کیفیت سنی پھر اٹھ کر اسحق کی گردن پر چھری کا تازہ نشان دیکھا تو تاب برداشت نہ رہی اور بیمار ہو گئیں اور بڑھتے بڑھتے وہی بیماری اُن کی موت کا سبب بن گئی۔ اور یہ روایت تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ اس میں صرف اس قدر زیادتی ہے کہ حضرت ابراہیم نے سارہ کو بیت اللہ کے طواف کے لئے بھیج کر اسحق سے فرمایا کہ سواری کا گدھا اور چھری لاؤ تاکہ قسربانی کے لئے چلیں حضرت اسحاق نے تعمیل حکم کی بجائے اُدری کے بعد دریافت کیا کہ ابا جان! وہ قربانی کہاں ہے جسے ذبح کرنا ہے تو آپ نے فرمایا بیٹا وہ قربانی تم ہو تاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو بیٹے نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ آپ حکم خداوندی کو بجا لائیں مجھے آپ صابرین میں سے پائیں گے پس مقام ذبح پر پہنچ کر گدھے سے جل اُتار کر نیچے بچھائی اور اُپر اسحاق کو لٹا کر ذبح کے ارادے سے اُس کی گردن پر چھری رکھی۔ اس کے بعد شیطان کے دوسرے کا ذکر ہے اور اس میں ایک شق زیادہ ہے کہ شیطان نے مایوس ہو کر جاتے ہوئے ایک اور دوسرے بھی ڈالا تھا کہ آپ عہدہ امامت پر فائز ہیں اگر آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو قیامت تک لوگوں کے لئے اولاد کا ذبح کرنا سنت بن جائے گا لیکن آپ نے اس کی بات پر کان نہ دھرے اور اس کوویل کی بددعا کی پس وہ دفع ہو گیا نیز اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم جب چھری چلانے کا ارادہ کرتے تھے تو جبریل چھری کی دھار کو اُٹا کر دیتے تھے اور کئی دفعہ ایسا کیا گیا یہاں تک کہ کوہِ ثبیر کی چوٹی سے دنبہ پکڑ کر حضرت جبریل نے چھری کے نیچے لٹایا۔ الخ۔ اور یہی روایت قمی سے منقول ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ دنبہ آسمان سے مسجد منیٰ کے دائیں طرف پہاڑی پر اُترتا تھا جس کو جبریل نے چھری کے لئے لٹایا تھا۔

مشہور یہ ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسمعیلؑ تھے اور دُور اول میں بھی شہرت اسی طرح تھی لیکن اہل کتاب نے (جو بنی اسرائیل تھے) دیدہ دلندہ واقعات

ذبح حضرت اسحقؑ نہیں تھے

کو مسخ کر کے حضرت اسحاق کا ذبیح اللہ ہونا مشہور کر دیا تھا چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں موجود تھا اُس نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ درحقیقت ذبیح اللہ کون تھا؟ تو میں نے جواب دیا کہ وہ اسمعیل تھا اور میں نے قرآن مجید سے اس کی دلیل پیش کی کہ اس قربانی کے تذکرے کے بعد خدا فرماتا ہے وَبَشَّرْنَاكَ بِاسْحَاقَ یعنی ہم نے اس کو اسحاق کی بشارت دی پس عمر بن عبدالعزیز نے ایک شامی باشندے کو منگوا یا جو پہلے یہودی تھا اور پھر صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا تھا اور اُس کا شمار علماء یہود سے تھا پس عمر بن عبدالعزیز نے اس سے یہی بات دریافت کی اور میں بھی پاس موجود تھا تو اُس نے بھی جواب دیا کہ ذبیح اللہ اسمعیل تھا پھر وہ خود کہنے لگا کہ اے بادشاہ! خدا کی قسم! یہودی لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں لیکن چونکہ اسمعیل تم عرب لوگوں کا جدِ اعلیٰ ہے اس لئے ازراہ حسد اس کا انکار کر کے یہ فضیلت اسحاق کے لئے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ اُن کا جدِ اعلیٰ ہے۔

نیز ان آیات مجیدہ کی ترتیب اور ان کا نظم و نسق اسی امر کو ثابت کرتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے کیونکہ واقعہ ذبیح کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی۔ اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس جگہ ولادت کی بشارت مراد نہیں بلکہ نبوت کی بشارت مراد ہے تو یہ محض زبردستی ہے کیونکہ پہلی بشارت غلامِ حلیم کی تھی اور دوسری بشارت اسحاق نبی کی ہے اور ظاہر سیاق یہی بتاتا ہے کہ دونوں بشارتیں فرزندوں کی ولادت سے متعلق تھیں نیز دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی تو جب اللہ ابتدائے پیدائش سے ابراہیم کو اسحق سے ہونے والے پوتے یعقوب کی بشارت دے رہا تھا تو تیرہ برس کی عمر میں اسحاق کی قربانی کا حکم کس طرح دے دیا پس اس فریضے سے معلوم ہوا کہ ذبیح کا حکم اسماعیل سے متعلق تھا اور بعد والی بشارت حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت تھی نیز اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت اسحاق حضرت اسماعیل سے ۱۳ برس چھوٹے تھے۔ اور روایت سابق میں دونوں بشارتوں کے درمیان ۵ برس کا عرصہ ہونا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ ان کی عمر میں بھی پانچ برس کا فرق ہو بلکہ ۱۳ برس کی عمر میں حضرت اسمعیل کی قربانی طلب کی گئی اور بعد میں حضرت اسحاق کی ولادت ہوئی اور یہی قرین عقل ہے اور صحیح تاریخ سے حضرت اسحاق کا مکہ کی طرف آنا ثابت بھی نہیں ہے چنانچہ اصمعی سے منقول ہے میں نے ابو عمرو بن علا سے سوال کیا کہ ذبیح اللہ اسحق تھے یا اسمعیل؟ تو اس نے مجھے جواب دیا کہ تمہاری عقل کدھر گئی۔ اسحق مکہ میں آیا کب ہے؟ کیونکہ مکہ میں صرف اسمعیل ہی تھا جو تعمیر بیت اللہ میں حضرت ابراہیم کا معادن تھا اور اس میں شک نہیں کہ جاتے ذبیح مکہ ہی ہے (لہذا ذبیح اللہ اسمعیل ہی ہو سکتا ہے) رہا وہ خط جو حضرت یعقوب نے یوسف کو لکھا اور کتب سیر میں موجود ہے یا بعض احادیث میں بھی اسحق کے متعلق ذبیح اللہ کے الفاظ وارد ہیں تو اس کے جواب میں علامہ فیض کاشانی صافی میں فرماتے ہیں کہ صحیح اخبار کو بھی رو نہیں کیا جاسکتا اور ذبیح اللہ بھی یقیناً اسمعیل تھے بات یہ ہے کہ حضرت اسحق کی ولادت چونکہ حضرت اسمعیل کی اس قربانی کے بعد ہوئی۔ اور بعد میں جب ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو دل میں تمنا کی کاش میں اسمعیل کی جگہ ہوتا اور اس آزمائش میں پورا اترتا اور اسمعیل کی طرح صبر کرتا پس ثواب اور تقربِ خداوندی

میں میرا درجہ بھی وہی ہوتا تو اس کے ارادہ صادق کے ماتحت خدا نے اس کو بھی ذبیح کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

حضرت اسمعیلؑ کے ذبیح ہونے کے وجوہ

علمائے محققین نے حضرت اسمعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی چند وجوہات بیان فرمائی ہیں (۱) حضرت رسالت مآبؐ کا فرمان ہے۔ اَنَا ابْنُ الذَّبِيحِ یعنی میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ حضور سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے جد حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا ارادہ فرمایا تو مننت مانی تھی کہ خوشنودیؓ کی خاطر اپنے ایک فرزند کو قربان کر دوں گا چنانچہ جب مننت کے ادا کرنے کا وقت آیا تو ذبیح کا قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا لیکن حضرت عبد اللہ کے نہ مال نے مننت و سماجت کی کہ اس کے بدلہ میں فدیہ کے طور پر ایک سو اونٹ کو ذبیح کر کے مساکین پر ان کا گوشت تقسیم کیا جائے چنانچہ ایسا ہوا پس ایک ذبیح حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب اور دوسرے ذبیح حضرت اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام تھے (۲) یہ قربانی مکہ میں ہوئی اور مکہ میں حضرت اسمعیل علیہ السلام تھے نہ کہ اسٹیج۔

(۳) قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اسمعیل کو صادق الودع کا خطاب دیا گیا ہے نیز ان کو صفت صبر کے ساتھ یاد کیا گیا ہے وَاسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ اور یہ حضرت اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے قرینے ہیں۔

(۴) بشارتِ اسٹیج کا ذکر قربانی کے بعد ہے اور سابق و سابق آیات موزوں ہی مطلب ہے کہ قربانی کا تعلق حضرت اسمعیل سے ہو۔

بنا بریں جن روایات میں حضرت اسمعیلؑ کی قربانی اور حضرت سارہ کی مکہ میں حج کے لئے آمد کا تذکرہ ہے غالباً یہود کے حسد اور سازش کا نتیجہ ہے اور تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت اسمعیل کا حضرت اسمعیلؑ سے پانچ سال بڑا ہونا منقول ہے اور روایت کے اخیر میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت اسمعیلؑ سے بڑھا یا یہ کہ ذبیح حضرت اسمعیلؑ تھا اُس نے گویا قرآن کو جھٹلایا نیز بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے حضرت رسالت مآبؐ کے فرمان کہ اَنَا ابْنُ الذَّبِيحِ کی وضاحت منقول ہے کہ ایک ذبیح حضرت اسمعیلؑ ہیں۔ اور دوسرے حضرت عبد اللہ اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر یہ مننت مانی تھی کہ اللہ مجھے دس فرزند عطا فرمائے تو میں اُس کی خوشنودی کے لئے اُن میں سے ایک راو خدا میں قربان کر دوں گا چنانچہ اللہ نے ان کی دعا کو مستجاب فرمایا پس آپ نے اپنے دس بیٹوں کو بیت اللہ کے اندر داخل کر کے قرعہ ڈالا تو حضرت عبد اللہ کا نام نکلا اور حضرت عبدالمطلب کو تمام بیٹوں میں سے یہ زیادہ پیارا تھا پس دوبارہ قرعہ ڈالا تو حضرت عبد اللہ کا نام نکلا چنانچہ آپ نے اُس کے ذبیح کرنے کا تمہیہ کہ لیا اس پر تمام قریشیوں نے جمع ہو کر آپ کو اس فعل سے باز رہنے کی درخواست کی لیکن آپ نے نہ مانی پھر تمام ہاشمی عورتیں روتی اور چلائی ہوئی

آئیں اور آپ کی شہزادی جناب عائکہ نے بھی بڑی منت سماجت کی نیز عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالنے کی تجویز پیش کی جو آپ نے قبول فرمائی پس پہلے پہل دس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا پھر دس اونٹ مزید ملائے اور قرعہ ڈالا اسی طرح دس دس اونٹوں کا اہناذ کرتے گئے جب ایک سو اونٹ ایک طرف اور حضرت عبداللہ دوسری طرف ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا جس پر تمام قریشیوں اور بالخصوص ہاشمیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور مزید تسلی حاصل کرنے کے لئے حضرت عبدالطلب نے تین دفعہ قرعہ ڈالا اور ہر دفعہ قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ پس حضرت عبداللہ کے بھائیوں نے جلدی سے حضرت عبداللہ کو حضرت عبدالطلب کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا چنانچہ ان کے زمین پر رکھے ہوئے رخسارے پر ایک خراش بھی آئی پس ایک سو اونٹوں کو حضرت عبدالطلب نے نخر کرادیا۔ روایت کے اخیر میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر حضرت عبدالطلب جنتِ خدا نہ ہوتے کہ حضرت ابراہیم کی طرح انہوں نے بھی اپنے فرزند کو خوشنودھی پروردگار کی خاطر ذبح کرنے کا مصمم ارادہ فرمایا تو ان کے اس فعل پر حضرت رسالت مآبؐ فرزند کرتے کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ اور محمد آل محمدؐ کا ان کی نسل میں سے ہونے کی بدولت حضرت اسمعیل کو ذبح سے بچایا گیا بعینہ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ کو بھی اونٹوں کا فدیہ دے کر ذبح سے خدا نے بچالیا۔

قربان ہونے والا دنبہ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ دنبہ حجرہ وسطی کے سامنے مسجد منی کے دائیں طرف والے پہاڑ پر آسمان سے اُترا جو بہت موٹا تازہ تھا اور گذشتہ

ایک روایت میں کہہ بتیر کی جانب سے اس دنبے کا آنا مذکور ہوا ہے اور تفسیر برہان کی سابق روایت جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُس میں ہے کہ وہ دنبہ چالیس برس تک باغاتِ جنت میں چرتا رہا تھا اور وہ کسی مونث سے پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت اسمعیل کا فدیہ قرار دینے کے لئے ہی خداوند کریم نے اس کو اپنے ارادہ کن سے پیدا فرمایا تھا پس قیامت تک منیٰ میں ذبح ہونے والے جانور حضرت اسمعیل کا فدیہ ہوں گے۔

تفسیر نور الثقلین میں خضال سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ وہ کون سے چھ ذمی روح ہیں جو ماں کے شکم سے نہیں ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے حضرت اسمعیل کا فدیہ بننے والا دنبہ بھی ذکر فرمایا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ شاہِ روم نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ سات چیزیں کون ہیں جو کسی رحم سے پیدا نہیں ہوئیں۔ آپ نے فرمایا (۱) آدم (۲) حما (۳) اسمعیل کا فدیہ دنبہ (۴) سانپ جنتی (۵) کوا (۶) ناقہ صالح (۷) اہلبین اور حضرت جبریلؑ کا فدیہ پیش کرنے کے لئے جلدی پہنچنا تفسیر کی ج ۲۲۹ پر گذر چکا ہے۔

اور حضرت اسمعیل کا فدیہ بننے والے دنبے کے متعلق علماء کے اقوال میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ موٹا تازہ بکرا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ دنبہ تھا جو حضرت ہابیل نے بطور قربانی کے پیش کیا تھا جو بارگاہِ خداوندی میں درجہ قبولیت کو پہنچا اور اللہ نے اس کو جنت میں رکھا اور وہی آخر کار حضرت اسمعیل کا فدیہ بنا اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دنبہ چالیس ضریح جنت

میں رہا اور ایک خریف کئی ہزار سال کا ہوتا ہے) اور چوتھا قول یہ بھی ہے کہ یہ دنبہ نزدیک والے پہاڑ کوہ شیر سے اُتر آہٹا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نگاہ اٹھائی تو اس کو اپنے پاس کھڑا ہوا پایا پس اُس کو چھری کے نیچے لٹا کر بیٹے کو چھوڑ دیا اور اُسے گلے سے لگا کر پیار کیا اور فرمایا۔ اے فرزند عزیز میں یوں سمجھتا ہوں کہ تو آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اور ذبح کا واقعہ اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ رسی اور چھری لے کر میرے ساتھ پہاڑ کے دامن میں چلو تاکہ ککڑیاں جمع کر لائیں جب کوہ شیر کے دامن میں پہنچے تو بیٹے کو ذبح کے ارادہ سے مطلع فرمایا تو بیٹے نے عرض کی اے ابا جان! میرے ہاتھوں کو خوب باندھ دیجئے اور اپنے دامن کو سمیٹ لیجئے تاکہ میرے خون سے آلودہ نہ ہو ورنہ میری ماں اسے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے گی نیز چھری کی دھار کو بھی خوب تیز کر لیجئے تاکہ جلدی سے میں ذبح ہو سکوں کیونکہ موت ایک سخت اور مشکل چیز ہے اور مجھے ذبح کر کے جب آپ واپس تشریف لے جائیں تو میری ماں کو میری طرف سے سلام پہنچائیں اور اگر آپ چاہیں تو میری قمیص بھی ان کے حوالے کر دیں تاکہ ان کے لئے یہ چیز باعث تسلی ہو۔ اور ان کی زندگی کے بقیہ ایام اس سہارے سے اچھی طرح گذر سکیں حضرت ابراہیم نے بیٹے کی معقول باتیں سن کر جواب میں فرمایا شاہاش تم امر پروردگار کی تعمیل میں میرے بہترین معادن ہو پس آپ بچم گریاں بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر آمادہ ذبح ہوئے جب کہ حضرت اسمعیل کی آنکھیں بھی پرغم تھیں اور اُس نے عرض کی کہ اے ابا جان! مجھے منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجئے تاکہ میرے چہرے کو دیکھ کر مبادا شفقت پدری آپ کو میرے ذبح کرنے سے روک دے چنانچہ حضرت ابراہیم نے بیٹے کو منہ کے بل لٹایا اور چھری کو چلانے کا ارادہ کیا لیکن چھری اُلٹ گئی اور ندا پہنچی قَدْ صَدَّقْتَ الشُّرُوبِيَا۔ پس دنبہ ذبح ہوا اور حضرت اسمعیل بچ گئے۔ اور روایت میں ہے کہ قیامت تک جن قدر قربانیاں ہوتی رہیں گی یہ سب حضرت اسمعیل کا فدیہ ہیں (بخاری)

وَلِلَّهِ الْبَحْرَيْنِ - پیشانی کے دائیں اور بائیں کنارے کو جبیں کہا جاتا ہے گویا قبلہ رُخ کر کے آپ نے اپنے فرزند کو ایک جبیں کے بل لٹایا تھا اور مروی ہے کہ بائیں رخسارے کے بل لٹایا تھا اور چہرہ دہنے کو بھی اسی طرح لٹایا اور ذبح کیا اور اس کا گوشت مساکین پر تقسیم فرمایا تھا (مجمع)

الْبَلَاءُ الْمُبْتَلِينَ بلا کے دو معانی ہیں (۱) امتحان (۲) نعمت۔ اور اس جگہ دونوں درست ہو سکتے ہیں یعنی بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم حضرت ابراہیم اور ان کے فرزند ہر دو کے لئے سخت اور واضح امتحان تھا یا یہ کہ بدلہ میں فدیہ کو قبول کرنے میں اللہ کا ان دونوں پر واضح اور بہت بڑا انعام و احسان تھا۔

ظاہر قرآن کے اعتبار سے حضرت اسماعیل کا فدیہ وہ دنبہ یا بکرا قرار پایا جو کوہ شیر سے اُتر آیا جس کو جنت سے بھیجا گیا اور جبریل نے اس کو چھری کے نیچے لٹایا پس ذبح ہو گیا اور ذبح اور ذبح میں فرق یہ ہے ذبح اس جانور کو کہا جاتا ہے جو ذبح کیا جائے گویا وہ ذبح کے معنی میں ہے اور ذبح مصدر ہے جس کا معنی ہے ذبح کرنا۔ اور عظیم اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ ایک نبی کا فدیہ تھا اور ایسے نبی کا جس کی نسل سے حضرت خاتم الانبیاء تھے۔ اور ممکن ہے کہ

جہالت و ضخامت کے اعتبار سے اسے عظیم کہا گیا ہو کیونکہ وہ خوب مڑتا تازہ تھا اور بروایت سابق جنت کے باغات کا پروردہ تھا اور اس اعتبار سے بھی اسے عظیم کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اس کی قربانی ایک سنت جاری بن گئی پس قیامت تک کی ہونے والی قربانیاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر قرار دی گئیں لہذا گویا ایک ذبح نہیں ہوا بلکہ حضرت اسماعیل کے بدلہ میں قیامت تک قربانیوں کا ذبح عظیم کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

تفسیر نور الثقلین پر عبید اللہ بن جراح نے منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل کے بجائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواہش کی کہ کاش میں اپنے ہاتھوں اپنے بیٹے کو راہِ خدا میں ذبح کرتا اور وہ نہ اس کا فدیہ نہ بنتا اور اپنے عزیز ترین فرزند نوح جو ان کی موت کا صدمہ پھیل کر صبر کرتا اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے بلند ترین درجاتِ جنت کا مستحق ہوتا تو خداوند کریم کی طرف سے وحی ہوتی اسے ابراہیم امیری تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے محبوب ترین کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے عرض کی اسے پروردگار! تیری مخلوق میں سے تیرا حبیب محمد مصطفیٰؐ مجھے زیادہ عزیز ہے۔ پس ارشادِ خداوندی ہوا کہ تجھے وہ زیادہ محبوب ہے یا اپنی ذات؟ تو ابراہیم نے جواب دیا مجھے اپنی ذات سے بھی وہ زیادہ پیارا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تجھے اپنی اولاد زیادہ محبوب ہے یا اس کی اولاد؟ تو ابراہیم نے عرض کی کہ مجھے اپنی اولاد کی بر نسبت اس کی اولاد زیادہ محبوب ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ دشمنانِ دین کے ہاتھوں اس کی اولاد کا ظلم و ستم سے شدید ہونا تیرے لئے زیادہ تکلیف دہ ہے یا اپنی اولاد کا میری اطاعت میں اپنے ہاتھوں ذبح کرنا؟ تو ابراہیم نے عرض کی کہ اس کی اولاد کا ظلم و ستم سے دشمنوں کے ہاتھوں شدید ہونا میرے لئے اپنی اولاد کے ذبح کرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ پس ارشاد ہوا کہ ایک گروہ جو اہمیت محمد ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے اسی کے فرزند حسین کو اس کے بعد ظلم و جور سے اس طرح ذبح کریں گے جس طرح ذبح کیا جاتا ہے پس ان پر میرا غضب نازل ہوگا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم کے دل پر غم و اندوہ اس قدر مسلط ہوا کہ گریہ کو ضبط نہ کر سکے پس وحی ہوئی کہ اے ابراہیم! حسین کے بے گناہ قتل پر تیرے رونے اور گریہ کرنے کو میں نے تیرے اپنے ہاتھوں اسماعیل کو ذبح کرنے کے رنج و غم کا فدیہ قرار دیا ہے اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے اعلیٰ درجاتِ جنت میں نے تیرے لئے واجب کئے ہیں اور فدائے نبی کا بذبح عظیم کا یہی مقصد ہے۔ یہی روایت تفسیر برہان میں بسند ابن بابریہ بھی منقول ہے۔ اور ذبح عظیم کی تاویل اکثر کتب میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کو شیخ عباس قمی اعلیٰ اللہ تعالیٰ نے بھی سفینۃ البحار میں ذکر کیا ہے کہ جب ایک شے کو دوسری چیز کا فدیہ قرار دیا جاتا ہے تو مفقودی عندہ (یعنی جس کا فدیہ دیا جاتا ہے) مفقودی بد (یعنی فدیہ بننے والے) سے افضل ہوتا ہے۔ پس اگر امام حسین کو حضرت اسماعیل کا فدیہ قرار دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت اسماعیل حضرت امام حسین علیہ السلام سے افضل تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام حضرت اسماعیل کی نسل سے ہیں تو جس چیز کو حضرت اسماعیل کا فدیہ قرار دیا جائے وہ صرف حضرت اسماعیل کا فدیہ نہیں ہوگا بلکہ ان کی نسل سے ہونے والے جملہ انبیاء و اولیاء کا بھی وہی چیز فدیہ ہوگی پس حضرت

امام حسین علیہ السلام صرف حضرت اسمعیل کا فدیہ نہیں تھے بلکہ محمد وآل محمد علیہم السلام کا بھی فدیہ تھے کیونکہ اگر حضرت اسمعیل ذبح ہو جاتے تو ان سے ہونے والی یہ نسل ظاہر معرض وجود میں نہ آسکتی پس حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی اس سلسلہ ظاہرہ کا فدیہ بن گئی تو گویا امام حسین علیہ السلام جس طرح حضرت اسمعیل کا فدیہ ہوئے اسی طرح اپنے جدنا مدار اور پدر عالیقدر بلکہ پورے چہارہ معصومین علیہم السلام کے وجود مانے مقدسہ کا بھی فدیہ ہوئے پس فرد واحد کو پورے سلسلہ کا فدیہ قرار دیا گیا۔ اور سابق روایت کی رد سے حضرت ابراہیم کے امام حسین کے غم میں رونے کو حضرت اسمعیل کے غم میں رونے کا فدیہ قرار دیا گیا لیکن ایک غم کو دوسرے غم کا فدیہ کہنا مجاز ہوا کرتا ہے کیونکہ وہ بدلہ جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو درجہ اسمعیل کے غم میں رونے سے ملتا اب امام حسین کے غم میں آنسو بہانے کا درجہ اس سے زیادہ ہے اور امام حسین کی شہادت کو فدیہ قرار دینے کی صورت میں مفدی عنہ جس کا فدیہ دیا جائے حضرت اسمعیل سے لے کر حضرت قائم آل محمد علیہم السلام تک کا سارا نوری سلسلہ ہے اور مفدی بہ صرف امام حسین علیہ السلام کی ذات بابرکات ہے لہذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور پسیمیر کی اس حدیث کا معنی بھی کھل کر سامنے آ گیا۔ حَسْبُنَا مِنْ دَانِ الْحَسَنِ یعنی حسین مجھ سے ہے (نسل کے لحاظ سے) اور میں حسین سے ہوں (اس کے فدیہ بننے کے لحاظ سے)

فسخ قبل عمل جائز ہے یا نہیں؟

اس مقام پر اصولیین میں اختلاف ہے کہ آیا وقت عمل آنے سے پہلے حکم کو منسوخ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وقت عمل سے پہلے حکم کو منسوخ کرنا

جائز ہے وہ اسی مقام سے استشاد کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا جو وقت عمل سے پہلے منسوخ بھی کر دیا گیا۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ وقت عمل سے پہلے منسوخ کرنا ناجائز ہے ورنہ حکم کا مصلحت سے خالی ہونا لازم آئے گا اور یہ حکم کی شان سے بعید ہے پس اس مقام پر وہ کہتے ہیں حضرت ابراہیم کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابتدائی مقدمات کے مہیا کرنے کا ہی حکم تھا اور خواب میں انہوں نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھا تھا بیٹے کا ذبح ہونا نہیں دیکھا تھا چنانچہ اپنے فرزند کے سامنے بیان کرتے ہوئے آپ نے یہی فرمایا اِنِّیْ اَدَّیْتُ فِی الْمَسَامِ اِنِّیْ اَذْبَحُکَ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کرنا چاہتا ہوں تو بیٹے نے بھی ایسے ہی انداز سے جواب دیا فَا فَعَلَ مَا تَوَسَّرَ یعنی جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کیجئے اور میں صبر کروں گا۔ پس حکم اتنا ہی تھا کہ بیٹے کی گردن پر چھری پھیرو۔ اور باپ بیٹا دونوں تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گئے تو یہ احتمال تھا کہ اب حکم پہنچ جائے کہ بیٹے کو ذبح کر ڈالو اور حضرت ابراہیم کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے بعد حکم کی نوعیت کیا ہوگی؟ جبھی تو ان کا استقلال و عزم قابل مدح ہے ورنہ اگر باپ بیٹے دونوں پہلے سے بتایا جاتا کہ حکم پروردگار صرف گردن پر چھری پھیرنے تک ہے اس کے بعد حکم کی نوعیت کچھ اور ہوگی تو باپ اور بیٹے کی ہمت و عزم اور صبر و استقلال بے معنی ہو جاتا۔ پس اپنی طرف سے جب ذبح کرنے والا اور ہونے والا ابتدائی مراحل و مقدمات کو طے کر کے عزم و استقلال کے ساتھ اگلا قدم اٹھانے کے لئے پوری طرح تیار تھے اور حکم کے منتظر تھے تو حکم ثانی پہنچ گیا جو باپ و بیٹے دونوں کے لئے غیر متوقع تھا اور وہ یہ کہ دُوبَعِیْ کو ذبح کیا جائے اور اسماعیل کو چھری کے نیچے سے ہٹایا جائے پس جبریل

نے جلدی سے پہنچ کر چھری کو اٹھا کر دیا اور پھر دُسنے کو آگے بڑھا کر حضرت اسماعیل کو چھری کے پیچے سے کھینچ لیا پس نہ پہنچ کر
 صَدَقْتَ الرَّؤْيَا۔ یعنی جہاں تک تو نے خواب میں دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا اور اُس کی تم نے تصدیق کر دی ورنہ اگر خواب میں
 حکم ذبح کرنے کا ہوتا تو حضرت ابراہیم کا موجودہ فعل اُس کی تصدیق نہ بن سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت اسمعیل کے ذبح ہونے
 میں کوئی مصلحت نہ تھی اس لئے اسمعیل کے ذبح کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابتدائی مراحل کے طے کرنے کا حکم تھا جن کی انجام دہی کے
 بعد ان کو امتحان سے پاس ہونے کی سند دی گئی۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ میرے انبیاء میرے حکم سے سرتابی نہیں کیا کرتے۔ لہذا
 انبیاء یا اولیاء سے امتحان لینا اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کی کامیابی یا ناکامی کا علم ہو جائے بلکہ امتحان وہ شخص لیا کرتا ہے جو نتیجے
 کی خبر نہ رکھتا ہو۔ اللہ سبحانہ کو اپنی مخلوق کے ہر فرد کے متعلق روز اول سے پتہ ہے۔ پس اس کا امتحان نتیجے کی خبر حاصل کرنے کے
 لئے نہیں بلکہ اطاعت گزار اور نافرمان کو اپنی باقی مخلوق کے سامنے الگ الگ کرنے کے لئے ہوتا ہے تاکہ کوئی ناواقفیت کی
 بنا پر اشتباہ میں نہ رہے اور اس لئے بھی تاکہ مصائب و آلام میں صبر کرنے والوں کی جزا کیسی ہوتی ہے اور بے صبروں کا
 انجام کیا ہوتا ہے؟ نیز امتحان کی بدولت نیک و بد کو ایک دوسرے سے تیز دینا آسان ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر
 واضح کرنا چاہتا ہے کہ جو میرے بندے ہیں وہ میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لینے میں ذرہ بھر لپس و پیش نہیں کرتے۔ خواہ
 ان کو میرے راہ میں کس قدر مصائب و آلام کے پہاڑوں سے ٹک رہی یعنی پڑ جائے حتیٰ کہ وہ میرے حکم کے سامنے جھکتے ہوئے
 آگ کی بھٹی میں گود جانے سے نہیں گھبراتے اور نہ اپنے عزیز ترین فرزند کی گردن پر چھری پھیرنے سے وہ گریز کرتے ہیں۔ چنانچہ
 اسلام کے دعویٰ کے بعد حضرت ابراہیم و اسمعیل کا واقعہ روز روشن کی طرح عیاں ہے یعنی اسلام جس کا معنی ہے اللہ کے امر کے
 سامنے سر تسلیم خم کرنا تمام مسلمانوں کو ہر دور میں اُسوۂ ابراہیمی پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور اسی بنا پر ملت ابراہیم کو تاقیامت
 نسرخ نہیں کیا گیا۔

عَلَىٰ اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ

ابراہیم پر اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو بے شک وہ ہمارے

وَلَبَشِّرْ خٰٓءَا۔ ذریعہ اللہ

کے ذکر کے بعد حضرت

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ لَبَشِّرْهُمْ بِاَسْحٰقَ بَيِّنًا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اسحاق کی بشارت اس امر

کی دلیل ہے کہ سابق بشارت

مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے اس کو خوشخبری دی تھی کہ وہ نبی ہوگا صالحین میں سے

اسمعیل کی تھی۔ اور ذریعہ بھی

اسمعیل ہی تھا۔

بَاد كُنَّا عَلَيْكَ۔ یعنی ہم نے ابراہیم و اسحاق دونوں کو برکت عطا کی کہ حضرت عیسیٰ تک کے تمام انبیاء حضرت اسحاق کی
 نسل سے ہوئے اور محمد و آل محمد حضرت اسمعیل کی نسل سے ہیں جو حضرت ابراہیم کی ہی اولاد ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صنعت
 استخام کے طریقے پر علیہ میں ضمیر غائب کا مرجع اسمعیل ہو۔ یعنی ہم نے دونوں بھائیوں اسمعیل و اسحاق پر برکت نازل کی اور

ان دونوں کی اولاد میں سے کچھ محسن ہوں گے اور کچھ ظالم بھی ہوں گے۔

لَصَرْنَا هُمْ

رکوع نمبر ۱

نصر اور معونت میں یہ فرق ہے کہ نصر دشمنوں کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور معونت اُس سے عام ہے۔

حضرت الیاس کا ذکر

وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَ

اور اس پر ہم نے برکت برسانی اور اسحق پر بھی اور ان دونوں کی اولاد میں سے اپنی ذات کے لئے

ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مَبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ

نے کہا ہے کہ الیاس اور اہل بیت اور اہل بیت کے دو نام

محسن اور ظالم ہوئے صاف طور پر اور ہم نے احسان کیا موسیٰ و ہارون پر

وَجَنَيْنَهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۴﴾ وَنَصَرْنَهُمَا

ہیں لیکن ان کو دو ماننا زیادہ صحیح ہے اور منقول

اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی تکلیف سے نجات دی اور ہم نے ان کی مدد کی

فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَاَتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

ہے کہ حضرت الیاس حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے

ہیں وہی غالب ہوئے اور ہم نے ان کو واضح کتاب دی (تورات) تھے اور الیسع پیغمبر کے

وَهَدَيْنَهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا

چچا زاد تھے جب بنی اسرائیل میں گمراہی اور سرکشی حد سے

اور ہم نے ان کو راہ مستقیم کی ہدایت کی بڑھی تو خدا نے پیسے حرقیل پیغمبر کو بھیجا اور ان کے بعد

فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۱﴾

یہ مبعوث رسالت ہوئے جب حضرت یوشع نے

بعد والوں میں سلام موسیٰ و ہارون پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا

شام کو فتح کیا تھا تو شام کا علاقہ بنی اسرائیل کے قبائل

ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو بے شک یہ دونوں ہمارے نیک بندوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں انہوں نے تقسیم کر دیا تھا اور ان میں سے جو قبیلہ

میں سے تھے اور تحقیق الیاس رسولوں میں سے تھا

عجبک میں جا کر آباد ہوا تھا

حضرت الیاس علیہ السلام ان کی طرف رسول مبعوث ہوئے شروع شروع میں اس جگہ کے بادشاہ نے دین کو قبول کر لیا۔

لیکن بعد میں اپنی عورت کے بہکانے سے مرتد ہو گیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ پاس ہی ایک عابد کا باغ تھا اور بادشاہ کی عورت نے اُس باغ پر قبضہ کرنے کے لئے اس عابد کو قتل کر دیا اور اُس پر خود قابض ہو گئی۔ حضرت الیاس نے اُن کو اس حرکت سے روکا چنانچہ وہ باز نہ آئے تو آپ نے ان دونوں پر بددعا کی جس کے نتیجے میں وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ بادشاہ اور اس کی بیگم سے مذکورہ بالا اختلاف کے بعد آپ الیسع کو اپنا جانشین قرار دے کر خود روپوش ہو گئے۔ بادشاہ نے اُن کے قتل کے احکامات جاری کئے لیکن کافی تلاش کے باوجود وہ نزل سکے اور بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو کھانے پینے کی لذت سے بے نیاز کر دیا اور اس کو پرواز کے لئے پر عطا کئے کہ وہ ملکوتی انسان ہے اور خداوند کریم نے اس بادشاہ پر ایک دشمن حملہ آور کو مسلط کر دیا کہ بادشاہ اور اُس کی بیگم دونوں اصل جہنم ہو گئے پس اللہ نے الیسع کو عہدہ رسالت عطا فرمایا اور بنو اسرائیل اس پر ایمان لائے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ الیاس خشکی و جنگلات میں اور حضور دریاؤں میں رہتا ہے اور سالانہ حج کے موقع پر بمقام عرفات دونوں کی ملاقات ہوتی ہے اَنْدَعُونَ بَعْلًا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ سرنے کا بنا ہوا ایک بُت تھا اور وہ اس کی پوجا کرتے تھے اور کہتے ہیں میں کی

زبان میں سردار اور رب پر بعل کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے بت کو بعل سے تعبیر کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل حضرت الیاس کا دوسرا نام ہے۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ الْاَتَّقُونَ ﴿۱۲۵﴾ اَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ

جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور چھوڑتے ہو اس کو جو بہتر

اَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۶﴾ اَللّٰهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اَبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ

سیرا کرنے والا ہے اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے مقدر ہیں باپ دادوں کا بھی رب ہے

فَكَذَّبُوهُ فَاِنَّهُمْ لَمَحْضُرُونَ ﴿۱۲۸﴾ الْاَعْبَادَ اللّٰهِ

تو انہوں نے اس کو جھٹلایا پس وہ حاضر کئے جائیں گے (قیامت میں) سوائے اللہ کے نیک بندوں کے (کہ

الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۲۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۱۳۰﴾

وہ ایمان لائے اور نہ جھٹلایا) اور ہم نے اس کا ذکر خیر بعد والوں میں باقی رکھا

تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب انس سے منقول ہے ایک دفعہ حضرت نبی اکرمؐ مہاڑ پر تشریف لے گئے تو پہاڑ کی چوٹی پر کوئی شخص دعا مانگ رہا تھا۔ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اُمَّةِ الْمَرْحُوْمَةِ الْمَغْفُوْرَةِ راسے اللہ مجھے اُمتِ مرحومہ مغفورہ میں داخل فرما، حضورؐ وہاں پہنچے تو ایک سفید ریش دراز قد انسان دیکھا جس نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے معاف کیا اور عرض کی کہ میں سال بھر میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا ہوں اور ابھی میرے کھانے کا وقت ہے چنانچہ اچانک اسی وقت آسمان سے ایک دسترخوان اُترا اور حضورؐ نے اس کے ساتھ مل کر تناول فرمایا اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت الیاسؑ پیغمبر تھے۔

رالِ یٰسین۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ یسین چونکہ حضور نبی اکرم کا نام ہے لہذا آل یسین سے مراد آل محمد ہیں۔ اور آمد اہل بیت سے اس معنی میں احادیث بکثرت وارد ہیں کہ اس جگہ مراد آل محمد ہی ہیں۔ اور اسی بنا پر قرآن مجید میں آل یسین کی قرأت بھی پڑھی گئی ہے اور آل کا یسین سے الگ تحریر ہونا اسی امر کی دلیل ہے ورنہ اگر الیا سین ہوتا تو لام اور یا کو ملا کر لکھا جاتا۔ اور جو لوگ الیا سین پڑھتے ہیں وہ

کوتے ہیں کہ اس سے مراد الیا سین اور اس کی اُمت ہے جو ان پر ایمان لائی تھی جس طرح مَلَب اور اس کے قبیلہ کو جمع کے طور پر مہلبین پڑھا جاتا ہے۔

سَلَّمَ عَلٰی آلِ یسین ﴿۱۳۱﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۲﴾

سلام آل یسین پر ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَاِنَّ لُوٓطًا لِّمِنِ

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور تحقیق لوط رسولوں میں سے

الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۴﴾ اِذْ نَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ اَجْمَعِينَ ﴿۱۳۵﴾ اِلَّا

تھا جب کہ ہم نے اس کو اور اس کے تمام خاندان کو نجات دی سوائے

عَجُوْنًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۱۳۶﴾ ثُمَّ دَهَرْنَا الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

ایک بڑھیا کے جو باقی رہ جانوالوں میں تھی پھر ہم نے ہلاک کر دیا باقی رہنے والوں کو

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَبِاللَّيْلِ

اور تحقیق تم لوگ گزرتے ہو ان کے (مقامات) سے دن اور رات کو

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

تو کیا پس تم عقل نہیں رکھتے؟ اور تحقیق یونس رسولوں میں سے تھا

اِذَا بَقِيَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۱﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ

جب کہ بھاگا کشتی کی طرف جو پُر ہو چکی تھی پس شریکِ قرعہ ہوا

حضرت یونس کا ذکر

تفسیر عیاشی سے منقول

ہے حضرت رسالت مآب

نے فرمایا کہ حضرت یونس بن مثنیٰ تیس برس کی عمر میں معبوث برسالت ہوئے اور تینتیس برس مسلسل تبلیغ کرنے کے باوجود دو آدمیوں کے علاوہ کوئی بھی اُن پر ایمان نہ لایا حالانکہ وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھے۔ آپ کے مزاج میں تیزی زیادہ تھی اور حوصلہ بہت کم تھا۔ اکثر روایات میں ہے کہ علاقہ موصل میں مقام نبینویٰ میں آپ کی سکونت تھی لیکن تحقیقات الدرر

میں فلسطین میں آپ کا سبوت ہونا منقول ہے ہر کیفیت ایمان لانے والوں میں سے ایک عالم تھا جس کا نام تنوخا یا لیجا تھا اور دو سرا عابد تھا جس کا نام روبیل منقول ہے۔ ۳۳ برس کی تبلیغ کے بعد جب نتیجہ حوصلہ افزا نہ نکلا تو عابد کے مشورہ سے بدعا کی حالانکہ عالم ساتھی ایسا کرنے سے ان کو روکتا رہا اللہ نے عذاب بھیجے کا وعدہ کیا تو آپ عابد ساتھی کو ہمراہ لے کر چل دئے لیکن عذاب کے آثار جزئی

مِنَ الْمُدْحِضِينَ ﴿۱۴۲﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

تو ہو گیا کرنے والوں میں سے پس اس کو مچھلی نے نگل لیا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا تھا

فَلَوْلَا اِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۴﴾ لَلْبَثُ فِي بَطْنِهِ

پس اگر نہ ہوتا وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تو ٹھہرا رہتا اس کے پیٹ میں

اِلَى يَوْمٍ يَبْعَثُونَ ﴿۱۴۵﴾ فَبَدَّنَا بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۶﴾

قیامت کے دن تک پس ہم نے اس کو ڈال دیا چٹیل جگہ میں کہ وہ بیمار تھا

وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجْرَةً مِّنْ لَّقِطِينَ ﴿۱۴۷﴾ وَاَرْسَلْنَاهُ اِلَى مِائَةِ اَلْفٍ

اور ہم نے اگا دیا اس پر ایک کدو کا پودا اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا

اَوْزِيدُونَ ﴿۱۴۸﴾ فَاَمْنُوْا فَمِنْهُمْ اِلَى حِينٍ ﴿۱۴۹﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

اس سے بھی زیادہ قوم کی طرف پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک پس ان سے پوچھو

تھا کہ شہر والے کیسے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ یونس کی بد دعا سے عذاب آپکا تھا لیکن قوم نے توبہ کر لی جس کی وجہ سے عذاب ٹل گیا ہے۔ اب لوگ یونس کو ڈھونڈ رہے ہیں تاکہ اس سے معافی مانگیں۔ پس آپ بجائے شہر میں آنے کے دوسری طرف چلے گئے اور کنارہ دریا پر پہنچے پس تیار کشتی پر سوار ہوئے جو مال اور ساریوں سے پُر تھی۔ جب وسط دریا میں پہنچی تو ایک بڑی مچھلی نے سر نکالا حضرت یونس ڈر کر دوسری طرف جا بیٹھے تو مچھلی بھی اسی طرف آگئی۔ ملاحوں نے دیکھا تو کشتی کی غرقابی کا انہیں خطرہ لاحق ہوا۔ کہنے لگے ہم میں سے کوئی آدمی اپنے آقا سے بھاگا جا رہا ہے جب تک اس کو دریا میں نہ ڈالا جائے یہ مچھلی بچھا نہیں چھوڑے گی۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو یونس کا نام نکلا پس آپ نے دریا میں پھلانگ لگا دی۔ اور مچھلی نے منہ کھول کر ان کو اپنے اندر کر لیا۔

کتاب خصال سے منقول ہے ایک یہودی نے ایک دفعہ حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ کونسا قیدی خانہ

ہے جو قیدی کو لے کر سیر کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت یونسؑ والی مچھلی ہے۔

نیز ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا تھا وہ کونسا ذی روح ہے جو دوسرے ذی روح سے نکلا لیکن دونوں کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حضرت یونسؑ ہیں جو مچھلی کے شکم سے نکلے حالانکہ آپس میں رشتہ نہیں تھا۔

حضرت یونسؑ کے مچھلی کے شکم میں رہنے کا عرصہ ۴۰، ۳۰ اور ۴۰ دن باختلاف اقوال بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے چار ہفتے کی کل درمیانی مدت منقول ہے۔ آپ نے فرمایا

۱۵ اشوال بروز بدھ اُن کی قوم پر عذاب آیا اور اُن کی توبہ سے وہ اسی دن ٹل بھی گیا پھر حجرات کے دن آپ والیں پلٹے۔ اور

سمندر یا دریا کے کنارے تک جاتے ہوئے اُن کو ایک ہفتہ لگا پھر ایک ہفتہ مچھلی کے پیٹ میں اور ایک ہفتہ کدو کے

سایہ میں حبس مچھلی نے باذن پروردگار اُن کو باہر بھینکا اور پھر ایک ہفتہ وہاں سے اپنی بستی تک پہنچنے میں گویا کل اٹھائیس دن

کے وقفہ کے بعد آپ دوبارہ اپنی قوم میں تشریف لائے۔ مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہودی کے جواب

میں فرمایا کہ مچھلی نے حضرت یونسؑ کو بحر قلزم بحر مصر اور بحر طبرستان کی سیر کرانے کے بعد دریائے دجلہ کا رخ کیا اور زمین کے

نیچے ایسی جگہ سے گزری جہاں قارون زمین دوز ہو کر زیر عذاب تھا۔ اُس نے حضرت یونسؑ کی آواز تسبیح سُن کر اپنے موکل فرشتے

سے کچھ مہلت مانگی جو اُسے باذن پروردگار روزانہ قدام کے برابر نیچے کی طرف دھیکلتا جا رہا تھا پس فرشتے نے اس کو مہلت

دی تو قارون نے پوچھا تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا میں یونس بن متی ہوں۔ قارون نے موسیٰ و ہارون اور کلثومؑ جو اس کی طرف

منسوب تھی کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ سب مرچکے ہیں تو ان کے ارمان میں قارون نے سرد آہ کھینچی جس کی

بدولت اس سے دنیا کا عذاب رفع ہو گیا۔ اور اس حدیث کے آخر میں یونسؑ کا مچھلی کے شکم میں کل نو گھنٹے رہنا مذکور ہے

پھر کیف مچھلی نے دریا کے کنارے پر اُن کو اگل دیا۔ چونکہ آپ کا چمڑا اور گوشت ختم ہو چکا تھا پس خدا نے اُن کے لئے ایک کدو

کا پودا پیدا کر دیا تھا جس کے سائے میں آپ دھوپ کی تکلیف سے بچ گئے اور رفتہ رفتہ ان کا گوشت پوست اپنی صحیح

حالت پر آ گیا۔ خداوند کریم نے کدو کی جڑ پر ایک کیڑا مسلط کر دیا جس نے جڑ کو کاٹا اور پودا خشک ہونے لگا تو حضرت یونسؑ

رجحیدہ ہوئے۔ پس وحی پروردگار ہوئی کہ اس پودے پر تمہاری محنت کوئی نہیں ہوئی اور اس کے گلگانے پر غمزدہ ہو رہے ہو

تو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں پر عذاب کی بددعا کرنے سے غمزدہ کیوں نہ ہوئے اب وہ سب مومن ہو چکے ہیں لہذا دوبارہ

جاؤ اور ان کو احکام دینیہ سکھاؤ چونکہ آپ کو واپس جانے پر شرم مانع تھا۔ اس لئے ایک چرواہے سے فرمایا کہ میں یونسؑ

ہوں تم جا کر میری قوم کو اطلاع دینا کہ مجھے لے جائیں۔ اُس چرواہے نے یہ کہہ کر آپ کی بات ٹھکرا دی کہ وہ تو دریا میں غرق

ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے ریوڑ کی بکری اگر میرے حق میں شہادت دے دے تو مان لو گے کہ میں ہی وہی یونسؑ ہوں

چنانچہ بکری کی شہادت کے بعد جب اُس چرواہے نے اپنی قوم کو اطلاع دی تو انہوں نے بھی اس کی نہ مانی جب تک کہ

بکری سے گواہی نہ حاصل کر لی۔ پس وہ سب جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عزت و احترام سے آپ کو

اپنی بستی میں لے گئے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مچھلی کے شکم سے باہر آنے کے بعد جس قوم کی طرف بھیجے گئے وہی پہلی قوم تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری قوم تھی۔ حضرت یونس کا ذکر سورہ یونس کی تفسیر میں ج ۷ ص ۱۸ پر بھی گذر چکا ہے۔

الرَّبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٥٠﴾ اَمْخَلَقْنَا الْمَلَكَةَ

کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو مؤنث

اِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿١٥١﴾ اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكَهٍ لِّقَوْلٍ ﴿١٥٢﴾

بنایا اور حالیکہ وہ دیبچہ رہتے تھے؟ آگاہ ہو وہ اپنے بھناک کی بنا پر کہتے ہیں کہ

وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿١٥٣﴾ اَصْطَفٰى الْبَنَاتِ عَلٰى

اللہ کی اولاد ہے حالانکہ وہ بالکل جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیا بیٹیوں کو بیٹیوں کی

الْبَنِيْنَ ﴿١٥٤﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٥﴾ اَفَلَا

بجائے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا سوچتے نہیں

تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٦﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٧﴾ فَاْتُوا

سو؟ یا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے تو لاؤ وہ

بِكْتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَ

کتاب (جس میں کوئی دلیل ہے) اگر تم سچے ہو اور انہوں نے بنا لیا اللہ اور جن

بَيْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٩﴾

کے درمیان رشتہ حالانکہ جن جانتے ہیں کہ ان کو بھی حاضر کیا جاوے گا

الرَّبِّكَ۔ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان آیات میں ان کی تردید ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(۱) زندق اور بے دین لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ اور

شیطان جو قوم جن سے ہے دونو بھائی ہیں۔ نور خیر اور

نفع مند چیزوں کا خالق اللہ ہے۔ اور ظلمت شر اور

نقصان وہ چیزوں کا خالق شیطان ہے۔

(۲) مشرکین مکہ نے چونکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تجویز

کیا تھا پس فرشتوں کو آنکھوں سے اوجھل ہونے کی بنا پر جن کا گیا ہے کیونکہ

جن کا اصل معنی ہے نظر نہ آنے والی چیز۔

(۳) جن لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی گویا انہوں نے شیطان کو اللہ کے برابر سمجھ لیا اور اللہ اور اس کے درمیان معبود ہونے کا رشتہ بنا لیا۔ بہر کیف جو قول بھی ہو خدا نے اس کی پُر زور تردید فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی تنبیہ کی ہے کہ جن چیزوں کو تم

اللہ کا رشتہ دار سمجھتے ہو خواہ فرشتے ہوں یا جن یہ سب میرے پاس بروز عشر حاضر کئے جائیں گے۔

فَاتَّكُمُ - مشرکین کو

خطاب ہے کہ تم لوگ اور

تمہارے معبود مل کر بھی اللہ

کے خلاف کسی کو فتنہ اور

گمراہی میں نہیں ڈال سکتے

سوائے ان کے جو دوزخ کا

ایندھن بن چکے ہیں۔

وَمَا مَنَّا - یہ ملائکہ کا

قول ہے یا یہ کہ چہرہ لے

سنوڑ کر خبر دی کہ ہم میں سے

ہر ایک کا مقام معین اور

معلوم ہے کہ اس سے تجاوز

نہیں کیا جاسکتا۔

تفسیر برہان میں حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام

سے مروی ہے کہ آل محمدؑ

کے اوصیا اور آئمہ کے متعلق

یہ آیات ہیں۔

چنانچہ آپ نے راوی

حدیث شباب سے فرمایا

يَا شُهَابُ نَحْنُ نَجْرَةُ

النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنُ

الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ

كُنَّا أَنْوَادًا مُمُوفًا حَوْلَ

الْعَرْشِ لَسَبِّحَ اللَّهُ فَتَبَّحَ

الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِنَا إِلَى

سُبْحَانَ اللَّهِ عِبَادًا يُصِفُونَ ﴿١٤٠﴾ الْإِعْبَادَ لِلَّهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿١٤١﴾

پاکہ ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں مگر اللہ کے خالص بندے (اس طرح نہیں کہتے)

فَاتَّكُمُ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٤٢﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِيئِينَ ﴿١٤٣﴾

پس تم اور جس کی تم عبادت کرتے ہو نہیں تم اللہ کے متعلق فتنہ و گمراہی ڈال سکتے

الَّذِينَ هُمْ عَصَا الْجَحِيمِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ

مقام مگر ان لوگوں پر جو جہنم کا ایندھن ہیں اور ہم میں جو بھی ہے اس کا اپنا

مَعْلُومٌ ﴿١٤٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿١٤٦﴾ وَإِنَّا

معلوم ہے اور ہم ہی صاف بہتہ ہیں (اس کی عبادت میں) اور ہم ہی

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٤٦﴾ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٤٨﴾

تسبیح گزار ہیں اور تحقیق (اہل مکہ) کہتے ہیں

لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٤٩﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ

اگر ہمارے پاس علم ہوتا پہلے لوگوں کے متعلق تو ضرور ہم اللہ کے خالص

الْمُخْلِصِينَ ﴿١٥٠﴾ فَكْفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ وَ

بندے ہوتے (تو جب علم آیا تو ان کے ذریعے) تو اس کا کفر کرنا یا پس عنقریب جان لیں گے (انجام اس کا) اور

لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَاتُنَا الْعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٥٢﴾ إِنَّهُمْ

تحقیق سے پہلے ہماری بات اپنے رسول بندوں کے لئے کہ تحقیق وہ

الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَنَحْنُ عَمْدُ اللَّهِ وَذِمَّتُهُ وَنَحْنُ وَكَالِ اللَّهِ وَحُجَّتُهُ

كُنَّا أَنْوَادًا مُمُوفًا حَوْلَ الْعَرْشِ لَسَبِّحَ اللَّهُ فَتَبَّحَ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِنَا إِلَى أَنْ هَبَطْنَا

الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَنَحْنُ عَمْدُ اللَّهِ وَذِمَّتُهُ وَنَحْنُ وَكَالِ اللَّهِ وَحُجَّتُهُ

كُنَّا أَنْوَادًا مُمُوفًا حَوْلَ الْعَرْشِ لَسَبِّحَ اللَّهُ فَتَبَّحَ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِنَا إِلَى أَنْ هَبَطْنَا

الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَنَحْنُ عَمْدُ اللَّهِ وَذِمَّتُهُ وَنَحْنُ وَكَالِ اللَّهِ وَحُجَّتُهُ

كُنَّا أَنْوَادًا مُمُوفًا حَوْلَ الْعَرْشِ لَسَبِّحَ اللَّهُ فَتَبَّحَ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِنَا إِلَى أَنْ هَبَطْنَا

إِلَى الْأَرْضِ فَنَنْصُرُهُمْ وَأَسْبَحُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمَسْخُوفُونَ ﴿۱۷۲﴾ ترجمہ ہے شباب ہم نبوت کا درخت رسالت کی کان اور فرشتوں کی آماجگاہ ہیں۔ ہم اللہ کا عہد و ذمہ اور ہم اللہ کی امانت و حجت ہیں۔ ہم

حالت انوار میں عرش کے

لَهُمُ الْمَنُصُورُونَ ﴿۱۷۳﴾ وَإِنَّا جُنْدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۱۷۴﴾

ہی منصور ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا

گرد و صفت بسترہ اللہ کی

تبیح کرتے تھے پس ہماری

تبیح کو سن کر فرشتوں نے

تبیح کی پھر زمین پر آئے تو

زمین والوں نے ہماری تبیح

کو سن کر تبیح جاری کی۔ پس

ہم ہی صفت بسترہ عبادت گزار

ہیں اور ہم ہی اس کے تبیح

کرنے والے ہیں اس کے

بعد آپ نے فرمایا جس نے

ہمارے ساتھ وفا کی تو اس

نے اللہ کے عہد کی وفا کی اور

جس نے ہمارے ساتھ وفائے

کی اس نے اللہ کے عہد و

ذمہ کو ٹھکرا دیا۔ اور اس

معنی کی امداد کتب امیہ

میں بکثرت موجود ہیں۔ پس

اگر ان کا ظاہر فرشتوں کا مقولہ

قرار دیا جائے تو اس کا باطن

اللہ ظاہرین علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

وَإِن كَانُوا مِنَّا كَاثِرُونَ ﴿۱۷۵﴾

یہ ان کا مخفف ہے اور مشرکین کا قول نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر گذشتگان کے مشقت

ہمیں معلوم ہوتا اور ہمارے پاس کتاب آتی تو ہم خالص عبادت گزار ہوتے (ذکر سے مراد کتاب لی گئی ہے) پس جب

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۵﴾ وَأَبْرَهُمْ فَسَوْفَ

پس ان سے روگردانی کر دو ایک وقت تک کے لئے اور ان کو مہلت دو پس عنقریب

يَبْصُرُونَ ﴿۱۷۶﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۷۷﴾ فَاِذَا

دیکھ لیں گے کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی چاہتے ہیں؟ پس جب (ہمارا عذاب)

نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِينَ ﴿۱۷۸﴾ وَقَوْلٌ

ان کے صحن میں نازل ہوگا تو جن کو ڈرایا گیا ہے ان کی صبح بری ہوگی اور ان سے

عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۹﴾ وَأَبْرَهُمْ فَسَوْفَ يَبْصُرُونَ ﴿۱۸۰﴾

روگردانی کر لو ایک وقت تک کے لئے اور مہلت دو پس عنقریب دیکھ لیں گے

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۸۱﴾ وَسَلَامٌ

پاک ہے تیرا رب وہ رب جو عزت کا مالک ہے ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام

عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۲﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۳﴾

رسولوں پر اور حمد اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے

رسولوں پر اور حمد اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے

اللہ ظاہرین علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

وَإِن كَانُوا مِنَّا كَاثِرُونَ ﴿۱۷۵﴾ یہ ان کا مخفف ہے اور مشرکین کا قول نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر گذشتگان کے مشقت

ہمیں معلوم ہوتا اور ہمارے پاس کتاب آتی تو ہم خالص عبادت گزار ہوتے (ذکر سے مراد کتاب لی گئی ہے) پس جب

وہ ذکر کتاب قرآن مجید آیا تو وہ انکار پر اتر آئے اور ضد پر اڑ گئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ - حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ رسولوں کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ آخر کار فتح حق کی ہوگی لہذا ان کی باتوں سے درگزر کیجئے اور وقت کا انتظار کیجئے نتیجہ جوب سامنے آئے گا تو سب دیکھ لیں گے اور عذاب مانگنے والے بھی اپنا اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ ان کی باتوں سے دوبارہ درگزر کرنے اور ان کو ٹالنے کی تاکید کی گئی ہے (تَوَلَّوْا عَنْهُمْ) درگزر کرو۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ - الخ - تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ جو شخص بروز قیامت اپنے میزان کو وزنی دیکھنا چاہے تو اسے ہر مجلس میں اختتام کلام پر سُبْحَانَ رَبِّكَ تا آخر یہ آیت قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء صبح سوا آٹھ بجے بروز جمعرات مطابق ۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ سورہ صفات کی تفسیر سے فارغ ہوا ہوں

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

سُورَةُ ص

یہ سورہ مکہ ہے۔ آیات کی تعداد بسم اللہ کے ساتھ ۸۹ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے حضور نے فرمایا جو شخص اس کو پڑھے گا حضرت داؤد کے لئے مسخر ہونے والے پہاڑوں کے برابر وزنی نیکیاں اس کے نام اعمال میں درج ہوں گی اور اس کی برکت سے خدا اس کو ہر گناہ و صغیرہ و کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کو دنیا و آخرت میں وہ جزائے خیر دی جائے گی جو انسانوں میں سے سوائے نبی مرسل کے اور کسی کے لئے نہیں ہوگی۔ اور خدا اس کو داخل جنت فرمائے گا۔ اور اس کے ازا و خاندان اور غلاموں میں سے بھی جس کو اس سے محبت ہوگی خدا ان کو جنت میں داخل کرے گا۔

خواص قرآن سے ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو لکھ کر کسی حاکم و والی کے نیچے رکھے گا تو اس کی حکومت و ولایت تین دن سے زیادہ قائم نہ رہے گی پس لوگوں میں اس کے عیوب مشہور ہوں گے اور عوام اس سے متنفر ہو جائیں گے پس وہ معزول ہو جائے گا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اسکو لکھ کر شیشے کے برتن میں محفوظ کر کے قاضی یا والی کی جگہ پر رکھنے سے اسکی ولایت جلد ختم ہوگی اور اللہ کے حکم سے وہ ننگہ دستی اور سختی میں مبتلا ہوگا۔ (البرهان)

رکوع نمبر ۱

شان نزول - تفسیر مجمع البیان میں ہے اشراوت قریش میں سے پچیس آدمی جن میں سب کا بزرگ

ولید بن مغیرہ اور اس کے علاوہ ابو جہل، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیع، شیبہ بن ربیع، اور نصر بن حارث بھی تھے۔ یہ سب حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں لہذا ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان آضری فیصلہ کریں تاکہ نیت نیت کے جھگڑوں سے گلو خلاصی ہو جائے کیونکہ وہ ہمیں پاگل سمجھتا ہے اور ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے۔ آپ نے نبی اکرم کو بلایا اور عرض کی کہ یہ تیری قوم کے سربراہ اور وہ افراد کچھ کہنے کو آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو بات چاہتے ہیں بے شک کہہ دیں تو انہوں نے کہا ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تو ہمیں ہمارے خداؤں کے ساتھ چھوڑ دے اور ہم تجھے تیرے خدا کے ساتھ چھوڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے صرف ایک ہی بات چاہتا ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں، کہ اس کے بعد تم عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے۔ ابو جہل نے بات بناتے ہوئے کہا واہ وا تیرے باپ کا بھلا ہو ایک چھوٹی سی قوم تو اس جیسی دس ماننے کو تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا صرف اتنا کہہ دو لا اِلهَ اِلَّا اللهُ۔ یہ سنتے ہی سب کے سب فرزاً اٹھ کھڑے ہوئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ۲ بِلِ الذِّیْنَ کَفَرُوا فِی

ص صاحب ذکر قرآن کی قسم (کتنی آگیا) بکہ جو لوگ کافر ہیں تکبر اور بدبختی میں ہیں

عِزَّةٍ وَشِقَاقِ ۳ کَمَا هَلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادُوا

کس قدر ہلاک کہیں ہم نے ان سے پہلے آئیں کہ نہ رہا

وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصِ ۴ وَجَبُوا اَنْ جَاءَهُمْ

ان کے لئے وقت معافی اور ان کو تعجب ہے کہ ان کے

رکھ دیا جائے تو میں اس کلمہ کو ترک نہ کروں گا بلکہ اس کو نافذ کر کے دم لوں گا اور اپنے من کی خاطر خون کا آخری قطرہ بہا دیتے کے لئے بھی میں تیار ہوں تو ابوطالب نے جواب دیا بے شک آپ اپنے کام کو جاری رکھئے میں کسی قیمت پر آپ کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں۔

حق۔ بعض کہتے ہیں سورہ کا نام ہے لہذا ابتدا محذوف کی خبر ہے اور بعض کے نزدیک اللہ کے اسماء میں سے ہے اور مقسم واقع ہوا ہے پس حرف مقم محذوف ہے۔

اور منہ سے بڑبڑاتے ہوئے چلنے کہ اجعل الالهة الہما واحدا یعنی کیا اس نے سب خداؤں کا ایک خدا بنا لیا؟ ان کی بیوہ گوئی سے حضور کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور فرمایا۔ اے چچا جان! اگر سورج کو اتار کر میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی

وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ۔ اس قسم کے جواب کے متعلق چند اقوال ہیں۔ (۱) اس کا جواب محذوف ہے یعنی قرآن کی قسم حق آگیا (۲) صِدْق کا مخفف ہے اور جواب قسم مقدم ہے۔ یعنی قرآن کی قسم اس کو لانے والا محسوس ہے۔ (۳) کہ آهَلَكْنَا اس کا جواب ہے۔ لام محذوف ہے۔

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ لات کے متعلق دو قول ہیں (۱) تاکلمے کا جزو ہے اور لات لیس کے معنی میں ہے (۲) لاء حرف نفی ہے اور تاحین پر داخل ہے۔ اور زائدہ ہے اور اس کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ حِيْنَ مَنَاصٍ لاکے خبر منصوب ہے اور اس کا اسم "وقت" محذوف ہے اور دوسری ترکیب یہ کی گئی ہے کہ حِيْنَ مَنَاصٍ کو لاکا اسم قرار دیا گیا ہے۔ اور خبر محذوف ہے یعنی لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ لَهْمُ۔

تنبیہ۔ سیبویہ کے

نزویک لامشاہ ہے۔ لیس کے

اوتار تانینٹ اس پر

اس طرح زائد ہے جس طرح

رَبِّ اور رَبِّتْ پر بڑھائی جاتی

ہے رَبِّتْ نُمَّتْ اور

اس زیادتی کی وجہ سے اس

کے دو حکم مخصوص ہیں (۱)

لفظ حین کے ساتھ مخصوص

ہے (۲) ہمیشہ اس کے

اسم و خبر میں سے ایک مذکور

مَذَرْنَهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هٰذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۝۵

ڈرنے والا ان ہی سے ہے اور کافروں نے کہا یہ تو جادوگر بھڑٹا ہے

اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰمًا وَاِحْدًا اِنَّ هٰذَا الشَّيْءُ عَجَابٌ ۝۶

کیا اس نے بہت سے خداؤں کا ایک بنا دیا؟ تعجب یہ قابل تعجب چیز ہے

وَاَنْطَلَقَ الْمَلَاۤئِكَةُ مِنْ اَمَشُوۤا وَاَصْبَرُوۤا عَلٰۤی الْهَيْتِكُمْ

اور ان میں سے سردار اٹھ کھڑے ہوئے (یہ کہتے ہوئے) کہ چلا اور ڈٹے رہو اپنے خداؤں پر اس

اِنَّ هٰذَا الشَّيْءُ يَرَادُ ۝۷ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْبِلَدِ الْاٰخِرَةِ

کی کوئی سوچ سچی ہوئی سیکم ہے یہ بات تو ہم نے دوسری کسی ملت میں بھی نہیں سنی

ہوگی اور دوسری محذوف ہوگی۔

الْبِلَدِ الْاٰخِرَةِ۔ اس سے مراد یا تو نصاریٰ ہیں کیونکہ یہی آخری امت ہیں۔ اور ان کے نزدیک توحید نہیں تھی کیونکہ وہ

تسلیمت کے قائل تھے اور ممکن ہے اس سے مراد اقوام عالم میں سے کوئی سی امت ہو کیوں کہ اس زمانہ میں توحید کے علمبردار حضورؐ

ہی تھے اور ممکن ہے ملت آخرہ سے ان کی مراد اپنے باپ و ادا کا طریقہ ہو۔

اِخْتِلَافٌ۔ یعنی پوری انسانی سوسائٹی میں یہ عقیدہ کہیں بھی نہیں ہے کہ متعدد خداؤں کا مرسوم عبادتی طریقہ چھوڑ کر صرف

ایک خدا کی ہی عبادت کی جائے بلکہ یہ صرف انہی کی اپنی ایجاد ہے۔

عَاۤسُوۤا۔ عوام الناس کو گراہی پر ثابت قدم رکھنے کے لئے مٹرزبان کو ان کے سادہ اذہان کے مطابق پیش کیا کہ

اگر اس کا پیش کردہ عقیدہ اور طریقہ خدا کی جانب سے ہوتا اور یہ قرآن بھی اسی کا کلام ہوتا تو کیا خدا کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی بندہ اس قابل نہیں تھا کہ یہ عہدہ اس کو دیا جاتا کیونکہ نہ تو یہ ہم سے عمر میں زیادہ ہے۔ اور نہ شرف و شان میں ہم سے اس کو کوئی امتیاز ہی حیثیت حاصل ہے۔

أَمْرٌ عِنْدَهُمْ - اُن کے

إِنْ هَذَا الْاِخْتِلَاقُ ۝۹ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرَ مِنْ بَيْنِنَا

شبہ کا جواب ہے کہ جس کو عوام الناس شان و شرف کا مالک سمجھتے ہوں ضروری نہیں کہ اسی کو ہی خدا عہدہ رسالت و نبوت عطا فرمائے

یہ تو مومن من گھڑت منصوبہ ہے کیا بھلا ہم سب کو چھوڑ کر اس پر خدا ان آگیا؟

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَدُوُّ قَوَاعِدَابِ ۝۱۰

رسالت و نبوت عطا فرمائے کیونکہ اللہ کی جانب سے ہدایت خلق کا عہدہ لوگوں کی امنگوں اور خواہشوں کے تابع نہیں ہوتا بلکہ وہ جس کا انتخاب کرے وہی درست ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت و نبوت رسالت کی تقسیم کے ٹھیکیدار

گویا ان کو ہمارے ذکر (قرآن) میں شک ہے کیونکہ ابھی تک میرا عذاب نہیں چکھا

أَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝۱۱

تابع نہیں ہوتا بلکہ وہ جس کا انتخاب کرے وہی درست ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت و نبوت رسالت کی تقسیم کے ٹھیکیدار

کیا ان کے پاس تیرے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب بگٹنے والا ہے

أَمْ لَهُمْ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا

رسالت کی تقسیم کے ٹھیکیدار ہیں کہ ان کی منشاء کے مطابق ہی بنی ہو۔ اور بعینہ اسی دلیل کی رو سے مذہب شیعہ میں امام کا انتخاب اور رسول اللہ کے جانشین کا چناؤ بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ جس کو چاہے نامزد کرے پس وہی صحیح خلیفہ رسول ہوگا۔

كِيَانِ اُنْ كَيْ لَيْحِ اَسْمَانِ اَوْرِ اَرْضِ كَيْ اَمْلِكُ هِي اَوْرُوهُ جَوَانِ كَيْ دَرْمِيَانِ هِي ۛ لَيْسِ اَوْرُو اَوْرُو جَوَانِ

فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۲ جَنْدًا مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۳

جنت و عتقا یہ ما زائدہ ہے اور ہنالك اشارہ بعید کے لئے ہے اور ہنالك اور ہنالك قریب متوسط اور بعید کے لئے ہوتے ہیں جس طرح ذاک اور ذالک ہیں۔ پس ہنالك کا متعلق ثابت صفت ہے جند کی اور مہزوم جند کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو صرف بجز صادق آئی۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم لوط حضرت لوط کو قوم عاد حضرت ہود کو قوم فرعون حضرت موسیٰ کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبراہٹیں نہیں۔

اسباب کے ذریعے یہاں عنق لشکروں سے ملی ہوئی فرج شکست خورہ ہوگی

ہیں کہ ان کی منشاء کے مطابق ہی بنی ہو۔ اور بعینہ اسی دلیل کی رو سے مذہب شیعہ میں امام کا انتخاب اور رسول اللہ کے جانشین کا چناؤ بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ جس کو چاہے نامزد کرے پس وہی صحیح خلیفہ رسول ہوگا۔

جنت و عتقا یہ ما زائدہ ہے اور ہنالك اشارہ بعید کے لئے ہے اور ہنالك اور ہنالك قریب متوسط اور بعید کے لئے ہوتے ہیں جس طرح ذاک اور ذالک ہیں۔ پس ہنالك کا متعلق ثابت صفت ہے جند کی اور مہزوم جند کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو صرف بجز صادق آئی۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم لوط حضرت لوط کو قوم عاد حضرت ہود کو قوم فرعون حضرت موسیٰ کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبراہٹیں نہیں۔

جنت و عتقا یہ ما زائدہ ہے اور ہنالك اشارہ بعید کے لئے ہے اور ہنالك اور ہنالك قریب متوسط اور بعید کے لئے ہوتے ہیں جس طرح ذاک اور ذالک ہیں۔ پس ہنالك کا متعلق ثابت صفت ہے جند کی اور مہزوم جند کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو صرف بجز صادق آئی۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم لوط حضرت لوط کو قوم عاد حضرت ہود کو قوم فرعون حضرت موسیٰ کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبراہٹیں نہیں۔

جنت و عتقا یہ ما زائدہ ہے اور ہنالك اشارہ بعید کے لئے ہے اور ہنالك اور ہنالك قریب متوسط اور بعید کے لئے ہوتے ہیں جس طرح ذاک اور ذالک ہیں۔ پس ہنالك کا متعلق ثابت صفت ہے جند کی اور مہزوم جند کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو صرف بجز صادق آئی۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم لوط حضرت لوط کو قوم عاد حضرت ہود کو قوم فرعون حضرت موسیٰ کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبراہٹیں نہیں۔

جنت و عتقا یہ ما زائدہ ہے اور ہنالك اشارہ بعید کے لئے ہے اور ہنالك اور ہنالك قریب متوسط اور بعید کے لئے ہوتے ہیں جس طرح ذاک اور ذالک ہیں۔ پس ہنالك کا متعلق ثابت صفت ہے جند کی اور مہزوم جند کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو صرف بجز صادق آئی۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم لوط حضرت لوط کو قوم عاد حضرت ہود کو قوم فرعون حضرت موسیٰ کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبراہٹیں نہیں۔

ذُو الْأَوْتَادِ - اوتا و تہ کی جمع ہے جن کا معنی میخ ہوا کرتا ہے اور فرعون کو ذوالاوتاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لہو لعب کے لئے اُس نے لوہے کی میخوں کے ذریعے ایک کھیل بنایا ہوا تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حکومت کے نافرمان مجرموں کو میخوں کے ذریعے سزا دیتا تھا کہ ملزم کو زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں اور سر میں میخیں اور لوہے کے کیل گاڑ دیئے جاتے تھے پس وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔

مَعْرُضَةٌ

حضرت امیر المؤمنین علیؑ السلام سے مروی ہے کہ قریش نے جمع ہو کر آپ سے سوال کیا کہ اگر سامنے والا درخت اپنی جڑوں سمیت زمین سے نکل کر آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم مان لیں گے آپ نے فرمایا تم پھر بھی نہ مارو گے بلکہ تم میں سے وہ لوگ موجود ہیں جو احزاب کو جمع کر کے میرا مقابلہ کریں گے پس درخت کو حکم دیا کہ اگر تو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور مجھے رسول مانتا ہے اللہ کے اذن سے تو جڑوں سمیت

كذبت قبلهم قوم نوح و عاد و فرعون ذوالاوتاد

ان سے پہلے جھٹلا چکے (رسولوں کو) قوم نوح اور عاد اور فرعون میخوں والا اور

و ثمود و قوم لوط و اصحاب الیكة اولئک الاحزاب

ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ یہ جماعتیں

ان کُلِّ الاکذب الرسل فحق عقاب

ان سب نے ہی جھٹلا یا رسولوں کو پس صیح تھا میرا عذاب (ان پر)

وما یظن هولاء الا صیحة واحدة مالم من

اور یہ نہیں انتہا کرتے (کفار کا) مگر ایک ہی کڑک کا جس کے لئے وقفہ نہ

فواق وقالوا ربنا عجل لنا قطننا قبل یوم

ہوگا اور کہا انہوں نے اے رب ہمارا جلدی دے ہم کو اپنا حصہ یومِ حساب

الحساب اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا

سے پہلے صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کرو میرے بندے

زمین سے نکل کر میرے پاس آجا چنانچہ ایک سخت پھڑپھڑاہٹ جیسی آواز کے ساتھ وہ درخت حاضرِ خدمت ہوا کہ اُس کی بعض شاخیں حضورؐ کے کندھے پر اور کچھ شاخیں میرے شانے پر تھیں کیونکہ میں دائیں طرف کھڑا تھا یہ دیکھ کر کفار نے اذرا و ترو تکر کہا کہ اس درخت کا نصف کٹ کر آجائے پس آپ کے اشارے سے اسی طرح ہوا پھر انہوں نے کہا کہ باقی نصف کو حکم دیجئے کہ پہلے نصف کے ساتھ جاملے چنانچہ اسی طرح ہوا۔ پس میں نے عرض کی کہ حضور! میں مومنِ اول ہوں لیکن کفار کہہ

نے جا دو گر اور جھوٹا کہہ کر صاف انکار کر دیا۔ (البرہان مختصاً)

صَيِّحَةً وَاحِدَةً - اس جگہ صدرِ اولِ مراد لی گئی ہے۔ یعنی قیامت کی گرفت کے منظر ہیں۔

فَوَاقٍ - زبرداری پیش دونو طرح سے یہ لفظ پڑھا جاتا ہے۔ فَوَاقٍ اور فَوَاقٍ جس طرح قُصَاصٍ اور

قُصَاصٍ بچے کے ماں کا دودھ پینے کے بعد دوسری دفعہ پینے تک کے وقفے کو فَوَاقٍ کہا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے

کہ فَوَاقٍ پیش سے ہو تو مراد وقفہ نہلت ہے اور فَوَاقٍ زبر کے ساتھ ہو تو سانس لینے کا وقفہ مراد ہوتا ہے۔

قَطَّنًا - قَطُّ کا معنی عطیہ جائزہ ہے اور اس جگہ سے مراد حصہ ہے اور قَطُّ کا لغوی معنی قطع ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۱

دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ

داؤد کو جو صاحبِ طاقت تھا بے شک وہ رجوع کرینو الا تھا ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو سخر کیا کہ

لِيَسْبَحَنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإشْرَاقِ ﴿۱۹﴾ وَالطَّيْرُ مَحْشُورَةٌ

شام و صبح اس کے ہمراہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے جمع ہو کر

كُلٌّ لَّهُ آوَابٌ ﴿۲۰﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ

یہ سب اسکے لئے رجوع کرنے والے تھے اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو اور آہم نے دی اسکو حکمت

حضرت داؤد کا واقعہ

ذَا الْأَيْدِ یا تو یہاں قوت

عبادت مراد ہے کہ آپ

زنگی بھر نصف شب

قیام کرتے رہے اور نصف

زمانہ روزہ رکھتے رہے

یعنی ایک دن روزہ اور دوسرے

دن افطار کرتے تھے یا قوت

جسمانی مراد ہے کہ ایک دفعہ مقام جنگ میں انہوں نے اپنی کھبانی سے دشمن کے سینے میں ایک پتھر نشت جھا کر الیا زور سے مارا کہ اس کے سینے کو وہ چیرتا ہوا پشت سے نکل کر دوسرے آدمی کو جالگا کہ وہ بھی مر گیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد حشمت و جلال شاہی ہو چنانچہ منقول ہے کہ ۳۶ ہزار سے چالیس ہزار تک سنتری سپاہی ہرات پرہ دار مقرر ہوتے تھے اور ان کا دیدار اور رعب پوری مملکت پر چھایا رہتا تھا۔ ابن عباس سے منقول ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے پر گائے کا دعوئے دائر کیا اور اس کے پاس گواہ کوئی نہ تھا۔ پس آپ نے مقدمہ پر غور کرنے کے لئے فیصلے کو طول دے دیا چنانچہ خواب میں آپ کو حکم ہوا کہ مدعی علیہ کو قتل کر دیا جائے اور پھر دوبارہ بھی حکم ہوا۔ جب آپ نے مدعی علیہ سے ذکر کیا تو اس نے مان لیا کہ واقعی میں اس مدعی کے باپ کا قاتل ہوں پس اس کو قتل کر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ کا رعب بڑھ گیا۔

گیلیہ (مقتنیات الدرر)

آذَابٌ - اب یزوب سے ہے یعنی وہ ہر باطل سے مزبور کہ ہر اس چیز کی طرف رجوع کرتے تھے جو اللہ کی خوشنودی کی موجب ہر کرتی تھی۔

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ - جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح و تقدیس پر دروگاہ کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے اس کے جواب میں تسبیح کرتے تھے۔ چنانچہ سورہ سبأ کی تفسیر میں جلد ۱ میں اس کا قدرے بیان گذر چکا ہے۔ اور ممکن ہے کہ خداوند کریم نے پرندوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کے احکام کو سمجھنے کی قوت دے دی ہو۔ اگرچہ ان کے پاس عقول نہیں تھے مگر اپنے شعور کے ساتھ وہ ان کی بات سمجھتے ہوں۔ اور ازراہ اطاعت عمل کرتے ہوں بہر کیف یہ ان کا معجزہ ہے اور خدا ہر شے پر قادر ہے۔

فَصَلِّ الْخُطَابَ - یعنی

مقامات میں فیصد کرنے کا

قانونی ضابطہ اور اس سے

مراد گواہ اور قسم ہے۔ اور ضابطہ

یہ ہے کہ مدعی سے گواہ طلب

کئے جائیں اور اگر اس کے

پاس گواہ موجود نہ ہوں، تو

مدعی علیہ سے قسم لے کر مقدمہ

کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اور

بعضوں نے فصل الخطاب

سے مراد علم و قسم لیا ہے۔

الْخُصْمِ - ہر وہ جو دوسرے

پر حق کا دعویٰ کرے اور

اس کا تشبیہ جمع نہیں ہوتا بلکہ

وَفَصَلِّ الْخُطَابَ ۲۱ وَهَلْ أَتَاكَ نَبُوءُ الْخُصْمِ مَرَّادٌ

اور فصل الخطاب اور کیا تجھے پہنچا خبر جھگڑا کرنے والوں کی جب

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۲۲ إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ

دیوار کو چھانڈ کر آئے ان کے محراب تک جب داخل ہوئے داؤد پر تو وہ گھبرا گئے ان سے

مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ

انہوں نے کہا ڈرو مت (ہم تو) دو حریف ہیں جنہوں نے ایک دوسرے پر تجاوز کیا پس

فَأَحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ

ہمارے درمیان حق کا فیصلہ کیجئے اور نہ ظلم کیجئے اور ہم کو ہدایت کیجئے سیدھے راستے کی طرف

الصِّرَاطِ ۲۳ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْمَةً وَمِمَّا كَانَ

(ایک نے کہا) تحقیق یہ اس میرے بھائی کی ننانوے دینیوں ہیں اور میری صرف ایک دینی ہے

واحد و تثنیہ و جمع سب پر لولا جاتا ہے پس مدعی ایک ہو یا زیادہ سب خصم ہیں اور مدعی بھی ایک ہو یا زیادہ ہوں خصم ہیں اور خصمان میں مدعی اور مدعی علیہ کا تشبیہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مقام پر ایک ایک سے زیادہ تھے۔ تَسَوَّرُوا - سُوْر سے ہے جس کا معنی قلعہ یا چار دیواری ہے اور تَسَوَّرُوا کا معنی ہے دیوار سے پھانڈ کر یا پھلنگ لگا کر گذرنا۔

الْمِحْرَابِ - اس سے مراد وہ مقام شرف اور مسند عزت ہے جس کی خاطر دوسروں سے جنگ لڑی جائے۔ اسی بنا پر مصطلحاً اور جائے قبلہ کو بھی محراب کہا جاتا ہے۔ اس کے مزید معانی تفسیر کی جلد ۳ ص ۲۲۳ میں ملاحظہ فرمائیے۔

فَعَزَّزَ - چونکہ مدعی اور مدعا علیہ جب فیصلہ کے لینے کے لئے پہنچے تو وہ کپھری کا سرکاری وقت نہیں تھا نیز وہ جس راستے سے آئے تھے کسی مقدمہ کے فریقین کے لئے داخلے کا راستہ اس کے علاوہ تھا نیز مقدمہ کے فیصلہ کے لئے اُن کو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ وہ بن بلائے اور بے دعوت اچانک آئے تھے اس لئے آپ اُن کی آمد سے خوف زدہ ہوئے۔

حضرت داؤد کی عصمت

اس قصہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق دو طرح کے اقوال کا انکشاف ہوتا ہے ایک قول کی رو سے حضرت داؤد کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے قول

کی رو سے آپ کی عصمت ثابت ہوتی ہے اور یہ دوسرا قول علما نے امامیہ کا ہے۔ پہلے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور یانا نامی ایک صہابی کی عورت پر عاشق ہو گئے جو نہایت حسینہ و جمیلہ تھی پس اس کو قتل کرانے کے بہانے تلاش کئے گئے۔ چنانچہ آخر کار وہ قتل ہو گیا اور آپ نے اس کی عورت کے ساتھ شادی کر لی چونکہ اس سے پہلے آپ کی ۹۹ بیویاں

تھیں اس لئے خداوند کریم نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے دو فرشتے بھیجے جو ایک فرضی مقدمہ لے آئے کہ ۹۹ دنیوں والا شخص ایک دہنی والے سے اسی ایک دہنی کا مطالبہ کرتا ہے پس آپ نے ایک دہنی والے کے حق میں فیصلہ دے دیا اور سمجھ گئے کہ یہ میرا امتحان تھا اور غلطی پر مجھے سزائش کرنے کا طریقہ تھا پس چالیس دن تک رو کر خدا سے معافی مانگتے رہے۔

وَاحِدَةً فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۗ قَالَ

اور یہ کتنا ہے کہ وہ ایک بھی مجھے دیدے اور وہ غالب ہے مجھ پر بات کرنے میں آپ نے

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نِعْمَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ

فرمایا کہ تیری ایک دہنی کو اپنی دہنیوں کے ساتھ ملانے کے سوال پر اس نے ظلم کیا اور تحقیق جہت سے بھائی والی

الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

کرنے والے البتہ ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُدُ أَن مَّا فَتَنَهُ

عمل صالح کریں (لیکن) ایسے بہت تھوڑے ہیں اور داؤد نے سمجھ لیا کہ ہم نے اس کو آزیابا ہے

قول اول کی ترویج

حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی تسلیم کرنے کے بعد ان کی طرف اس قسم کا واقعہ منسوب کرنا انتہائی گستاخی ہے ادبی اور جہارت ہے کیونکہ اگر کسی اعلانیہ فاسق و فاجر شخص کی طرف بھی

اس قسم کے واقعہ کی نسبت دی جائے تو وہ بھی اس میں اپنی توہین و ذلت سمجھے گا چہ جائیکہ ایک نبی کی طرف منسوب کیا جائے جس کو اللہ نے ایک بہت بڑی قوم کی طرف ہادی بنا کر بھیجا تھا۔

۶۔ کسی عام آدمی کے متعلق بھی اگر قتل مومن اور وہ بھی نامحرم ثابت ہو جائے تو وہ اسلامی معاشرہ میں عزت کی

نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ قیامت کے دن بھی وہ ذلیل و رسوا مشہور ہوگا تو ایک نبی جس پر خدا نے زبور جیسی کتاب نازل فرمائی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا سو وہ قتل جیسے سنگین جرم کے بعد نبی و ہادی کیسے رہ سکتا ہے؟

۳۔ اس قصے کے بعد بھی خدا نے داؤد کی مرح و ثنا اور زلفی اور حسن مآب اور عہدہ خلافت کی پیش کش فرمائی ہے۔ اگر داؤد کی طرف یہ نسبت درست ہوتی تو وہ یقیناً خدا کی جانب سے مزید مراعات و کرامات کے سزاوار نہ قرار دئے جاتے نہ اس قسم کا شخص آداب کملائے کا مستحق ہے اور نہ اس کی طرف انابت کی نسبت صحیح ہے بلکہ ایسا شخص تو معاشرہ اسلامیہ میں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جانے کے قابل ہے حالانکہ خدا نے اپنے نبی سید الرسل کو کفار مکہ کی دل آزاریوں سے تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ

فَاَسْتَغْفِرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَاَنَابَ ۝۲۵ فَعَفَرْنَا

پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے اور جھک گیا رکوع کرتے ہوئے اور توبہ کر لی تو ہم نے

لَهُ ذَلِكُمْ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحَسَنَ مَّآبٍ ۝۲۶

معاف کر دیا اس کو اور تحقیق اس کو ہمارے پاس قرب حاصل ہے اور اچھی بازگشت

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ

اے داؤد! ہم نے تجھے زمیں میں خلیفہ نامزد کیا

ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے عبد حضرت داؤد کے ذکر سے تسلی حاصل کیجئے چنانچہ فرمایا کہ میں نے اس کو حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا اور پہاڑوں اور پرندوں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ ان سب چیزوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد کی طرف مذکورہ نسبت غلط اور بے بنیاد ہے۔

دوسرے قول کی بنا پر روایت متعلقہ میں نقل کا کافی اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُوریا بن حیان ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ لڑکی کے گھر والے بھی اس کے ساتھ رشتہ کرنے پر رضامند ہو گئے تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی پیغام بھجو دیا تو انہوں نے وہ رشتہ اُوریا کے بجائے حضرت داؤد سے کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسی اسلامی لڑائی میں اُوریا محاذ جنگ پر تھا اور لڑائی میں شہید ہو گیا تو اُس کی عدت گزرنے کے بعد حضرت داؤد نے اُس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے عصمتِ انبیاء پر بیان دیا تو آپ کے سامنے حضرت داؤد کا متذکرہ واقعہ اس طرح پیش کیا گیا کہ حضرت داؤد نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور حضرت یعقوب علیہم السلام جیسے انبیاء کے مرتبہ علیا کی خواہش کی تو وحی ہوئی کہ میں نے ان کو بلند مراتب پر آزمائش اور امتحان کے بعد فائز کیا جب کہ وہ صبر و سکون اور عدمِ واستقلال کے ساتھ مصائب و آلام کے طوفانوں کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے، تو حضرت داؤد نے عرض کی اے پروردگار میں بھی آزمائش کے لئے تیار ہوں چنانچہ امتحان کی تاریخ بتادی گئی اور اسی معینہ

تاریخ میں آپ مشغول نماز تھے کہ شیطان ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں سامنے نمودار ہوا۔ آپ نے نماز کو توڑ کر پرندے کے پکڑنے کی کوشش کی تو پرندہ چھت پر جا بیٹھا پس آپ چھت پر چڑھے تو ساتھ والے گھر میں اُوریا کی عورت کو غسل کرتے دیکھا جب کہ اُوریا جہاد کے لئے محاذ جنگ پر تھا پس آپ اس عورت پر عاشق ہو گئے پس فوراً فرجی کمانڈر کو حکم بھیجا کہ وہ اُوریا کو تابوت کے آگے آگے رکھے کیونکہ یہ تابوت جو بنی اسرائیل میں محترم تھا جنگ میں آگے آگے رکھا جاتا تھا اور اس کی حفاظت کے لئے فرج کے لڑاکا جوان تابوت سے آگے آگے رہتے تھے اور ان کے لئے دشمن کو مار بھگانے بغیر چھپے بیٹنا ناجائز ہوتا تھا پس حکم داؤدی کے پیش نظر فرج کے کمان افسر نے اُوریا کو اگلے مورچوں میں بھیج دیا اُس نے کافی شجاعت کا مظاہرہ کیا لیکن بالآخر مرتبہ شہادت پر فائز ہوا اور اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اُس کی بیوہ کے ساتھ شادی کر لی (داؤد مدعی ہے کہ سلیمان اسی سے پیدا ہوا)

عیون الاخبار سے منقول ہے جب آپ کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور اتنا لٹ دیا اتنا ایہ راجون کا کلمہ زبان پر جاری فرمایا کہ تم لوگوں نے انبیاء کی اس قدر توہین برداشت کر لی ہے کہ وہ ایک پرندہ کی خاطر نماز حبیبی عبادت کو توڑ ڈالتے تھے اور پھر عورت کا ننگا جسم دیکھ کر اُس پر عاشق ہونا اور پھر اس کے شوہر کو قتل کرانے کا منصوبہ بنانا یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے! پس لوگوں نے عرض کی کہ حضور آپ بیان فرمائیے کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دل میں خیال کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق میں مجھ سے زیادہ علم کسی کو نہیں دیا پس اللہ نے دو فرشتوں کو بھیج دیا جو دیوار پھا نکر ان کے مصلائے عبادت پر جا پہنچے اور ان کے سامنے صورت مشکبیاں کی۔ آپ نے صرف مدعی کا بیان سنا اور مدعی علیہ سے بیان لئے بغیر مدعی کے حق میں بغیر گواہوں کے فیصلہ سنا دیا۔ پس خدا کی طرف سے سرزنش کی گئی کہ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنا یا ہے لہذا لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے اصولوں کے ماتحت فیصلہ کرو۔ اور خواہش نفس کی اطاعت کو اس میں دخل نہ دو اور پس ہی ان کا ترکِ اولیٰ تھا کیونکہ جب مدعی نے اپنا بیان پیش کیا تو اگرچہ اس کے پاس گواہ نہیں تھے لیکن مدعا علیہ کی خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ مدعی کا بیان درست ہے اس لئے انہوں نے مدعا علیہ سے دریافت کئے بغیر فیصلہ سنا دیا اور یہ طریق کار نبی کے عظیم مرتبہ اور علم کامل کے ماتحت ان کے لئے اگرچہ جائز تھا لیکن دستور اسلامی جو راجح الوقت تھا یہ اس کے خلاف تھا کہ مدعا علیہ سے بیان لئے بغیر فیصلہ صادر کیا جائے۔ حالانکہ اگر مدعا علیہ سے بیان لئے جاتے تب بھی فیصلہ ہی رہتا پس ترکِ اولیٰ پر آپ کو سرزنش کی گئی ہے)

اس کے بعد آپ سے سوال کیا گیا۔ اے فرزندِ رسول! پھر آپ ہی فرمائیے کہ اُوریا کے قصے کی کیا حقیقت ہے۔؟ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں عام دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مرتا یا قتل ہو جاتا تو وہ ہمیشہ بیوگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی تھی اور شادی نہ کرتی تھی پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس رسم کو پہلے پہل ختم کیا اور اُوریا کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی کر لی اور لوگوں نے ان کے متعلق غلط سلطہ قصے گھڑ لئے۔

(ملخص از مقتنیات الدرر) اور اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جس کو تفسیر مجمع البیان میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے متعلق ثابت ہو گیا کہ اُس نے کہا ہے کہ حضرت داؤد نے (عشقیہ طریقہ پر) اُوریا کی عورت سے شادی کی تھی تو میں اس پر دو حدیں لگاؤں گا۔ ایک حد (توبین) نبوت کی اور دوسری حد اسلام کی اور دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص حضرت داؤد کا قصہ عام قصہ خزانوں کی حکایت کے مطابق پڑھے گا میں اُس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا (دوسرا میں دوں گا۔ کیونکہ ایک سزا اسی کوڑے ہوتی ہے اور ڈبل ایک سو ساٹھ ہو جائے گی) (مقتنیات) اور بعض مفسرین نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے کہ فریقین دو آدمی ہوں اور جھگڑا بھی ان کے درمیان واقع ہو۔ اور حضرت داؤد کو تنبیہ اس لئے کی گئی ہو کہ طرفین کے مکمل بیانات کے بغیر فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

اور اس قصہ کے متعلق ایک

احتمال یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے

کہ وہ شخص جو دیوار پھانڈ کر

داخل ہوئے تھے۔ حضرت

داؤد کے دشمن بھٹکتے اور قتل

کرنے کے لئے آئے تھے

لیکن حفاظتی انتظامات سے

مرعوب ہو کر قتل پر جرات

نہ کر سکے اور اپنے متعلق قاتلانہ

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ

پس حکم کرو لوگوں میں حق کے ساتھ اور نہ اتباع کرو خواہش کی درندہ بھگتے وہ گمراہ کر دے گی

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کے راستہ سے تحقیق ہو لوگ بھٹکتے ہیں اللہ کے راستہ سے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا سُوايَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے بھلا دیا یوم حساب کو

اقدام کے تاثر کو زائل کرنے کے لئے فوراً دریافت مسئلہ کا بہانہ بنا لیا (مقتنیات)

بروایت کافی حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک نبی نے بارگاہ پروردگار میں عرض کی تھی کہ میں کس طرح

ایسی چیز کا فیصلہ کروں جس کو نہ میری آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا ہو تو اس کو وحی ہونی جس کا مقصد یہ ہے کہ گوہوں اور قسم

سے فیصلہ کیا کرو۔ یعنی مدعی سے گواہ اور مدعا علیہ سے قسم لیا کرو۔ اور حضرت داؤد نے عرض کی تھی کہ مجھے حق کا علم دے تاکہ میں

واقعی حق کے مطابق فیصلہ کروں۔ ارشاد قدرت ہوا کہ تم اس کو برداشت نہ کر سکو گے تو حضرت داؤد نے پھر عرض دہرائی جو بارگاہ

اجابت تک پہنچی چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ دائر کر دیا اور اللہ نے وحی کی کہ مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو

قتل کر کے یہ مال اُس سے حاصل کیا تھا پس حضرت داؤد نے فیصلہ سنا یا کہ مدعی کو قتل کر کے اس کا مال مدعی علیہ کو دیا جائے

پس لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ اور سخت نکتہ چینیاں شروع ہوئیں تو حضرت داؤد علیہ السلام کی درخواست پر آئندہ کے لئے

گوہوں اور قسم پر فیصلہ صادر کرنے کا حکم جاری ہوا۔

اور مقدماتی الدرر میں اصول کافی سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب قائم آل محمدؑ کا زمانہ ہوگا تو حضرت داؤد کی طرح احکام نافذ کئے جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے آل داؤد کی طرح فیصلے کئے جائیں گے کہ گواہوں کی ضرورت محسوس کئے بغیر صاحب حق کو اپنا حق دیا جائے گا۔ حضرت داؤد کا ذکر سورہ سبأ کی تفسیر میں بھی گذر چکا ہے۔

رکوع نمبر ۱۲
اثبات قیامت - ابتدائے سورہ میں کفار مکہ کا انکار توحید و نبوت پر اصرار اور انکار قیامت کا تذکرہ تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہہ دیا عَجَلًا لَنَا قِطْنَا (یعنی ہمارا حصہ ہمیں قیامت سے پہلے دلوادیکھئے) اس کے بعد بلا دربط حضرت داؤد کے ذکر کو پھیر دیا گیا اور پھر مَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالِ كَالْبَيَانَ شروع کر دیا۔ ظاہراً قرآن کے اس بیان میں بے ربطی سی معلوم ہوتی ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ جب دیکھا کہ انسانی ناپاہل اور بہت دھرم ہو تو وانا واعظ کافرض ہے کہ مقصود بیان کے لئے

طرز تکلم میں تبدیلی پیدا کر دے چونکہ حشر نشر کے بیان کو اگر طول دیا جاتا تو وہ ان کے لئے باعث ملول ہوتا اور انکار کے سوا ان سے کچھ بھی توقع نہ تھی پس دلچسپی بڑھانے کے لئے کلام کا رخ دوسری طرف تبدیل کر دیا تاکہ دوسری غیر متنازع بات کو کان دھر کر سن لیں اور آخر میں پھر ایسے انداز سے مقصود بیان کی طرف رجوع فرمایا کہ ہر مضمت مزاج انسان کے لئے اس کے قبول کئے بغیر چارہ نہیں یعنی داؤد کے قصہ کے آخر میں فرمایا کہ لوگوں میں حق کے فیصلے کیجئے اور انسان خواہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو حق کا ساتھ دینے کا دعویٰ رکھتا ہے پس قرآن کا بیان حق کشش کا باعث بن گیا تو اس بات کی طرف توجہ دینا آسان ہو گیا کہ ظالم و مظلوم برابر نہیں اسی طرح نیک و بد میں مساوات نہیں بعض اوقات ایک شخص زندگی بھر مظلوم و مفلوک رہتا ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسرا انسان ظالم و درندہ بن کر گذارتا ہے اور عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ لیا جائے اور مظلوم کو بدلہ دیا جائے تو

اور ہم نے آسمان و زمین کو باطل ربے مقصدا پیدا نہیں کیا یہ خیال

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَالِكُمْ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿۲۸﴾

ان لوگوں کا ہے جو کافر ہیں پس ویل ہے کافروں کے لئے دوزخ سے

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۹﴾ كِتَابٌ

کیا کریں گے ہم ایمان والوں کو اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح ؟ یا کریں گے ہم متقی لوگوں کو گنہگاروں کی طرح ؟ یہ کتاب ہم نے

یہ کتاب ہم نے

چونکہ دنیا میں اس کا انتظام تو ہے نہیں لہذا عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایک ایسا دن ضروری ہے جس میں حساب ہو اور پھر ظالم کو ظلم کی سزا اور مظلوم کو اس کا بدلہ دیا جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ - یہ قیامت کے اثبات کے لئے عقلی دلیل کا بیان ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنا تین وجوہ سے خالی نہیں اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اور جملہ مخلوق یا تو ضرر کے لئے پیدا کئے گئے ہیں یا فائدہ کے لئے یا نہ ضرر کے لئے اور نہ فائدہ کے لئے پہلی اور تیسری شق باطل ہیں کیونکہ بلا مقصد پیدا کرنا یا مقصد ضرر کے لئے پیدا کرنا حکیم حسن کے لئے زیبا نہیں بلکہ لازماً ماننا پڑتا ہے کہ اس جملہ کائنات کی خلقت، فائدہ رسانی کے لئے ہے اور فائدہ یا تو دنیاوی مقصود ہے یا اخروی تو عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ اس قدر لمبے چوڑے نظام کی تخلیق کا صرف چند روزہ زندگی سے وابستہ کرنا حکیم دانا کے شایان شان نہیں پس یہ عقیدہ ضروری ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہوگی جس میں عدل و انصاف کے ماتحت مجرموں کو سزا اور نیک لوگوں کو جزا ملے گی۔

آمُجَعَلٌ - یہ اس بیان کی مزید وضاحت ہے کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو فسادوں اور غلط کاروں کے برابر نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح متقی خدا پرستوں اور فاسق و فاجر دشمنان خدا کو یکساں نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اگر جزا و سزا کے لئے کوئی دن الگ مقرر نہ ہو تو دنیا میں نیک و بد اور اچھے و بُرے کا انجام ایک جیسا ہو جائے گا کہ دنیا میں آئے اور چند روزہ رہ کر بے مقصد چلے گئے۔

كِتَابٌ اَنْزَلْنَا

یہ مزید تشبیہ ہے کہ قرآن مجید کو ہم نے اس لئے اتارا ہے کہ اس کی آیات میں تدبیر کر کے آخرت کا راستہ ہموار کیا جائے۔

اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرَ وَآيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ

اتاری ہے تجھ پر مبارک ہے تاکہ اس کی آیات میں وہ تدبیر کریں اور تاکہ نصیحت پکڑیں صاحبان عقل

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ

اور ہم نے عطا کیا داؤد کو سلیمان کہ وہ بہتر عبد تھا وہ

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ - حضرت داؤد کے قصہ سابقہ کے بعد تمہ کے طور پر حضرت سلیمان کا ذکر شروع کیا اور قرآن کا دستور ہے کہ نیک و بد لوگوں کے تذکرے کے بعد ان کے انجام اخروی کو بھی ذکر فرماتا ہے چنانچہ حضرت داؤد و حضرت سلیمان کے قصوں کے بعد فرمایا کہ ان کا ہمارے نزدیک مقام قرب (ذلفی) اور صحن تاب یعنی اچھی بازگشت ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ ان کے دشمنوں اور مخالفوں کا انجام بُرا ہوگا۔

تفسیر برہان میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے ذیل میں علقمہ کے سوال کا جواب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب کہ علقمہ نے عرض کی کہ آقا لوگ ہم کو برسی نسبت اور جبرے القاب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ ہمارا کوئی قصور نہیں ہوتا تو امام نے فرمایا اے علقمہ! لوگوں کو کسی قیمت پر راضی نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کی زبانوں پر پیرہ بٹھایا جاسکتا ہے اور

تم لوگوں کے اعتراضات اور ان کی نیش زنیوں سے کیونکر بچنے کی توقع رکھتے ہو جب کہ اللہ کے نبی رسول اور اس کے اولیاء حجج علیہم السلام اس سے نہیں بچ سکے کیا لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف زنا کی نسبت نہیں دی تھی؟ کیا انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف گناہوں کے ارتکاب کی نسبت نہیں دی تھی کیا ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی تھی کہ وہ پرندے کے پیچھے دوڑے تھے اور اُوریا کی عورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوئے تھے۔ اس کے شوہر کو محاذ جنگ میں بھیجا اور اس کو تابوت کے آگے آگے یعنی محاذ جنگ میں اگلے مورچوں میں رہ کر دشمن سے لڑنے کا حکم دیا تاکہ کہ وہ مارا گیا اور انہوں نے پھر اس کی عورت سے شادی رچالی تھی ہر غرضیکہ کلمہ حق کہنے والوں کو یہ توقع نہ رکھنی چاہیے کہ لوگ ہمیں داد دیں گے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ سے تنقیدات اور اتہامات و الزامات کا نشانہ بنتے چلے آئے ہیں اور ہادی کی شان گھبرانہ نہیں بلکہ کوہ گراں بن کر باطل کے سامنے ڈٹ جانانا کی شان ہے۔

آداب - اس کا معنی ابھی گیا رہیں رکوع کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔
بِالْعَشِيِّ - اس جگہ عشی سے مراد ظہر کا وقت ہے۔

حضرت سلیمان کے لئے سورج کا پلٹنا

الصَّفِيَّتُ الْجِيَادُ - صافن

إِنَّهُ آوَابٌ ۝۳۱ اذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيَّتُ

بے شک رجوع کرنے والا تھا جب اس پر پیش کئے گئے سرد پہر کے وقت اچھی نسل کے عمدہ

الْجِيَادُ ۝۳۲ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن

گھوڑے پس کہنے لگے میں نے گھوڑوں سے نیک محبت کی اپنے

ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۳ رُدُّوْهَا عَلَيَّ

رب کی کتاب کے پیش نظر میانگ کہ (سورج) پردہ میں چھپ گیا (اسے فرشتو) اسے پلٹاؤ

جواد کی جمع ہے۔ ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو کھلا اور تیز قدم اٹھاتے ہوں اور مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو علاقہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک ہزار گھوڑے دستیاب ہوئے تھے اور وہ حضرت سلیمان کو وراثت میں ملے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو دمشق کی فتح کے بعد دستیاب ہوئے تھے۔

حُبُّ الْخَيْرِ - خیر سے مراد خیل یعنی گھوڑے ہیں اور عرب لوگ عموماً گھوڑوں کو خیر سے تعبیر کرتے تھے۔
ذِكْرِ رَبِّي - ذکر سے مراد تورات ہے یعنی میں نے اپنے پروردگار کی کتاب (تورات) کی وجہ سے گھوڑوں سے محبت کی میان تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

مروی ہے کہ حضرت سلیمان ایک نماز گزار نظر اڑا پڑھ چکے تھے تو گھوڑے اُٹے شروع ہوئے۔ آپ کرسی پر تشریف فرما تھے جب ایک ہزار گھوڑے ختم ہوئے تو اُدھر سورج غروب ہو گیا اور دوسری نماز قضا ہو گئی۔

روایت عامہ میں ہے کہ چودہ گھوڑے آپ کے پیش ہوئے جن کا معائنہ کرتے کرتے نماز کا وقت چلا گیا تو آپ نے وہی گھوڑے بلوائے اور ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ ڈالیں کیونکہ ان کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ اور اس فعل کے عتاب میں خدا نے حضرت سلیمان سے چودہ دن سلطنت چھین لی۔ جب یہ روایت حضرت علی علیہ السلام کے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام جہاد کے لئے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔ اور یہ کام بھی چونکہ کارِ خیر تھا اور اس کی وجہ سے ہی وہ ذکر پروردگار سے محروم ہو گئے تھے پس باہر پروردگار ملائکہ ہو گئیں کو براہِ راست حکم دیا کہ سورج کو واپس پٹا ڈھچنا پچ سورج واپس پٹا۔ اور آپ نے نماز ادا فرمائی۔ آپ نے فرمایا نبی نہ خود ظلم کرتے ہیں اور نہ ظلم کرنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں (اور گھوڑوں کو قضاے نماز کی سزا دینا ظلم ہے)

تفسیر صافی میں

بروایت فقیہ حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام سے

مروی ہے کہ گھوڑوں کے

معائنہ کی وجہ سے نماز فوت

ہوئی تو ملائکہ کو سورج کے

واپس پٹانے کا حکم دیا پس

پاؤں اور گردن کا مسح کیا۔ اور

اپنے اُن صحابہ کو بھی ایسا کرنے

کا حکم دیا جن سے نماز فوت

ہوئی تھی اور یہی اُن کا وضو تھا

فَطْفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝۳۴ وَلَقَدْ فْتَنَّا

میرے لئے پس (نماز ادا کرنے کے لئے) پاؤں اور گردنوں کا وہ اور ان کے ساتھ مسح کرنے لگے اور تحقیق ہم نے

سَلِيمًا وَالْقِيَانَةَ عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۝۳۵

آزمائش میں ڈالا اسلیمان کو اور ڈال دیا اُس کی کرسی پر ایک جسم پھر پٹا تو

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُدْكَ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ

کہا اے رب مجھے بخش دے اور مجھے عطا کر۔ ایسا ملک جو میرے بعد کسی کے لئے

مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۳۶

نہ ہونا چاہیے تحقیق تو ہی بخشے والا ہے

پس جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو سورج پھر ڈوب گیا۔ حضرت علی السلام کے لئے سورج کا پٹنا تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو۔

فَتَنَّا سُلَيْمَانَ - عام روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان کی حکومت ایک انگوٹھی

کی بدولت تھی آپ جب حمام میں جاتے تھے تو وہ انگوٹھی اپنی کسی عورت یا ملازم

کے حوالے کرتے تھے پس شیطان نے ان کو ورغلا کر انگوٹھی حاصل کر لی اور اس کی بدولت حضرت سلیمان کی شکل بن کر تخت پر قابض

ہو گیا اور جب اُس کی بدعادات کی بدولت لوگوں میں تنفر پیدا ہوا تو وہ اس انگوٹھی کو دریا میں پھینک کر بھاگ گیا یا یہ کہ آپ نے

حضرت سلیمان کا امتحان

ایک شیطان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس کس طرح گمراہ کرتے ہو تو اُس نے کہا آپ اپنی انگوٹھی مجھے دیں تاکہ میں آپ کو کوشمہ دکھلاؤں تو آپ نے وہ انگوٹھی اُس کے حوالہ کر دی تو اُس شیطان نے وہ انگوٹھی دریا میں ڈال دی اور حضرت سلیمان سے ملک جاتا رہا۔ اور چالیس شب و روز آپ ٹھوکریں کھاتے رہے آخر دریا کے کنارے ایک شکاری سے سمجھوتہ کیا کہ میں اس شکار میں تیری مدد کرتا ہوں۔ بشرطیکہ مجھے حصے کی ٹھیلی دینا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جو ٹھیلی حضرت کے حصہ میں آئی اُس کو صاف کیا گیا تو اس کے پیٹ سے وہی انگوٹھی نکلی اور آپ دوبارہ سر پر مملکت پر اس کی بدولت قابض ہو گئے اور آپ اس امتحان میں کیوں مبتلا ہوئے اس کی بھی متعدد وجوہ کتب میں مذکور ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ ایام حیض میں عورت سے مقاربت کر لی تھی بعضوں نے کہا ہے کہ ایک مشرک عورت سے شادی رچائی تھی اور اُس کو اسلام پر نہ لاسکے تھے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ تین دن تک لوگوں کے فیصلوں کا بائیکاٹ کر دیا تھا وغیرہ۔ اس قسم کے تمام واقعات کی تردید میں سید مرتضیٰ اعظم الدہلی علیہ السلام نے اپنی کتاب تشریح الانبیاء میں فرمایا ہے کہ اس باب میں جہاں نے جو قصے پیش کئے ہیں وہ کسی عقلمند کے لئے قابل قبول نہیں ہیں اور اس قسم کی باتیں انبیاء کی طرف منسوب کرنا یقیناً جائز نہیں ہے نہ تو نبوت کسی انگوٹھی کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اور نہ یہ عمدہ کسی نبی سے خدا چھینتا ہے اور نہ کوئی شیطان نبی سے دھوکا کر کے اس کی شکل اختیار کر کے اس کی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے یہ اور اس قسم کے سب خرافات شان نبوت کے منافی ہیں البتہ ظاہر قرآن میں جس لفظ سے یہ اشتباہ ہوتا ہے وہ صرف اَنَا الْعَيْنَا عَلٰی كُرْسِيِّ جَسَدًا اِسْمُہ نے اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا اور اس سے یہ معنی ہرگز نہیں نکلتا کہ ہم نے اس کی کرسی پر مستط کر دیا بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کو آزمایا کہ ایک جسد بے روح اُس کی کرسی پر ڈال دیا اور اس کی تاویل میں کئی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) قوم جن نے باہمی مشورہ کیا کہ حضرت سلیمان کی اگر اولاد ہو گئی تو وہ بھی باپ کی طرح ہم پر حکومت کریں گے لہذا ہم اس کی اولاد کو زندہ نہ رہنے دیں چنانچہ جب حضرت سلیمان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے اس کی رضاعت و ترتیب میں پوری احتیاط سے کام لیا کیونکہ آپ کو قوم جن کی خفیہ میٹنگ کی اطلاع پہنچ چکی تھی لیکن اچانک آپ نے دیکھا کہ اُس کی کرسی پر مردہ لاش اپنے لڑکے کی پٹری سے اور یہی ان کی آزمائش تھی اور اس بات پر تنبیہ تھی کہ آپ نے جنوں سے خوف زدہ ہو کر توکل کا دامن ہاتھ سے کیوں چھوڑا۔

(۲) حضرت سلیمان نے بھرے صحیح میں کدیا تھا کہ میں ستر عورتوں کے پاس جا کر مقاربت کروں گا جن سے لڑکے پیدا ہوں گے اور یہ سب کے سب دشمنانِ خدا سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے لیکن انشاء اللہ نہ کہا پس ان عورتوں میں کسی کو حمل نہ ہوا سوائے ایک عورت کے لیکن جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مردہ تھا اور اُس کی کرسی پر ایک جسم بے جان ڈالنے کا یہی مقصد ہے (۳) امتحان و آزمائش کے طور پر خدا نے حضرت سلیمان پر بیماری نازل کر دی کہ وہ بیماری کی سختی کی وجہ سے ایک جسم بے جان کی طرح اپنی کرسی یعنی مسند پر کچھ عرصہ لیٹے رہے اور بعد میں اللہ نے ان کو شفا بخش دی اور غالباً اس امتحان کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں میں بیٹھ کر اپنی وسعت ملک و سلطنت پر ناز و فخر کیا کہ میرے جیسی

حکومت اور کسی کو نہیں ملی پس بطور سرزنش کے اس پر آزمائش رکھ دی گئی جس کا مقصد یہ ہے کہ تحقیقی حکومت و سلطنت اس اللہ کے لئے ہے جس کا ہر ایک محتاج ہے اور جس کو کوئی نزال نہیں۔

ہَبَّ لِي مَدَنًا - حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس طرح باقی انبیاء کو الگ الگ مخصوص طور پر معجزات عطا ہوئے تھے مثلاً موسیٰ کو عصا اور یونس کو مائتہ اور داؤد کو راسے

کی نرمی وغیرہ تو حضرت

سلیمان نے اپنے لئے مخصوص

معجزہ اللہ سے یہ طلب کیا کہ

مجھے ایسا ملک عطا فرما جو

میرے بعد کسی اور کو ایسا عطا

نہ ہو یعنی اس کو میری امتیازی

شان قرار دے اور خداوند

کریم نے اس کی اس دعا کو

شرف قبولیت بخشا پس

جن و انسان، چہرہ و پرند

حشرات الارض اور ہوا چہر

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ

پس ہم نے مسخر کیا اس کے لئے ہوا کو جو اس کے حکم سے چلتی تھی نرم جہاں پہنچتا ہوتا تھا

۳۷ وَالشَّيْطَانِ كُلِّبَنَاءٍ وَغَوَاصٍ ۝۳۸ وَأَخْرَجَ مَقَرَّنِينَ

اور شیاطین کو جو ہر قسم کے مہار و غواص تھے اور کچھ بکڑے برسے

فِي الْأَصْفَادِ ۝۳۹ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ

زنجیروں میں یہ ہماری عطا ہے بطور احسان کے کسی کو دو یا روک لو اس کا

حِسَابٍ ۝۴۰ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ ۝۴۱

حساب نہ ہوگا اور بے شک اس کا ہمارے پاس مقام قرب اور اچھی بازگشت ہے

ان کو حکومت بخشی اور آخر میں فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے کسی کو کچھ بطور احسان کے دو یا اپنے پاس روک رکھو تمہارے اختیار میں ہے اور اس کا تم سے حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔

تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو اس کے تحت پر دائیں طرف تین سو کرسی انسانوں کے لئے اور بائیں طرف تین سو کرسی قوم جن کے لئے مخصوص تھی پرشے سر کے اوپر ہوا میں صفت بہ صفت کھڑے ہوئے ساٹھان کا کام دے رہے تھے اور ہوا کے دوش پر تخت سلیمان مدائن میں کرسی نو شیر وال کے محل تک پہنچا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ کیا تم نے میرے ملک و سلطنت کی طرح کوئی دیکھا یا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں پس جانب آسمان سے ایک فرشتے نے ندا دی کہ خوشنودی خدا کے لئے ایک تسبیح کا درجہ اس ساری مملکت سے افضل ہے۔

کتاب علل الشرائع سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے ذیل میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ نے ہم کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو سلیمان کو دیا اور اللہ نے ہمیں وہ بھی دیا جس سے سلیمان اور باقی سب انبیاء

محروم ہیں۔

ایک دوسری طویل روایت کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ صرف خشک پر پیرگی کا نام زہد نہیں ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان بن داؤد نے اللہ سے ایسی حکومت کا سوال کیا کہ اور کسی کے لئے ایسی نہ ہو اور اللہ نے اس کی دعا کو بھی قبول فرمایا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام حکومت و اقتدار کے باوجود حق کہتے اور حق کرتے رہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں کہیں بھی حضرت سلیمان کے اقتدار پر نکتہ چینی نہیں کی اور نہ کسی مومن کو انگشت نمائی کا موقع ملا۔ اسی طرح ان سے پہلے ان کا باپ بھی صاحب اقتدار اور مالک تخت و تاج تھا (مقصد یہ ہے کہ اقتدار کا طمع اور حکومت کی خواہش زہد کے منافی نہیں ہے)۔

بصائر الدرجات سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان کو جو کچھ عطا ہوا اُس کے پاس صرف ایک اسمِ اعظم تھا اور مَن عِنْدَ عَلَمِ الْكِتَابِ کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس ساری کتاب کا علم تھا۔ ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ اسی ایک اسمِ اعظم کے ذریعے سے حضرت سلیمان جو مانگتے تھے عطا ہوتا تھا اور جب دعا مانگتے تھے قبول ہوتی تھی اگر آج وہ ہوتے تو ہمارے محتاج ہوتے۔

احتجاج سے منقول ہے کہ یہود کے علاقے شام میں سے ایک نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ دیکھئے ہمارے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا نے وہ ملک عطا فرمایا کہ اور کسی کو عطا نہ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ بالکل درست ہے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ کو اس سے بھی افضل عطا ہوا اور وہ یہ کہ خداوند کریم نے میکائیل فرشتے کو حضور کے پاس بھیجا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا پس اُس نے یہ پیغام پہنچایا۔ اے محمد اگر عیش پسند بادشاہ بنا چاہو تو یہ لو زمین کے فزانوں کی کنجیاں سنبھالو کہ سونے اور چاندی کے پہاڑ ہمارے ساتھ ہوں گے۔ اور آخرت کے اجر سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ اللہ کا عبد اور نبی بن کر ایک دن شکم سیر رہوں اور دو دن فلق سے رہوں تاکہ اپنی انبیاء برادری سے جا ملوں پس خداوند کریم نے ان کو کوثر اور حق شفاعت عطا فرمایا۔ اور یہ انعام پوری زندگی دنیا سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اور علاوہ ازیں جنت میں مقام محمود بھی آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور بروزِ محشر خداوند کریم آپ کو (بوقتِ حساب) عرشِ معلیٰ پر جگہ گرامت فرمائے گا اور یہ انعام حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و بادشاہت سے بدرجہا افضل ہے۔ حضرت سلیمان کی حکومت کا ذکر ج ۱ ص ۱۳۱ پر اور ان کی موت کا ذکر ج ۱ ص ۲۳۵ پر ملاحظہ ہو۔

رکوع نمبر ۱۱۔ خادسی دَیْبَہ۔ نداء و دعائیں فرق ہے کہ نداء ہے جو با آواز بلند ہو۔ اور دعا اس سے عام ہے خواہ آواز بلند سے ہو یا اخفاتی طور پر ہو یا صرف

حضرت ایوب کا ذکر

دل ہی دل میں ہو اس جگہ دعا نہیں بلکہ نادی ہے یعنی پکار پکار کر انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی۔

مَسْتَحْيِ الشَّيْطَانَ۔ حضرت ایوب کی بیماری کے طول کی وجہ سے شیطان نے لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال دیئے تھے کہ

اس کے قریب نہ خود جاؤ اور نہ کسی کو جانے دو بلکہ ایوب کی عورت کو گھروں میں مزدوری کرنے سے بھی روک دیا گیا اور ان کے متعلق پوری نفرت پھیلا دی گئی جس کا ان لفظوں میں ایوب علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے۔ تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلبیت نے حضرت ایوب کے شکر پر حسد کیا اور بارگاہ توحید میں عرض کی کہ ایوب کا شکر نعمات کی کثرت کی وجہ سے ہے اگر اس سے یہ نعمتیں سلب کر لی جائیں تو اس قدر شکر و عبادت نہ کرے گا۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ میں نے تجھے اس کے مال و اولاد پر مسلط کیا ہے تو بے شک اس

کا شکر آزما لے چنانچہ حضرت

ایوب کا تمام مال اور اس کی

تمام اولاد بیک وقت لقمہ

اجل ہو گئے لیکن شکر میں

بجائے کمی کے اضافہ ہوا

شیطان نے عرض کی کہ مجھے

ایوب کی زراعت پر مسلط کیا

جائے تو ارشاد خداوندی ہوا

کہ تجھے عام اجازت ہے

پس اُن کی پوری زرعی آبادی

کو تباہ کر دیا گیا لیکن شکر

ایوب میں اضافہ ہوا اسی طرح

اس کے مویشیوں کو تباہ کر دیا

گیا لیکن شکر میں اضافہ ہوتا

وَ اذْكَرْ عَبْدًا اَيُّوبُ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اِنِّى مَسْنِى الشَّيْطٰنُ

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے چھو بیا شیطان نے

بِنَصِيبٍ وَعَذَابٍ ﴿۲۲﴾ اَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مَغْتَسِلًا

تھکان اور مصیبت کے ساتھ (ہم نے کہا) پاؤں کی ٹھکر مارو (پس دو چپٹے نکلے تو ہم نے کہا) یہ غسل کے

بَارِدٍ وَشَرَابٍ ﴿۲۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ اَهْلًا وَمِثْلَهُ مَعَهُمْ

لے ٹھنڈا اور (دوسرا) پینے کے لئے ہے اور ہم نے بخشا اس کو اپنا خاندان اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَى لِرٰوِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۴﴾ وَخَدِيْدِكَ

کوہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور حکمتوں کے لئے نصیحت تھی (اور ہم نے کہا) پکڑو اپنے ہاتھ سے

صِغَةً فَاَضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنُتْ اِنَّا وَجَدْنٰهٗ صَابِرًا رَّعِيْدًا الْعَبْدُ

ایک مٹی جھریں اس سے مارو اور خلاف قسم نہ کرو ہم نے اس کو صابر پایا وہ بہتر عبد تھا

گیا۔ شیطان نے ایوب کی بدنی تکالیف کی خواہش کی تو خدا کے اذن سے حضرت ایوب کے جسم کو مصائب و آلام کا نشانہ بنا دیا گیا حتیٰ کہ شہر والوں نے تنگ آکر ان کو شہر سے نکال کر ایک غلیظ اور ناشائستہ مقام پر رہنے کے لئے مجبور کر دیا لیکن آپ کے صبر و شکر میں مزید اضافہ ہی ہوتا رہا اور آپ کی زوجہ محترمہ جناب رحمتہ بنت یوسف آپ کی خدمت گزار ہی اور تیمارداری کے فرائض با حسن و جود انجام دیتی رہی۔

ایک دفعہ چند معزز آدمی جمع ہو کر آئے اور کہنے لگے تو نے کوئی ایسا سنگین جرم کیا ہے جس کی وجہ سے تو گرفتار رہا ہوا ہے تو حضرت ایوب نے جواب دیا کہ مجھے اپنے پروردگار کی قسم اور وہ خود بھی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ میں نے زندگی بھر کسی تہیم

یا مسکین کو کھلانے بغیر کھانا نہیں کھایا۔ اور جب بھی میرے سامنے خوشنودی پروردگار کے لئے دو راستے ظاہر ہوتے تو میں اس کو اختیار کیا کرتا تھا جو مشکل نہ ہوتا چنانچہ وہ خاموش ہو گئے۔

آپ نے بارگاہِ توحید میں درخواست پیش کی۔ اسے پروردگار! کیا میں تیرا حامد شاکر اور تسبیح گزار نہیں ہوں؟ تو خدا کی جانب سے سر پر ایک بادل نے سایہ کیا اور دس ہزار زبان سے بیک وقت جواب ملا۔ اسے ایوب! لوگوں کی غفلت کے اوقات میں تجھے عبادت کی توفیق کس نے دی؟ اسی طرح تجھے تمہیں تکبیر اور تسبیح کی طاقت کس نے دی؟ کیا تو اللہ پر اپنا احسان جتلا رہا ہے؟ پس آپ نے فوراً اپنے سر میں مٹی ڈال دی اور معافی مانگنے لگے۔ حضرت ایوب کی مصیبت ختم ہوئی اور ایک فرشتہ خدا کی جانب سے نازل ہوا جس کی ٹھوک سے خدا نے پانی کا چشمہ پیدا کر دیا اور حضرت ایوب نے اس میں غسل کیا۔ جس کی بدولت جسمانی برقم کی تکلیف و بیماری ختم ہو گئی اور پہلے سے بھی زیادہ جسم تنومند اور خوبصورت ہو گیا اور خدا نے توراہ باغ فوراً پیدا کر دیا اور سب شدہ تمام نعمات واپس دے دیں پس وہ فرشتہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر پیار و محبت کی باتوں میں مشغول تھا کہ آپ کی زوجہ حضرت رحمۃ بنت یوسف حسب دستور روٹی کا ٹکڑا کہیں سے حاصل کر کے لائیں اس نے جبکہ کی پوزیشن بدلی ہوئی دیکھی اور دو مردوں کو ایک دوسرے سے ہم کلام دیکھا تو اس سے گریہ ضبط نہ ہو سکا اور ایک چیخ مار کر فریاد کی مائے ایوب کہاں گیا؟ تو حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ایوب ہوں۔ اور خدا نے ہماری مصیبت دور کر دی ہے وہ اللہ کے انعام و اکرام کو دیکھ کر فوراً شکر کے طور پر سجدہ پروردگار میں جھک گئی۔ اور حضرت ایوب کی نظر اٹھی تو اس کے سر کے بالوں کا ایک گچھا کترا ہوا دیکھا تو نہایت رنجیدہ ہوئے۔ اور قسم کھالی کہ میں اس کو ایک سو کوڑے ماروں گا لیکن جب اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی خاطر ایک قوم سے غذا طلب کی تو انہوں نے مجھ سے باؤں کا گچھا طلب کر کے اس کی قیمت میں بخادش اور مروی ہے جناب رحمہ کے بال بہت خوبصورت تھے جب حضرت ایوب نے اپنی زوجہ کا معقول عذر سنا تو نہایت غمناک ہوئے پس خداوند کریم نے وحی فرمائی کہ ایک کھجور کا خوشہ لے لو۔ جس کی ایک سو لڑیاں ہوں اور سب کو ملا کر ایک دفعہ مارو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی پس آپ نے ایسا کیا پھر خداوند کریم نے حضرت ایوب کے افراد خاندان جو آزمائش سے پہلے مر چکے تھے وہ بھی دوبارہ زندہ کئے اور جو اس آزمائش کے دوران میں مرے تھے وہ بھی دوبارہ زندہ کئے اور سب نے مل کر فرحت و سرور کی زندگی گزاری۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تمام تکالیف سے بڑھ کر کونسی تکلیف آپ کو لاحق ہوئی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بڑھی تکلیف دشمنوں کی شامت اور ان کی طعنہ زنی تھی۔ اس کے بعد خدا نے حضرت ایوب پر سونے اور چاندی کا مینہ برسایا چنانچہ جب ہوا کی وجہ سے کوئی ٹکڑا ادھر ادھر گرتا تھا تو آپ دوڑ کر اسے اٹھالتے تھے اور جب حیرل نے پوچھا کہ اسے ایوب ابھی طبیعت سیر نہیں ہوئی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کے رزق سے کون سیر ہو سکتا ہے؟

تفسیر مجمع البیان میں بروایت قتادہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی مدت سات برس منقول ہے۔ اور

تفسیر تصنیفات الدریں میں ایک روایت کے ماتحت اٹھارہ برس منقول ہیں۔ اور حضرت ایوبؑ کی اپنی زوجہ کو ایک سو کوڑے ماننے کی قسم کی وجہ تفسیر مجمع البیان میں یہ مذکور ہے کہ شیطان لعین جناب رحمہ کے سامنے ڈاکٹر اور طبیب کے جلیسے میں پیش ہوا تو بی بی نے اس کو اپنے شوہر کے علاج کے لئے کہا اُس ملعون نے کہا میں علاج کرنے کے لئے تیار ہوں صرف ایک شرط پر اور وہ یہ کہ تندرستی کے بعد مجھے کہدینا کہ تو نے ہی شفا دی ہے اور بس اس کے علاوہ میں کچھ اور مطالبہ نہیں کروں گا۔ جب بی بی نے حضرت ایوبؑ کے سامنے اس کی اس شرط کا ذکر کیا تو آپ کو اپنی زوجہ پر غصہ آیا کہ تو اس خبیث کو اس شرط کے باوجود کیوں لاتی ہو۔ ہم پس قسم کھائی کہ اگر میں تندرست ہوا تو تجھے ایک سو کوڑے ماروں گا۔ اور بعضوں نے اس کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ بی بی کسی مطلب کے لئے باہر تشریف لے گئی اور زیادہ دیر لگا دی چونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ان کے سوا تیمارداری کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا پس آپ کا دل تنگ ہوا تو قسم کھائی کہ اگر تندرست ہوا تو اس کو ایک سو تازیانہ ماروں گا پس حکم ہوا۔

خَذْبِدَ لَكَ ضَعْفًا۔ یعنی ایک مٹھی پھڑیوں کی اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک سو لڑیوں والا خوشہ بکھرا اٹھا کر ایک دفعہ مارا اور قسم پوری ہو گئی۔

إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَأِسْحَقَ وَ

بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اسحاق اور

يَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿۱۶﴾ إِنَّا أَخْلَصْنَهُمْ

یعقوب کو جو صاحبانِ طاقت و بصیرت تھے ہم نے ان کو خالص کر لیا

بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۱۷﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ

صرف دارِ آخرت کی یاد میں اور تحقیق وہ چنے ہوئے نیک بندوں

الْمُصْطَفَيْنَ الْاٰخِيَارِ ﴿۱۸﴾ وَاذْكُرْ اِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ

میں سے تھے اور یاد کر اسمعیل یسع

تبلیغ اور صاحبانِ بصیرت و عقل تھے۔

بِخَالِصَةٍ۔ اس کی ترکیب دو طرح سے ہو سکتی ہے (۱) ذکرِ اسی کو خَالِصَةٍ سے بدل بنایا جائے یعنی ہم نے ان کو دارِ آخرت کی یاد کی بدولت خالص بنالیا۔ (۲) خَالِصہ کو ذکرِ ہی کی طرف مضاف کیا جائے۔ یعنی دارِ آخرت کے خلوص کی وجہ سے ہم نے ان کو چن لیا۔

الْاٰخِيَارِ۔ یا تو خیر کی جمع ہے جس طرح انوارِ میت کی جمع ہے اور خیر کا معنی ہے بہت کار خیر کرنے والا اور یا خیر کی

پوری ہو گئی۔

أُولِي الْأَيْدِي۔ اس کے

تین معانی ہو سکتے ہیں (۱)

صاحبانِ طاقت تھے عبادت

و ریاضت میں اور صاحبان

علم و فقہ تھے (۲) صاحبان

عمل و علم تھے اولوالایدی

سے مراد عمل کرنے والے ہیں

کیونکہ عمل کو ہاتھ کی طرف

منسوب کیا جاتا ہے۔ (۳)

صاحبانِ نعمات نبوت و

جمع ہے جس طرح قبیل کی جمع اقبال ہوا کرتا ہے۔ اور تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ ایسے اور ذوالکفل آپس میں چچا زاد تھے۔ اور ذوالکفل نے ایک سو بنی اسرائیل کو قتل ہونے سے پناہ دی تھی اس لئے اس کا نام ذوالکفل مشہور ہو گیا اور اس کا اصلی نام بشیر تھا اور حضرت ایوب کا فرزند تھا۔

منفصل قصہ

وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْأَجْيَارِ هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّمَا لِيَتَّقِينَ لِحَسَنِ قَابِ

حضرت ایوب کا سلسلہ اور ذوالکفل کو اور یہ سب نیکوں میں سے تھے یہ ان کا ذکر خیر ہے اور بے شک متقین کے لئے اچھی بازگشت ہے

نسب حضرت یعقوب کے بڑے بھائی حضرت عیسیٰ بن اسحق سے ملتا ہے۔ ایوب بن موس بن رعویل بن عیسیٰ بن اسحق بن ابراہیم حلیم السلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ کا والد ماجد حضرت موس بن رعویل بن عیسیٰ نہایت خوشحال اور مالدار آدمی تھا اور ملک شام میں سب سے بڑا دولت مند تھا حضرت ایوب تیس برس کی عمر میں اپنے باپ کے ترکہ کے وارث ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف کی اولاد مصر میں آباد تھی۔ چنانچہ حضرت یوسف کا فرزند حضرت افراتیم جو حضرت ایوب کے دادا رعویل کا سکا چچا زاد تھا ان کی سکونت بھی مصر میں تھی۔ ان کی شہزادی جناب رحمہ بنت افراتیم حسن وجمال میں اپنے دادا حضرت یوسف کے بالکل مشابہ تھیں چنانچہ حضرت افراتیم نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت یوسف نے اپنی قمیص حضرت رحمہ کو پہنائی اور فرمایا کہ یہ میرا حسن وجمال ہے جو میں تجھے بخشا ہوں۔ آپ عبادت و زہد میں لگانہ روزگار تھیں۔ حضرت ایوب اپنے والد کی وفات کے بعد خواستگاری کے لئے شام سے چل کر افراتیم بن یوسف کے پاس مصر میں پہنچے۔ چنانچہ آپ کی شادی رحمہ بنت افراتیم سے ہو گئی اور اپنی زوجہ کو لے کر واپس شام میں تشریف لائے۔ رحمہ کے بطن مبارک سے آپ کے بارہ لڑکے اور باہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ حوران اور تبتیہ کے لوگوں کے لئے رسول مبعوث ہوئے تھے نہایت خوش خلق اور نرم مزاج تھے آپ کے دسترخوان پر فقراء و مساکین کا انبوه رہتا تھا یتیموں اور یتیموں کی خبر گیری آپ کا شیوہ تھا۔ آپ نے اپنے کارداروں اور جملہ ملازمین کو حکم دے رکھا تھا کہ میری کھیتی اور باغات سے کسی کو نہ روکا جائے حتیٰ کہ حیوانات تک کو نہ روکا جاتا تھا اور بایں ہمہ حضرت ایوب پر رحمت اور برکت کی بارش برستی تھی اور ہر وقت آپ مشک پروردگار میں رطب اللسان رہتے تھے اور صبح و شام کو تمام نماز گزار آپ کے ہاں ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک ہزار گھوڑا ایک ہزار گھوڑی ایک ہزار نچرتین ہزار اونٹ ڈیڑھ ہزار اونٹنی ایک ہزار بیل ایک ہزار گائے اور دس ہزار بکریاں وغیرہ آپ کی مالداری میں داخل تھیں اور ہر مال میں چھاپس پچاس پر ایک ایک چروا ہا مقرر تھا۔ پس شیطان نے ازراہ حسد بارگاہ پروردگار سے حضرت ایوب کے امتحان کا سوال کیا جو منظور ہوا پس شیطان کے لشکر میں سے ایک نے حضرت ایوب کے تمام باغات جلا کر خاکستر کر دیئے اور دوسرے نے آپ کے تمام مویشیوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ حتیٰ کہ ان کے تمام چرواہے بھی لقمہ اجل ہو گئے۔ حضرت ایوب نماز پڑھ رہے تھے کہ خود شیطان روسیاء نے مسکارا نہ گریہ کرتے ہوئے آپ کو درویشی زہر سنائی کہ آپ کے جملہ اموال اور باغات تباہ ہو گئے ہیں۔ اور

یہ کاری کی عبادت کرنے والے کو ایسی ہی سزا ملے گی ہے لیکن حضرت ایوب نے شیطان کی بات پر کان دھرنے بغیر ناز کو جاری رکھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو نہایت اطمینان و سکون سے فرمایا کہ میرے مال سب اللہ کی ملکیت ہیں وہ جو چاہے کرے اس کے بعد ہمسائے میں بسنے والوں نے زبان طعن و راز کی تو آپ نے ان کے خرافات کا جواب دیے بغیر شکر پروردگار زبان پر جاری فرمایا۔ پھر شیطان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تو خدا کی رحمت سے مایوس اور ہر نیکی سے دور ہے ورنہ اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہوتی تو میرے دوسرے چرواہوں کی طرح تو بھی لقمہ اجل ہو جاتا پس میرے دربار سے نکل جا۔ گویا وہ ملعون حضرت ایوب کے ملازمین میں سے کسی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگا کسی نے سچ کہا ہے کہ متکبر لوگوں کی خدمت نہ کیا کرو اب مجھے پتہ چلا ہے کہ تو عابد نہیں تھا بلکہ ریاکار تھا۔ میں تو تیرا نوکر اور خدمت گزار تھا تو نے مجھے نوکری کا یہی صلہ دیا ہے۔ حضرت ایوب اس کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر پھر غازی میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ خائب و خاسر واپس چلا گیا۔

پھر ارشاد پروردگار ہوا کہ اے ملعون تو نے میرے بندے ایوب کو کس طرح پایا ہے؟ اس نے عرض کی ابھی تک اس کی اولاد موجود ہے اس لئے وہ شکر کر رہا ہے چنانچہ وہاں سے اجازت لے کر واپس پلٹا تو حضرت ایوب کی تمام اولاد جو ایک عالی شان محل میں موجود تھی ان میں سے چھ لڑکوں کے نام یہ ہیں (۱) حزقل (۲) مقبل (۳) رشد (۴) رشید (۵) بسرون (۶) بشیر اور چھ لڑکیوں کے نام یہ ہیں (۱) فحماة (۲) عبیدہ (۳) صالحہ (۴) عافیہ (۵) تقیہ (۶) مومنہ۔ ان کے علاوہ باقی اولاد کے نام کتب میں نہیں ملتے۔ پس شیطان نے اس محل کو ایسی جنبش دی کہ وہ دھڑم سے زمین بوس ہو گیا اور حضرت ایوب کی ساری اولاد چشم زدن میں لقمہ اجل ہو گئی۔ پس شیطان ملعون ایک ملازم کی شکل میں بناوٹی گریہ کرتا ہوا حضرت ایوب کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ آپ کی تمام اولاد مکان گرنے سے دب کر تباہ ہو گئی ہے۔ ان کے حسین چہرے خاک و خون میں غلطان ان کے نازنین جسم خون میں لت پت اور ان کا گوشت پوست ٹھریاں ریزہ ریزہ ہو چکی ہیں۔ آپ نے شیطان کی زبان سے درد بھری داستان سُن کر اپنے گریہ و بکا کو ضبط کرتے ہوئے فرمایا اے مردود! نکل جا کہ میری سب اولاد اللہ کا عطیہ تھی۔ اگر آج وہ چلی گئی تو کل میں بھی چلا جاؤں گا کیونکہ ہر زندہ انسان کا انجام موت ہے چنانچہ وہ خائب و خاسر چلا گیا۔

پھر ارشاد پروردگار ہوا کہ اے ملعون تو نے میرے بندے ایوب کو کس طرح صابر و شاکر پایا ہے تو اس ملعون نے ازراہ حسد عرض کی ابھی تو اس کا جسم تندرست ہے پس اللہ نے جہانی تکلیف دیدی چنانچہ آپ کے جسم میں بیماری شروع ہوئی۔ اور سر سے پاؤں تک آپ کا تمام جسم ایک زخم کی مانند ہو گیا تو حضرت ایوب نے اپنی زوجہ رحمہ سے فرمایا کہ اللہ اپنے بیویوں کو آزماتا ہے اور وہ صبر کیا کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک صبر کرنے والوں کی نیک جزا ہوتی ہے اس کے بعد آپ سجدہ شکر میں گر گئے چنانچہ جب جناب رحمہ پر گریہ طاری ہوا تو آپ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی کہ تو انبیاء کی اولاد ہے اور میں بھی نبی ہوں اپنے آباء صالحین یوسف یعقوب اسحاق اسمعیل اور ابراہیم علیہم السلام کے واقعات کو یاد کرو اور صبر کرو۔ اس کے بعد آپ نے رحمہ سے فرمایا کہ

میرا جسم چونکہ زخمی ہے لہذا اس مسجد سے نکال کر کھلی جگہ پر مجھے لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کر کے ایک مختصر سی جھونپڑی بنائی اور وہاں حضرت ایوب کو منتقل کر دیا جن لوگوں پر حضرت ایوب شب و روز مہربان رہتے تھے۔ مصیبت کے دنوں میں ان کے رُخ بھی آپ سے پھر گئے اور حضرت رحمہ کو جو ان سے توقعات وابستہ تھیں۔ ان کی روگردانی سے سب خاک میں مل گئیں۔ حضرت ایوبؑ نے پچھم گریاں جناب رحمہ سے فرمایا کہ ہم پر صدقہ حرام ہے اور کما کر کھانا ہماری شان ہے یہ کہہ کر آپ نے ساختہ رو دیئے۔ جناب رحمہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تو اولادِ انبیاء میں سے ہے اور حُسن و جمال میں اپنے جدِ حضرت یوسفؑ کی وارث ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس شہر میں فاسق و فاجر لوگوں کی کثرت ہے پس روتا اس لئے ہوں کہ تو پردہ دار ہو کر خدمتِ گذاری کے فرائض کس طرح انجام دے گی جب کہ شیطان کے مکر و فریب کا جال ہر طرف بچھا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب رحمہ کے دل کو ایک دھچکا سا لگا اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر طبیعت پر ضبط کر کے عرض کی میرے آقا آپ نہ گھبراہٹیں۔ میں نبیِ زاوی ہوں میری عصمت کا خدا محافظ ہے پس حضرت ایوبؑ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے حضرت رحمہ کو خوراک کے انتظام کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ پس تنبیہ والوں کے گھروں میں جھاڑو پانی اور دیگر تمام گھربلو کاروبار میں ملازمت کے فرائض انجام دے کر مزدوری وصول کرتی تھی اور اسی سے گذر بسر ہوتا تھا۔

پس شیطان نے شہر والوں کے دلوں میں یہ دوسوہ ڈال دیا کہ یہ عورت اپنے مرہن شوہر کی تیمارداری کرتی ہے اور پھر تیارے گھروں میں بھی کام کرتی ہے ممکن ہے کہ ان کی بیماری کے براہِ تہم پھیل جائیں لہذا ان سے مکمل بائیکاٹ کر لینا زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ انہوں نے متفقہ فیصلے سے حضرت رحمہ کا گھروں میں داخلہ ممنوع قرار دیا جناب رحمہ نے اپنے شوہر کو شہر والوں کے اس فیصلہ کی اس لئے رپورٹ نہ دی کہ مبادا ان کے غم و اندوہ میں اضافہ ہو جائے۔

اس کے بعد شہر والوں نے ایک دفعہ مشورہ کیا کہ شہر کے ظالم کتے حضرت ایوبؑ پر چھوڑے جائیں جو اسے پھاڑ کھائیں جب جناب رحمہ کو تپہ چلا تو اس نے ایوبؑ کو لوگوں کے عزائمِ فاسدہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں اور خدا اپنے نبیوں پر کتوں کو مسلط نہیں فرمایا کہ تا چنانچہ جب انہوں نے کتے چھوڑے تو وہ حضرت ایوبؑ کے قریب آکر رُک گئے اور باادب آپ کو سلام کر کے واپس چلے گئے اور آئینہ کی بے ادبی کے خوف سے انہوں نے شہر سے کنارہ کشی کر لی۔ حتیٰ کہ پورے شہر میں ایک کتا بھی نہ رہا۔

پس شہر والوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ نے رحمہ سے فرمایا کہ مجھے اس بستی سے کسی دوسری بستی کی طرف لے جاؤ۔ چنانچہ وہاں سے وہ ایک رستے پر حیران و پریشان کھڑی تھی کہ دو خوبصورت نوجوان آپہنچے جن کے جسم سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی جناب رحمہ نے ان کی امداد سے ایک مختصر سی جھونپڑی بنائی پس جناب رحمہ نے کہا کہ تم نیک لوگ معلوم ہوتے ہو۔ میرے شوہر کے لئے دعا کرو تو ان دونوں نے نہایت خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ اپنے شوہر کو ہانے سلام پہنچا دینا۔ جب جناب رحمہ نے حضرت ایوبؑ کو ان کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا اے رحمہ تو کس قدر خوش نصیب

ہے کہ تجھ سے فرشتے کلام کرتے ہیں کہ وہ جبریل و میکائیل تھے جناب رحمہ نے عرض کی کہ میں نے آپ کے لئے جھونپڑی بنا لی ہے۔ اب جاتی ہوں اگر کچھ آدمی مل جائیں تو ان سے کہوں گی کہ آپ کو اٹھا کر وہاں لے جائیں۔ چنانچہ دوبارہ چوراہے پر آکر کھڑی ہو گئی تو چار فرشتے گزرے اور جناب رحمہ کی درخواست پر وہ آئے اور انہوں نے حضرت ایوب سے اظہارِ ہمدردی کیا اور اٹھا کر اس نئی تیار کردہ جھونپڑی میں لے آئے اور فرش پر آپ کو سلا دیا پس وہ چلے گئے اور حضرت رحمہ بدستور تیمارداری میں مشغول ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد خوردان کی بستی کی طرف آپ منتقل ہو گئے۔ جناب رحمہ بدستور لوگوں کے گھروں میں خدمت کے فرائض انجام دیتی تھیں اور دونوں اس سے سب اوقات کرتے تھے جب ایک دن ایک عورت نے طعنہ دیا تو نبی نے جواب دیا کہ میرا نام رحمہ ہے میرا باپ اللہ کا نبی ابراہیم تھا اور دادا حضرت یوسف جس کو اللہ نے صدیق کا لقب دیا۔ ان کا باپ حضرت یعقوب جن کو اللہ نے اسرائیل کا لقب دیا اور ان کا باپ اسحق صلی اللہ اور ان کا باپ ابراہیم خلیل اللہ تھا۔ اور میں ایوب کی زوجہ ہوں جو اللہ کا نبی ہے پس چند عورتیں مل کر حضرت ایوب کی زیارت کے لئے آئیں اور حضرت ایوب کی حالت زار کو دیکھ کر سمجھتے ہوئے چنانچہ حضرت ایوب اور جناب رحمہ پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت ایوب نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

حضرت ایوب پر وحی ہوئی کہ جس طرح میری نعمتوں پر تم نے صبر کیا ہے۔ اسی طرح مصائب پر بھی صبر کرو۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب رحمہ گھر سے باہر گئیں لیکن کہیں سے بھی ان کو زوروری پر غذا میسر نہ ہو سکی۔ پس رو رو کر بارگاہِ خداوندی میں اپنی تکلیف کا اظہار کیا اس کے بعد ایک بڑھیا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو اس بڑھیانے جواب دیا کہ میری لڑکی کے بال خوبصورت نہیں ہیں اور اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں اگر تم اپنے بالوں کا ایک گچھا مجھے دے دو تو میں اس کے بدلہ میں دو روٹیاں دوں گی۔ جناب رحمہ نے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو بدلہ ناخواستہ بڑھیانے کی بات مان لی۔ جب واپس ایوب کے پاس پہنچی اور اپنا ماجرا بیان کیا تو حضرت ایوب نہایت غمزدہ ہوئے پس وحی ہوئی کہ اے ایوب اس دکھ اور مصیبت کے بدلہ میں میں نے تیرا اجر زیادہ کر دیا ہے اور تیری بیوی رحمہ کو بھی جنت میں اس تکلیف کا بہت زیادہ بدلہ دوں گا پس حضرت ایوب خوش ہو گئے۔

جب حضرت ایوب کی مصیبت کی انتہا ہوئی تو حضرت جبریل آئے اور حضرت ایوب سے کھڑے ہونے کو کہا جب آپ کھڑے ہوئے تو جبریل نے کہا زمین پر پاؤں کی ٹھوک لگاؤ۔ چنانچہ ٹھوک لگانے سے ایک صاف و شفاف چشمہ ظاہر ہوا جو برف سے سفید تر شہد سے شیرین تر اور کافور سے خوشبو میں پاکیزہ تر تھا پس اس سے پانی پیا تو اندرونی ہر قسم کی بیماری ختم ہوئی اور اس سے غسل کیا تو بیرونی مصائب دور ہوئے اور چودھویں کے چاند کی طرح رنگ نکھر گیا پس جبریل نے جنت کا لباس پہنایا اور نعلین بھی آپ کے پیش کی اور کھانے کو ایک جنتی ناشپاتی دی جس کا نصف حصہ ایوب نے کھایا اور باقی نصف جناب رحمہ کے لئے محفوظ کر لیا تو جبریل نے کہا یہ پورا دانا آپ خود کھائیں کیوں کہ میں جناب رحمہ کے لئے دوسرا دانہ بھی لایا ہوں۔ اس

دن جناب رحمہ لبتی سے تھی دست مایوس روتی ہوئی واپس آرہی تھی کہ اپنے مکان رہائش کی پوزیشن جو کہ بدلی ہوئی تھی دیکھی۔ چٹے باغات اور سبزیاں دیکھ کر ششدر سی رہ گئی اور پاکیزہ شکل جوان کو نماز پڑھتے دیکھ کر گھبرا گئی کہ شاید میں رستہ بھول چکی ہوں۔ پس دریافت کیا اے غار گزار تجھے ایوب کی کچھ خبر ہو تو بتاؤ۔ پس آپ نے فرمایا میں ہی ایوب ہوں۔ اور خدا نے اپنے رحم و کرم سے ہمارے مصائب ختم کر دیے۔

پس حضرت ایوبؑ کو سابق تمام نعمات واپس دی گئیں بلکہ ان سے بھی زیادہ عطا کیا گیا۔ ان کی اولاد کو پروردگار نے دوبارہ زندگی بخشی۔ بارہ بیٹوں اور بارہ بیٹیوں کو دوبارہ زندہ دیکھا۔ پھر شام کی حکومت اور عمر گذشتہ کے برابر دوبارہ عمر بھی آپ کو دی گئی۔ اور جناب رحمہ کو سوتازیا نے مارنے کی جو قسم کھا چکے تھے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ ایک خوشنہ کھجور جس کی ایک سو شاخ ہو اسے ایک دفعہ مارو تو قسم پوری ہو جائے گی اور مروی ہے کہ رحمہ کو مارنے کی قسم کا موجب رحمہ کے سر کے بالوں کا کٹا ہوا ہوا تھا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور خداوند کریم نے جناب رحمہ کو وہ بالوں کا حسن بھی دوبارہ عطا فرمایا۔ جب کسی نے ایوب سے دریافت کیا کہ تمام مصائب میں سے سخت ترین مصیبت آپ نے کونسی دیکھی تو فرمایا دشمنوں کی شامت ہر مصیبت سے زیادہ تکلیف دہ تھی پس حضرت ایوبؑ اور رحمہ ایک عرصہ تک خوش حال زندگی بسر کرتے رہے اور بوقت وفات آپ نے اپنے تمام لوگوں کو معاف فرمایا اور یتیم پروری کی وصیت فرمائی اور دونوں کا انتقال ایک دوسرے کے قریب قریب زمانہ میں ہوا۔ اور حضرت ایوبؑ کو اسی چشمہ کے قریب دفن کیا گیا جو آپ کے لئے آب شفا بنا تھا۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد لام بن عاد نامی ایک بادشاہ نے شام پر حملہ کیا چنانچہ اولاد ایوب پر بھی اس نے فتح پالی اور اس نے حضرت ایوب کے سب سے بڑے سزا دے حزقل بن ایوب کو ایک پیغام بھیجا کہ اپنے تمام اموال میں سے مجھے نصف مال بطور شاہی ٹیکس کے دید و درنہ زبردستی تمہارا سب مال تجی سرکار ضبط کر لیا جائے گا اور نیز اس نے ان کی ہمیشہ فقیر یا مومنہ کا رشتہ بھی طلب کیا اور ان دونوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنے کا ان کو پیغام بھیجا چنانچہ جناب حزقل بن ایوب نے جواب دیا کہ ہمارا جس قدر مال ہے اس میں فقراء مساکین یتامی مسافروں اور کمزوروں کے علاوہ اور کسی کا حصہ نہیں ہے اور چونکہ تو ہمارے دین پر نہیں ہے لہذا رشتے کا سوال بھی فضول ہے اور تو نے شاہی دید و درنہ زبردستی طلب کیا ہے اور ہمیں ہمارا دلی و ناصر ہے۔ جب بادشاہ کو واپسی پیغام پہنچا تو اس نے فوج کشی کر لی پس حزقل نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا تو بشیر نے جواب دیا کہ میں آپ لوگوں کو جنگ کا مشورہ ہرگز نہ دوں گا۔ پس مناسب یہ ہے کہ مال میں سے وہ جو کچھ طلب کرے اس کو دے دیا جائے اور رشتہ کی بات ٹال دی جائے لیکن حزقل کو یہ رائے پسند نہ آئی اور اس نے بھی مقابلہ میں اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں حزقل کو شکست ہوئی پس اس نے ان کے تمام اموال پر قبضہ کر لیا۔ اور بشیر بن ایوب بھی اپنے لشکر کے کافی حصہ کے ساتھ قید ہو گیا۔ اور حزقل خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد کافی مال جمع کر کے لام بن عاد کو بطور ہدیہ پیش کرنے کا تہیہ کیا تاکہ اپنے بھائی کا فدیہ دے کر اسے آزاد کرائے تو

خواب میں اُس کو کسی نے آواز دی کہ فکر نہ کرو تمہارا بھائی آزاد ہو جائے گا۔ اور تمہارا مال بھی محفوظ رہے گا۔ اور بادشاہ ایساں کو قبول کر لے گا اور انجام کار اچھا ہوگا۔ چنانچہ جب اُس نے اپنے باقی بھائیوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو وہ سارے وہاں ہرک گئے۔ اور لام بن عمار کو پیغام بھیجا کہ میں کوئی مال دینے کو ہرگز تیار نہیں ہوں تو نے جو کچھ ہمارا بگاڑنا ہے بگاڑ لے۔ چنانچہ بادشاہ غصے سے لال ہو گیا اور اس نے بشیر بن ایوب سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میرے بھائی تمہیں مال پیش کریں گے لیکن اب انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے پس تم اپنی صناعت کے ماتحت مجھے مال دلاؤ۔ ورنہ میں تمہیں زندہ آگ میں جلا دوں گا۔ یہ بات سنتے ہی بشیر گھبرا گیا تو ادھر حضرت قن بن ایوب نے اپنے بھائی بشیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے اس طرح خواب میں دیکھا ہے تو بشیر بھی یہ خواب سن کر مطمئن ہو گیا۔

ادھر بادشاہ نے گمری گمری نمری اور غاریں کھودنے کا حکم دیا اور پھر ان کو لکڑیوں سے بھرنے اور ان پر تیل ڈال کر آگ لگانے کا حکم دیا تاکہ اس میں بشیر کو زندہ ڈال کر جلا دیا جائے چنانچہ جب بشیر کو آگ میں ڈالا گیا تو حکم پروردگار بشیر کو ذرہ بھر گزندہ پہنچا اور بادشاہ یہ ماجرا دیکھ کر گھبرا گیا۔ چنانچہ اس نے بشیر سے دریافت کیا کہ اسے اولاد ایوب کیا تم لوگ جادوگر ہو؟ آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہمارے جد حضرت ابراہیم خلیل بن تاریخ کو بادشاہ وقت نمرود بن کفان نے آگ میں ڈالا تھا تو خدا نے اُن پر آگ کو گلزار کر دیا تھا اور خدا نے میرے لئے بھی آگ کو گلزار کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ بات بادشاہ کے دل میں گھر گئی۔ اور یہ نبوت کا معجزہ دیکھ کر اُس کا دل ایمان و معرفت کا مقام بن گیا۔ پس وہ اپنے عوامِ فاسدہ سے تائب ہوا۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان و مومن ہو گیا۔ اور حضرت ایوب کے لڑکوں نے پھر اپنی بہن کا رشتہ بھی اُس سے کر دیا اور اسی بشیر بن ایوب کی کنیت ذوالکفل ہے کیونکہ اپنے بھائیوں کے فدیہ ادا کرنے کا کفیل ہوا تھا پس آپ تک شام میں نبی تھے اور بادشاہ لام بن عاد آپ کے تابع فرمان ہو کر دشمنان اسلام سے جہاد کرتا تھا حتیٰ کہ ذوالکفل کی رحلت ہو گئی اور پھر وہ مومن بادشاہ بھی مر گیا۔ اور ملک شام پر مخالفہ کا قبضہ ہو گیا اور پھر خدا نے حضرت شعیب کو ان پر نبی مبعوث فرمایا۔ ان کا نام فتر بن صہون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم خلیل تھا۔ (مخص البرہان)

يَذْعُونَ - یعنی جتنی لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے اور حرد غلمان پر حکم کریں گے۔ پس جس میوہ کی طرف اشارہ کریں گے وہ خود بخود قریب آجائے گا اور ان کو تکلیف کرنے کی ذرہ بھر ضرورت محسوس نہ ہوگی۔

قَصْرَاتُ الطَّرْفِ - یہ

عورتوں کی عمدہ صفت ہے

یعنی آنکھ نیچی رکھنے والی شرمیلی

عورتیں اور اتراب جمع ہے تریب

کی جس کا معنی سیلیاں کیا جاتا

جَنَّتِ عَدْنٍ مَّفْتَحَةٌ لَهُمُ الْاَبْوَابُ ۝۵۱ مَتَكِينٍ

ہمیشہ کے باغات کو ان کے لئے ان کے دروازے کھلے ہوں گے

فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝۵۲ وَ

ہوں گے اس میں طلب کریں گے میوہ جات کو اور مشروب کو۔

ہے جو دس سال اور حین صورت میں ایک جیسی ہوں۔

مَا لَهَا مِنْ نَفَادٍ - یعنی جتنی غذاؤں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ جس شاخ سے ایک میوہ توڑا جائے گا اس کی جگہ فوراً دوسرا موجود

ہو جائے گا۔

عِنْدَهُمْ قَصْرٌ الطَّرِيفِ أَثْرَابٌ ﴿۵۴﴾ هَذَا مَا تَوْعَدُونَ

حَمِيمٌ - حیم کا معنی سخت

گرم اور غساق کا معنی سخت

بدبودار غلیظ یا سخت ٹھنڈا

اور بعضوں نے ذکر کیا ہے

کہ غساق جہنم میں ایک تالاب

ہوگا جس میں تمام زہریلے

جانوروں مثلاً سانپوں اور

بچھوؤں وغیرہ کی زہر جمع

ہوگی اور گرم پانی کے ساتھ

ملا کر جہنیوں کو پلائی جائیگی۔

هَذَا قَوْحٌ - پہلے جہنی

رہنا اور پھر داخل ہوں گے

اور بعد میں ان کے مقتدی

اور مرید داخل ہوں گے تو

فرشتے ان سے کہیں گے

یہ تمہارے مریدوں اور

مقتدیوں کی فرج بھی تمہارے

ساتھ شریکِ عذاب ہے

پس دنیا میں اپنے مریدوں کو

ان کے پاس آنکھیں نہ رکھنے والی زہروان حسین اہسن عورتیں ہوں گی

لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۵﴾ إِنَّ هَذَا الرِّزْقُ مَا لَدُنْ نَفَادٍ ﴿۵۵﴾

کیا گیا تھا یومِ حساب کے لئے

تحقیق یہ ہمارا وہ رزق ہے

جو ختم نہ ہوگا

هَذَا وَإِنَّ لِلطَّغِيْنَ لَشَرَّ مَا بٍ ﴿۵۶﴾ جَهَنَّمَ لَيَصَلُونَهَا

یہ اور بے شک مرگشوں کے لئے بُری بازگشت ہے

جہنم میں جلیں گے بس وہ با پھوٹا ہوگا

فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۷﴾ هَذَا فليذوقوا حَمِيمٌ وَغَسَاقٌ ﴿۵۸﴾

یہ حیم و سخت گرم، غساق (سخت سرد) پس چکھو اس کو

وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿۵۹﴾ هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَدٍ مَعَكُمْ

اور دوسرا (عذاب) اسی قسم کا جلی کئی تمہیں ہوں گی

یہ (فرج) تمہارے مقتدیوں کی، تمہارے ساتھ داخل ہے

لَا مَرْحَبًا بِهِمْ إِفْتِهِمْ صَلَوَاتِ النَّارِ ﴿۶۰﴾ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ كَا

(وہ کہیں گے) نہ خوشی دیکھیں یہ لوگ کہ وہ آگ میں جلنے والے ہیں تو کہیں گے (مقتدی)

بلکہ تم کو خوشی

مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۱﴾

نصیب نہ ہو تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لئے مہیا کیا ہے

پس وہ بڑا ٹھکانا ہے

خوش آمدید اور مرحبا کہنے والے اس وقت ان کو لامرحبا (یعنی تم کو خوشی نصیب نہ ہو یا دفع ہو جاؤ) کے حقارت آمیز لہجہ

سے خطاب کریں گے تو مرید بھی ان کو اسی طرح تلخ اور زہین آمیز لہجہ میں جواب دیں گے لامرحبا (تم خوشی نہ پاؤ اور دفع ہو

جاؤ) یہ جہنم کا سامان تم نے ہمارے لئے مہیا کیا ہے کہ تمہارے پیچھے چل کر ہم مبتلائے عذاب ہوئے ہیں۔

قَالَوَا - پس وہ دوزخی مرید اللہ سے درخواست کریں گے کہ جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور ہمارے لئے جہنم کا سبب مہیا کیا تھا ان کو دو گنا عذاب دیا جائے۔ کاش کہ دنیا میں ہی انسان حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کرے تاکہ آخرت کی حسرت و ارمان سے بچ جائے۔

مَالَنَا - مجمع البیان میں ہے کہ اس کا شان نزول البہل اور ولید وغیرہ مشرکین مکہ کے حق میں ہے جو مومنین کو گمراہ سمجھتے تھے پس بروزِ محشر جب ادھر ادھر دوزخ میں دیکھیں گے تو ان کو صیب، بلال اور عمار وغیرہ نظر نہ آئیں گے۔ پس آپس میں ایک دوسرے سے ازراہِ حسرت پوچھیں گے کہ جن لوگوں کو ہم گمراہ اور شرارت پسند خیال کرتے تھے وہ نظر نہیں آتے۔ اور آیت صرف انہی بیان کردہ لوگوں سے مخصوص نہیں بلکہ تا قیامت جس قدر باطل پرست ہوں گے جہنم میں پہنچ کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ جن کو ہم گمراہ سمجھتے تھے کہاں گئے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جابر سے فرمایا کہ تمہارے مخالف

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فِرْدًا عَذَابًا ضِعْفًا فِي

کہیں گے اے ہمارا رب جس نے ہمارے لئے یہ چیز مہیا کی ہے پس اس پر دو گنا عذاب زیادہ کر آگ میں

النَّارِ ﴿۶۲﴾ وَقَالُوا مَالَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

اور کہیں گے تعجب ہے کہ ہم ان بندوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم برا

مِنَ الْأَشْرَارِ ﴿۶۳﴾ أَخَذْنَاهُمْ سِحْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ

سمجھتے تھے کیا ہم نے ان سے سحری کی تھی (پس ہم غلطی پر تھے) یا ان سے

الْأَبْصَارِ ﴿۶۴﴾ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۵﴾

ہماری آنکھیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں؟ تحقیق اہل جہنم کا باہمی جھگڑا یقیناً ہوگا

اور جہنم میں جانے والے تمہیں وہاں ڈھونڈتے ہوں گے۔

امالی شیخ سے منقول ہے ایک دفعہ سماعہ بن مہران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا۔ اے سماعہ بدترین لوگ کون ہیں؟ سماعہ نے عرض کی کہ وہ ہم ہیں۔ آپ سنتے ہی جو نبی تکبر کے سہارے لیٹے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر پوچھا کہ لوگوں کے نزدیک بدترین لوگ کون ہیں؟ تو سماعہ کہتا ہے میں نے عرض کی اے فرزند رسول خدا کی قسم میں نے غلط نہیں کہا لوگوں کے نزدیک ہم بدترین مخلوق ہیں وہ ہمیں کافر اور راہضی تک کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں آپ نے فرمایا سنو! جب تم کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور ان کو جہنم کی طرف دھکیلا

لوگ جہنم میں تمہارے متعلق پوچھیں گے کہ وہ کہاں گئے کیا ہم دنیا میں غلطی کرتے ہوئے ان سے مسخری کرتے تھے یا ان سے ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم جنت میں عیش و عشرت سے بسر کرتے

جائے گا چہرہ ایک دوسرے سے تمہارے متعلق پوچھیں گے کہ وہ کہاں ہیں جن کے متعلق ہم کہتے تھے کہ وہ گمراہ اور شرارت پسند و بدترین لوگ ہیں اے سماعہ یاد رکھو کہ تم میں سے اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوگی تو ہم بروز عشر دربارِ خداوندی میں اپنے قدموں سے چل کر تمہاری شفاعت کریں گے پس تم میں سے دس آدمی بھی بلکہ پانچ آدمی بھی بلکہ تین بھی بلکہ ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا پس تم ایک دوسرے سے درجاتِ جنت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور اپنے دشمن پر پھینکاری کے ذریعے سے برتری پیدا کرو۔

نَبَأٌ عَظِيمٌ - یعنی قیامت کے حقائق تو حید پروردگار کے دلائل اور سابق انبیاء کے واقعات پر مشتمل رکوع نمبر ۱۲ کتاب یعنی قرآن مجید نَبَأٌ عَظِيمٌ ہے جس سے تم مزہ موڑتے ہو۔ اگر تم لوگ اس میں تدبر کرتے تو یقیناً

اس نظریہ تک پہنچ جاتے کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کا بھیجا ہوا دین برحق ہے اور تفسیر باطنی کے لحاظ سے نبیاء عظیم کی تاویل امامت بھی کی گئی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ کوئی آیت مجھ سے اکبر نہیں اور کوئی نبیاء مجھ سے اعظم نہیں (برہان) بِالْمَلَأِ الْأَعْلَى - اس سے

قُلْ إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ وَمَا مِنَ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ

کہہ دیں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور کوئی الٰہ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو صرف ایک ہے بڑے

الْقَهَّارُ ﴿٦٦﴾ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ

قہر والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے جو غالب ہے

الْغَفَّارُ ﴿٦٧﴾ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ أَنْتَ عِنْدَ مِعْرُونِ

بخشنے والا ہے کہہ دے (قرآن) بڑی خبر ہے جس سے تم لوگ کفار کہہ روگردان ہو

﴿٦٩﴾ مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَى إِذْ

مجھے کوئی خبر نہیں ملا اعلیٰ کی جب جھگڑا

مراد ملائکہ ہیں یہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ حکم پروردگار ہے کہ آپ ان قریش مکہ سے کہیں کہ اگر یہ کلام براہوتاً تو جھلا مجھے ملا اعلیٰ کے متعلق کیا علم تھا کہ فرشتوں نے آدم کی پیدائش کے وقت کیا جھگڑا کیا تھا؟ اگر مجھے اللہ کی طرف سے وحی نہ کی جاتی تو میں کس طرح تم کو آدم کی پیدائش کی تفصیلات بتا سکتا تھا؟

يَخْتَصِمُونَ - تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابن عباس حضرت رسول کریم سے مروی ہے کہ مجھے خطاب پروردگار پہنچا کہ بتاؤ فرشتے کس بات پر ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں تو میں نے عرض کی اے پروردگار! مجھے اس کی خبر نہیں ہے تو ارشاد قدرت ہوا کہ فرشتے دو موضوعات پر ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں۔ (۱) کفارات یعنی وہ کونسے اعمال ہیں جن کی بدولت غلطیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (۲) درجات یعنی وہ کون سے اعمال ہیں جن کی بدولت درجے بلند ہوتے ہیں پس کفارات

تین ہیں (۱) موسم سرما میں وضو کرنا (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا۔ اور درجات بھی تین ہیں۔ اِفْتَاءُ السَّلَامِ وَاطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔ یعنی سلام کی زیادتی مہمان نوازی اور لوگوں کی غفلت کے وقت نماز شب کی ادائیگی۔ اور تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال حضرت رسالت مآب سے منقول ہے کہ شب معراج مجھ سے سوال کیا گیا کہ فرشتوں کا موضوع بحث کیا چیز ہے تو میں نے بتایا درجات و کفارات۔ پھر سوال ہوا کہ درجات کیا چیز ہیں، تو میں نے چار چیزیں بتائیں (۱) موسم سرما میں وضو (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا (۴) مرتے دم تک میری اور میری اہل بیت سے محبت رکھنا۔

ذکرِ خلقتِ آدم

نَفَخْتُ فِيهِ - مقصد

یہ ہے کہ اس میں نے بلا واسطہ

روح ڈالی ہے یعنی اس کو

ماں باپ کی احتیاج کے

بغیر پیدا کیا ہے حکم سجدہ

اور ابلیس کا انکار اور اس

پر وارو ہونے والے اعتراضات

کے جوابات تفسیر کی جلد ۲

میں ملاحظہ فرمائیں۔ پہلا

ایڈیشن ص ۹۹ تا ص ۱۰۱ اور

دوسرا ایڈیشن ص ۸۷ تا ص ۸۹

خَلَقْتُ بِيَدِي - اس کا

مطلب بھی یہی ہے کہ میں

نے اس کو بذاتِ خود بغیر

کسی واسطہ و سبب کے

پیدا کیا ہے۔ تفسیر برہان

يَخْتَصِمُونَ ﴿٤١﴾ اِن يُّوحَىٰ اِلَى الْاِنَّمَا اَنَّا نَذِيْرٌ مُّبِينٌ ﴿٤١﴾

کر رہے تھے میری طرف وحی کی جاتی مگر یہ کہ میں صاف ڈرانے والا ہوں

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٤٢﴾

جب کہا تو رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں ایک بشر

فَاِذَا سُوِّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٣﴾

جب ٹھیک بناؤں اور اس میں اپنا روح ڈالوں تو گر جاؤ اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَمَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِلَّا اِبٰلِيْسَ ط

تو سجدہ کیا تمام کے تمام فرشتوں نے سوائے ابلیس کے

اِسْتَكْبَرُوْكَ اِنْ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَاٰ اِبٰلِيْسَ مَا

کہ اس نے تکبر کیا اور کافر ہوا فرمایا (اللہ نے) اسے ابلیس تجھے کس

مَنْعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِيْ مَا خَلَقْتُ بِیَدِيْ اِسْتَكْبَرْتَ

چیز نے روکا کہ سجدہ کرے اس کا جس کو میں نے اپنی قدرت و حکمت سے بنایا کیا تو نے تکبر کیا ہے

میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کلام عرب میں یہ قوت کو بھی کہتے ہیں اور نعمت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے گویا اس جگہ معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو اپنی قوت و نعمت سے پیدا کیا اور دوسری روایت میں امام علی رضا علیہ السلام سے

منقول ہے کہ اس کا معنی ہے میں نے اس کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

عَالِينَ كَامَعْنَى نے حضرت رسالت مآب سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جو فرشتوں سے بھی بلند ہیں۔ آپ نے فرمایا میں علی فاطمہ اور حسن و حسین۔ ہم سرادق عرش میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور فرشتے بھی ہم سے سن کر تسبیح کرتے تھے۔ اور یہ حضرت آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے کی بات ہے اور فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی ہماری ہی وجہ سے ملا تھا (کیونکہ ہمارے انوار اس کی پیشانی میں تھے) چنانچہ ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کر لیا تھا۔ پس ابلیس کو خطاب بطور سرزنش کے ہوا کہ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا ان عالین میں سے ہے جن کے اسمائے طاہرہ سرادق عرش پر مکتوب ہیں۔ پس آپ نے فرمایا ہم اللہ کا وہ دروازہ ہیں جس سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے۔ اور ہماری بدولت ہی لوگوں تک ہدایت پہنچتی ہے جو شخص ہمارے ساتھ محبت کرے گا خدا اس سے محبت رکھے گا اور اس کو جنت کا ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔ اور جو ہمارے ساتھ دشمنی رکھے گا خدا اس کا دشمن ہوگا اور اس کو دوزخ میں جگہ دے گا۔ اور ہمارے ساتھ محبت وہی رکھے گا جس کی ولادت پاکیزہ ہوگی۔ یہ روایت ابن بابویہ کی کتاب بشارات الشیعہ سے بھی منقول ہے۔

أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي

یا تو ادبچے طبقے سے ہے ؟ اس نے کہا میں اس سے اچھا ہوں کہ تو نے مجھے آگ

مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۴۷﴾ قَالَ فَآخْرَجْ مِنْهَا فِائِكَ

سے بنایا اور اس کو مٹی سے بنایا ہے فرمایا نکل جا اس جگہ سے کہ بے شک تو

رَجِيمٌ ﴿۴۸﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۴۹﴾ قَالَ

پھٹکارا ہوا ہے اور تجھ پر بدلہ کے دن تک میری لعنت رہے گی کہنے لگا

رَبِّ فَانظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يَبْعَثُونَ ﴿۵۰﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ

اے رب مجھے ہمت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا کہ تو ہمت دے جانے والوں

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ابلیس نے آدم کے سجدہ سے انکار و تکبر کی قیاسی وجہ یہ بیان کی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور چونکہ آگ مٹی سے افضل ہے لہذا افضل کے لئے مفضل کے سامنے سجدہ کرنا جائز نہیں ابلیس کا یہ قیاس اپنے مقام پر باطل ہے۔ جس کے

وجہات ہم نے تفسیر کی جلد ۶ ص ۱ پر بیان کی ہیں تاہم ابلیس کا یہ نظریہ واضح ہے کہ افضل کو مفضل کے سامنے نہیں جھکتا چاہیے گویا اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ افضل کو افضل جاننے کے بعد بھی اُسے مفضل کے سامنے جھکنے پر مجبور کریں یا افضل کے مفضل کے سامنے جھکنے کو ترجیح دیں وہ ابلیس سے بھی بدتر ہیں۔

فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ - اگر پہلے حق پر زور پڑھا جائے جیسا کہ موجودہ قرأت میں ہے تو الحقیقت مبتدا اور اس کی خبر قسمی محذوف ہوگی یا یہ کہ اس کا مبتدا محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یعنی أَنَا الْحَقُّ اور اگر اس پر نصب پڑھی جائے تو اس کا عامل ناصب محذوف ہوگا جس طرح قسم میں ہوا کرتا ہے۔ جیسے اللَّهُ لَا فَعَلَتْ بِهَا لَا مَلَأَتْ جَوَابِ قَسَمٍ هِيَ۔
الْمُتَكَلِّفِينَ - یعنی میں نے قرآن مجید اور اس کی جملہ تعلیمات کو اپنی طرف سے تکلف کرنے کے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ سب کچھ وحی پروردگار کے ماتحت ہی

ہے۔ عبد اللہ بن مسعود

سے مروی ہے۔ حضور

نے فرمایا۔ اے لوگو! جس

کو کوئی بات معلوم ہو تو

کہہ دے اور جس کو معلوم

نہ ہو تو اُسے کہہ دینا چاہیے

اللہ اعلم۔ یعنی اس کا

علم اللہ کو ہے کیونکہ اللہ

کی طرف حوالہ دے دینا

بھی ایک علم ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں

روایت مصباح الشریعہ

حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے منقول

ہے کہ تکلف یعنی وہ شخص

الْمُنْظَرِينَ ﴿٨١﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨٢﴾ قَالَ

میں سے ہے ایک معلوم وقت تک کہنے لگا

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٣﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

پس تیری عزت کی قسم ضرور میں ان کو گمراہ کروں گا سب کو سوائے تیرے خالص بندوں

الْمُخْلِصِينَ ﴿٨٤﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿٨٥﴾

کہ جو ان میں سے ہوں گے فرمایا پس حق اور صرف حق ہی کہتا ہوں

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٦﴾

کہ ضرور جہنم کا جہنم کو تجھ سے اور تیرے تمام پیروی کرنے والوں سے

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٨٧﴾

کہد میں اس پر تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

إِنَّ هُوَ الَّذِي ذَكَرَ لِلْعَالَمِينَ ﴿٨٨﴾ وَلِتَعْلَمَنَّ نِبَاةَ بَعْدِ حِينَ ﴿٨٩﴾

یہ تو تمام جہانوں کے لئے صرف ذکر ہے اور ایک وقت کے بعد تم کو اسے کفار کا اس کا پتہ چلے گا

جو علم کے بغیر بات کرے اگر اس کی بات درست ہو تب بھی وہ غلط ہے اور تکلف کرنے والے کا نتیجہ ذلت ہوتا ہے

اور بروقت اس کو سختی اور مشکل بھیلنی پڑتی ہے۔ تکلف کا ظاہر ریاکاری اور باطن منافقت ہوتا ہے اور یہی دو پرہیزگاروں

سے وہ پرواز کرتا ہے بہ صورت تکلف کرنا صالحین کے اخلاق میں سے ہے اور نہ متقین کی علامتوں میں سے ہے۔ اور

خداوند کریم نے اپنے نبی سے ہر قسم کے تکلف کی نفی فرمائی ہے۔ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (میں تکلف کرنے والوں میں سے

نہیں ہوں)۔

تنبیہ - جو لوگ قرآن مجید میں لفظ یدوجہ اور ساق کے اشتباہ سے اللہ کا جسم ثابت کرتے ہیں ان کی تردید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے مخلوق کے اعضا ثابت کرے وہ کافر ہے پس نہ ایسے شخص کی گواہی قبول کرو اور نہ اس کی ذبیحہ حلال ہے۔ پس اللہ کا وجہ اس کے انبیاء اولیا ہیں اور اس کے ید سے مراد اس کی قدرت ہے۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ جب انسان اللہ کے حق کی رعایت نہ کرے اور اس کے احکام کی پیروی نہ کرے تو یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو اللہ کی صحیح معرفت نہ رکھتے ہوں اور اس سے سچی محبت نہ رکھتے ہوں پس ایسے لوگوں کی نمازیں روزے اور روایات و علوم تم کو دھوکہ میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ (انسان نما) گدھے ہیں اور آپ نے راوی حدیث یونس سے فرمایا۔ اے یونس صحیح علم ہم اہل بیت کے پاس ہے۔ ہم ہی اس کے صحیح وارث ہیں ہمیں شرح حکمت اور فصل خطاب عطا کیا گیا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ کیا اہل بیت کا ہر فرد علم کا صحیح وارث ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صرف بارہ امام ہی اس کے صحیح وارث ہیں اس کے بعد آپ نے یونس راوی حدیث کی درخواست پر پورے بارہ اماموں کے نام گن کر بتائے راوی نے عرض کی کہ کل عبداللہ بن مسعود کا بیٹا بھی آپ کے پاس آیا تھا اور اُس نے بھی یہی سوال کیا تھا لیکن جو جواب آپ نے اُس کو دیا تھا وہ کچھ اور تھا تو آپ نے فرمایا ہر شخص میں ہر بات کی اہلیت نہیں ہوا کرتی اور ہر بات کا محل جدا جدا ہوتا ہے تو اس جواب کا اہل ہے لہذا نا اہل کے سامنے ذکر کرنے سے گریز کرنا۔

سُورَةُ النَّصْرِ

آیت نمبر ۵۳، ۵۴، ۵۵ کے علاوہ باقی سب سورہ مکیہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد چھترہ ہے اور یہ سورہ سورہ سبا کے بعد نازل ہوا۔

فضائل - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ زمر کی تلاوت کرے اس کو خدا

دینا و آخرت کا شرف عطا فرمائے گا اور اُس کو مال و قبیلہ کے علاوہ ایسی عزت دے گا کہ ہر دیکھنے والے کے دل میں

اس کا رعب ہوگا اور اس کے جسم پر آتش جہنم حرام ہوگی اور جنت میں اُس کے لئے ایک ہزار شتر تعمیر ہوگا کہ ہر شتر

میں ایک ہزار عمل ہوگا اور ہر عمل میں ایک سو چوبیس ہوں گی۔ الحدیث

حضرت رسالت مآب سے منقول ہے کہ اس سورہ کو جو شخص لکھ کر اپنے پاس رکھے تو جو بھی اس کے پاس آئے گا

اور اس کو مل کر جائے گا اس کی تعریف کریگا اور ہر جگہ اس کا شکر گزار ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھے یا اپنے بستر میں

رکھے گا تو اس کے پاس ہر آمد و رفت کرنے والا اس کی تعریف کرے گا اور اس سے ہر ملنے والا محبت سے پیش آئے گا اور اس کا گناہ نہ کرے گا۔ الحدیث۔

رکوع ۱۵۔ قَاعْبُدِ اللّٰهَ۔ خطاب حضرت رسول اکرم سے ہے اور مراد ساری امت ہے۔

الدِّينِ الْخَالِصِ۔ یعنی ہر

وہ کام جو بطور عبادت
خوشنودی پر دروگاہ کے لئے
سرا انجام دیا جائے وہ خالص
اللہ کے لئے ہی ہو۔ اس میں
شہرت ریا کاری یا کسی دوسری
دنیاوی غرض کی ملاوٹ نہ ہو۔
لِيُقَرَّبُونَآ۔ یعنی مشرکین
مکہ کا دستور تھا کہ اپنی حاجات
اپنے بتوں سے مانگتے تھے
اور ان کو خدائی درجہ دیتے
تھے اور جو کچھ اللہ کی جانب
سے ان کو عطا ہوتا تھا وہ
سب بتوں کی طرف منسوب
کرتے تھے کہ ہمیں انہی کی
بدولت ملائے اور جب ان
کو غیر اللہ کی عبادت سے
روکا جاتا تھا تو اس کے جواب
میں کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرنا ہوں)

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۲ اِنَّا

اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے ہم نے

اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاَعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لّٰه

اتاری تجھ پر کتاب حق کے ساتھ پس اللہ کی عبادت کر خالص کرتے ہوئے اس

الدِّیْنِ ۳ اَللّٰهُ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالدِّیْنُ اِتِّخَذُوْا مِنْ

کے لئے دین کو آگاہ ہو اللہ کے لئے ہی ہے دین خالص اور جو لوگ بناتے ہیں اس کے علاوہ

دُوْنِهٖ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرَّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی

کا رساڑ (کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے تاکہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کریں

اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یُخْتَلِفُوْنَ اِنَّا

تحقیق اللہ ان کے درمیان حکم کرے گا اس چیز کے متعلق جن میں وہ اختلاف کرتے تھے تحقیق

اللّٰهُ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ کٰذِبٌ کَفّٰرٌ ۴ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ

اللہ نہیں ہدایت کرتا ان کو جو جھوٹے اور انکاری ہیں اگر چاہتا خدا

صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

لَوْ اَسَادَ۔ جن لوگوں نے خدا کے لئے اولاد تجویز کی مثلاً کفار مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا اور یہود نے عزیر

کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ ان سب کی تردید فرماتا ہے کہ اگر خدا کو اولاد کی غرض ہوتی تو وہ تمہاری تجویز کا محتاج نہیں بلکہ اپنی مخلوق میں سے خود ہی انتخاب کر لیتا۔

يَكُوْرُ اللَّيْلِ - دن اور رات کی آمد و رفت اور گھٹنے بڑھنے کی کیفیت پہلے جلد ۲ ص ۱۳۲ میں گذر چکی ہے۔ خَلَقْتُمْ مِنْ نَفْسٍ

اَنْ يَتَّخِذَ وِلْدًا الْاَصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وُسْبْحٰنَهُ هُوَ

اولاد بنانا تو چن لیتا اپنی مخلوق میں سے جو چاہتا وہ پاک و منزہ ہے وہ

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اللہ واحد و قہار ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم کی زوجہ کی پیدائش کیونکر ہوئی جیسا کہ تم کا عطف ظاہر کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترتیب بیان کے لئے ہے۔ تاکہ ترتیب پیدائش مقصود ہے یعنی اللہ نے تم کو حضرت آدم سے پیدا کیا جو صرف ایک انسان تھا اور یہاں

يَكُوْرُ اللَّيْلَ عَلٰى النَّهَارِ وَيَكُوْرُ النَّهَارَ عَلٰى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ

غائب کرتا ہے رات کو دن پر اور غالب کرتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِاجْلِ مُسَيِّطٍ اَلْهُوَ الْعَزِيْزُ

کیا سورج اور چاند کو کہ ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک چل رہا ہے آگاہ ہو رہی غالب

کا جواب یہ ہے کہ یہ ترتیب بیان کے لئے ہے۔ تاکہ ترتیب پیدائش مقصود ہے یعنی اللہ نے تم کو حضرت آدم سے پیدا کیا جو صرف ایک انسان تھا اور یہاں

الْغَفَّارُ ۝ خَلَقْتُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا

بجننے والا ہے تم کو اس نے صرف ایک نفس سے پیدا کیا پھر اس نے اس (کی باقی مٹی)

زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمِيْنَةً اَزْوَاجًا يَخْلُقُكُمْ

سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے تمہارے لئے حیوانات میں سے آٹھ جوڑے تمہیں پیدا کرتا ہے

چونکہ سوال کی گنجائش تھی کہ ایک انسان کیونکر تھا اس کی زوجہ حوا بھی تو تھی لہذا تمام انسانوں کی پیدائش دو انسانوں سے ہوئی تو اس کا جواب دیا کہ درحقیقت اس کی زوجہ اسی کی بقیہ مٹی سے پیدا ہوئی۔ کیونکہ منہا میں ضمیر غائب کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی صیغہ ثَمِيْنَةً تو امہما۔ پس گویا سب انسانوں کی پیدائش صرف ایک انسان سے ہوئی۔

الْاَنْعَامِ - اس کی تفسیر ص ۱۳۲ میں گذر چکی ہے۔ مِنْ بَعْدِ خَلْقِ - یعنی ماں کے رحم میں تمہاری پیدائش باپ کی صلب کے بعد ہوئی یا یہ کہ نسلاً بعد نسل تم کو پیدا کیا یا یہ کہ ترتیب وار نطفہ علقہ اور مضغہ سے تم کو پیدا کیا۔

ظَلَمْتِ ثَلَاثًا - امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پہلی ظلمت شکمِ مادرِ دوسری ظلمت رحمِ مادر اور تیسری ظلمت باریک پردہ

يَرْضَاهُ لَكُمْ - بعضوں نے اس کو یرضاہو

پڑھا ہے کیونکہ حواء سے

پہلے حرن متحرک ہے جیسے

صَوَّبَةٌ اور جواؤ اور آخر

میں نہیں لگاتے وہ کہتے

ہیں کہ الف مخذون بمنزلہ

مذکورہ کے ہے جس طرح

يَرْضَاهُ - اور بعضوں نے

يَرْضَاهُ سکون سے بھی

پڑھا ہے۔

شکر سے بچنے کی

تنبیہ

ثُمَّ إِذَا حَوَّلَهُ اس

مقام پر خداوند کریم نے

مشرکین کے طرزِ عمل اور

ان کی بے شکری کو ذکر کیا

ہے کہ جب ان پر کوئی نصیبت

آتی ہے تو بڑے خشوع و

خضوع سے اپنے پروردگار

کو پکارتے ہیں لیکن جب

خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے ان کی دعاؤں کو مستجاب کرتے سوتے ان کے مصائب و آلام کو دور کر کے ان پر اپنی نعمت و

رحمت نازل فرماتا ہے تو وہ اس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں بلکہ اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کو بجائے اس کے کہ اللہ

فِي بَطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقِ فِي ظَلَمْتِ

اوں کے شکروں میں پیدائش کے بعد پیدائش تین تہا ریکیوں

ثَلَاثٌ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

میں یہ اللہ تبارک ہے جس کا ملک ہے کہ اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں

فَأَنِّي تَصْرَفُونَ ۝ إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ

پھر تم کس طرف بھٹکتے ہو اگر کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے

وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ

اور وہ نہیں پسند کرتا بندوں کے لئے کفر کو اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اس کو تم سے پسند کرے گا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

اور نہ بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ پھر اپنے رب کی طرف تمہاری بازگشت ہے

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

تو وہ تم کو خبر دے گا جو تم عمل کرتے رہے نچیت وہ دونوں کی باتوں کو جانتے

الصُّدُورِ ۝ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ

والا ہے اور جب مس کرے انسان کو تکلیف تو اپنے رب کو پکارتا ہے

مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا حَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ

بھگتا ہوا اس کی طرف پھر جب وہ اس کو نعمت دے دے اپنی طرف سے تو بھول جاتا ہے جس کی وہ

خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے ان کی دعاؤں کو مستجاب کرتے سوتے ان کے مصائب و آلام کو دور کر کے ان پر اپنی نعمت و

رحمت نازل فرماتا ہے تو وہ اس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں بلکہ اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کو بجائے اس کے کہ اللہ

کی طرف منسوب کر کے اس کا شکر ادا کرتے وہ ان اپنے پیروں اور بیٹوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جن کو انہوں نے دعائیں سننے اور مصیبتیں دفع کرنے میں اللہ کا شریک قرار دیا ہوا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی رفع حاجات اور دفع مصائب کو بھی اپنے خود ساختہ میرے شریکوں کا نام بیان کرتے ہیں جن کو انہوں نے اپنا پیر بنا رکھا ہے۔ مشرکین مکہ کے کہ تو توں سے نفرت کرنے والے مسلمانوں کو خدا سمجھنے کی توفیق دے جو اپنے تمام امور کو خدا کے بجائے اپنے پیروں کا نام قرار دیتے ہیں حالانکہ مصائب کے وقت طلب دعا اللہ سے کرتے ہیں اور شیعہ حضرات کو بھی اس سلسلہ میں غیر محتاط رویے سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر خدا کوئی مصیبت دُور کرے یا کوئی نعمت نازل فرمائے۔ تو یہ کہنا چاہیے کہ بظہیر محمد وآل محمد خدا نے میری مشکل آسان فرمائی اور میرے اوپر رحم و کرم فرمایا پس اللہ کا ہی شکر ادا کرنا انسان کا فرض ہے کیونکہ جو کام اللہ کے ہیں وہ اللہ ہی کرتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد وآل محمد علیہم السلام اس کی بارگاہ میں بہترین وسیلہ ہیں نہ کہ اس کے شریک ہیں۔

يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ

دعا کرتا تھا اس سے پہلے اور بنا لیتا ہے اللہ کے لئے شریک تاکہ گمراہ کرے اس کے راستے

سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّحْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ

سے کہدو کہ فائدہ اٹھائے اپنے کفر سے تھوڑا سا کیونکہ تو دوزخ میں جانے والوں میں سے ہے اور کیا شخص

النَّارِ ۝ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا

اچھا ہے) یا وہ جو قنوت کرے رات کے اوقات میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام میں بھی کہ آخرت

يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي

سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو؟ کہدو کہ کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ

الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے سوائے اس کے نہیں کہ نصیحت قبل کھینچتے ہیں صاحبان عقل

قیام و سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں آخرت کا ڈر اور رحمت خدا کی امید دونوں حالتیں کارفرما ہیں؟

۱۱۵
رُكُوعًا ۱۶ - أَرْضَى اللَّهُ وَاسِعَةً - اس مقام پر ہجرت کی طرف ترغیب دے رہا ہے کہ اگر ایک جگہ تم

آمَنَ هُوَ قَانِتٌ - یہ دراصل آمَنَ مَنْ تَحَا - اور ام کا قاعدہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہو لہذا یہاں اس کی پہلی عبارت کو محذوف ماننا پڑے گا۔ یعنی جو دفع مصائب اور نزول نعمت کے بعد اللہ کے بجائے اپنے من گھڑت خداؤں کی طرف اپنے امور کو منسوب کرتے ہیں وہ بہتر ہیں یا ایسے لوگ بہتر ہیں جو رات کے اوقات میں

عبادت پر دروگاری کا فرضیہ ادا نہیں کر سکتے تو اللہ کی زمین کی وسعتیں موجود ہیں وہاں چلے جاؤ جہاں اُمیرِ خیر کی بجا آوری میں تمہیں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

الصَّابِرُونَ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بروزِ محشر جب دفترِ اعمال کھلے گا تو دنیا میں مصائب و آلام برداشت کرنے والوں کو بلا حساب داخلِ جنت کیا جائے گا۔ (مجمع البیان)

اور تفسیر برہان میں آپ سے منقول ہے کہ کچھ لوگ

قُلْ لِعِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكَمُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا

جنت کے دروازہ پر پہنچیں

کہو اسے میرے وہ بندے جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی

گے اور ان سے پوچھا جائے

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا

گنا کر تم کون ہو؟ تو کہیں گے

اُن کے لئے نیک جزا ہوگی اور اللہ کی زمین وسیع ہے سوائے اس کے نہیں

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے

يُوفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۱ قُلْ إِنِّي

دنیا میں ادا کرواؤ تو ابھی پر صبر

کہ پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے کہو اچھے حکم ہوا

کیا تھا یعنی عبادت بجا

أَمَرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝۱۲ وَ

لائے تھے اور حرام چیزوں

ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دینِ عبادت، اور

سے پرہیز کیا تھا پس ارشاد

أَمَرْتُ لِأَنَّ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝۱۳ قُلْ إِنِّي أَخَافُ

قدرت ہو گا کہ یہ سچے ہیں

اچھے حکم ملا ہے کہ ہو جاؤں پہلا بھگنے والا کہ دو بے شک میں ڈرتا

ان کو جنت میں بھیج دو۔

إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۱۴ قُلِ اللَّهُ

مخلصانہ تمام امت

ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب اسے کہ دو میں تو صرف

کہ عبادت میں اخلاص کی

أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۝۱۵ فَاعْبُدُوا مَا سَلَّمْتُمْ مِنْ دُونِهِ

دعوت ہے اور اللہ کے

اللہ کی عبادت کروں گا خالص کرتے ہوئے اسی کے لئے اپنی عبادت کو پس تم عبادت کرو جس کی چاہو اس کے سوا

آگے تسلیم خم کرنے کی

تحریک ہے اور حضور کی

طرف یہ نسبت کہ اگر میں

نافرمانی کروں تو عذاب

خداوندی سے ڈرتا ہوں تمام امتِ اسلامیہ کے لئے تازیانہِ سعادت ہے۔

إِنَّ الْخَيْرَ نِيَّ - تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر شخص کے لئے جنت میں منزل اور اہل منزل موجود

ہیں پس اگر نیکی کرے گا تو وہ جنت میں اس کو ملیں گے اور اگر نافرمانی کرے گا تو خود جہنم میں پہلا جائے گا۔ اور جنت میں جو اس کے لئے منازل و اہل وغیرہ تیار کئے گئے تھے اس کے بجائے ان لوگوں کو ملیں گے جو اللہ کا اطاعت گزار ہو کر جنت میں جائے گا۔ پس جب اس شخص کو وہ منزل دکھائی جائے گی تو اس کی حسرت و ندامت میں اصناف ہوگا اور یہ خسارہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

قُلْ إِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسِهِمْ وَاٰهْلِيْهِمْ

کہ دو بے شک خسارہ پانے والے وہ ہیں جو اپنے نفسوں کو اور اپنے خاندان کو خسارہ میں ڈالیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرٰنُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

ہر روز عشر آگاہ ہو یہ واضح خسارہ ہے

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلٌّ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلٌّ

ان کے لئے اوپر آگ کی پھتریاں اور نیچے آگ کے فرش ہوں گے

ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهَ بِهٖ عِبَادًا لَّيْعٰبَدُوْا فَاَتَقُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَالَّذِيْنَ

ایسی باتوں سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اسے بندو! مجھ سے ڈرو اور جو لوگ

اٰجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَا بُوَاۤءِ اللّٰهِ

طاغوت (شیطان) کی عبادت سے بچ گئے اور اللہ کی طرف بھگ گئے

لَهُمُ الْبَشَرِۦ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

ان کے لئے خوشخبری ہے پس خوشخبری دو میرے بندوں کو جو بات سنتے ہیں پس اچھی باتوں کی

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهُ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰۤى اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ

پیروی کرتے ہیں ایسے لوگ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور ایسے لوگ ہی

ظُلٌّ۔ یہ ظلّہ کی جمع ہے جس کا معنی چھتری کیا جاتا ہے اور سر کے اوپر سایہ کرنے والی اور چھا جانے والی ہر چیز کو اس لفظ سے مجازاً تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ بادل کے ٹکڑوں کو ظُلٌّ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سر کے اوپر سایہ منگن ہوتے ہیں اسی مناسبت سے آگ کے ان شعلوں کو ظُلٌّ کہا گیا ہے جو دوزخوں کے سروں کے اوپر ہوں گے اور قدموں کے نیچے والے شعلوں کو اس لئے مظلل کہا گیا ہے کہ وہ پچلے طبقے کے سروں پر ہوں گے اور ممکن ہے کہ ہر طرف سے احاطہ

کرنے والی آگ کو مجازاً ظلل سے تعبیر کیا گیا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ وہ آگ ہر طرف سے ان پر احاطہ کرنے والی ہوگی۔
الطَّاغُوْتَ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے ابو بصیر سے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق تم لوگ ہو کیونکہ جس شخص نے سلطانِ جائز کی اطاعت کی گویا کہ اس نے اس کی عبادت کی۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ آیت مجیدہ میں ان لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ جو تحقیق کرنے میں نخل نہیں کرتے پس ہر ایک کی دلیل کو سنتے ہیں اور جو حق ہو اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور ضمنی طور پر ان کفار کی مذمت ہے جو حق بات کو ازراہ حد سننا ہی گوارا نہیں کرتے۔ اور حضرت ابوالدرداء سے منقول ہے کہ اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو میں دنیا میں ایک دن کی زندگی کو بھی پسند نہ کرتا (۱) موسم گرما کے روزے (۲) رات کی عبادت (۳) اور ایسے لوگوں کی صحبت جو اچھی باتوں کو اپنے لئے پسند لیتے ہیں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ آیت ۱۸، ۱۹، ان تین آدمیوں کے حق میں اُتری ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہیں (۱) زید بن عمرو بن نفیل (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی۔ پس اللہ کو وہ آدمی پسند ہے جو دل میں سننے کا حوصلہ رکھتا ہو اور دماغ میں حق و باطل کے پرکھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ اور اس کے بعد حق پسندی کے تقاضوں کے ماتحت باطل سے سبکدوش ہو کر حق کے ہم آغوش ہو جائے اور اس کے سزاوار وہ افراد ہیں جو دیدہ حق بین کے ساتھ ساتھ گوش حق نیوش بھی رکھنے والے ہوں اور ایسے لوگوں کو ہی خدا نے اولوالالباب یعنی دانشمند طبقہ قرار دیا ہے۔

عُرِفَ صَبِيئَةً - تفسیر

صافی میں حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے مروی ہے کہ

حضرت علی علیہ السلام نے

حضرت رسالت مآب سے

ان ننگوں کے متعلق سوال کیا

تو آپ نے یہ فرمایا اے علی

اللہ نے اپنے دوستوں کے

لئے جو عالی شان مہلات و ننگے

تعمیر فرمائے ہیں وہ یا قوت

و زبرد اور برتوں سے ہیں

هُمُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۹ اَمِنْ حَقِّ عَلَيْهِ كَلِمَةٌ

عقند ہوتے ہیں کیا وہ جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا

الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تَنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝۲۰ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

ہے کیا تو ان کو آگ سے بچائے گا؟ لیکن وہ لوگ جو

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اَدْرٰهُمْ عُرْفًا مِّنْ فَوْقِهَا عُرْفٌ مَّبْدِيَةٌ

اپنے ب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ننگوں کے اوپر ننگے بنائے جائیں گے جن

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَعَدَالِلٌ لَّا يَخْلِفُ اللّٰهُ لِمِيْعَادِ

کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا

جن کی چھتوں پر سونے اور چاندی کی زیبائش ہے۔ ہر محل کا ایک ایک ہزار دروازہ سنہری ہوگا جس پر ایک فرشتہ دربان ہوگا۔ اور ان کے فرش زنگ برنگے ریشمی اطلس و دیبا سے ہوں گے جن کے اندر مشک کا نور اور کستوری پنہاں ہوگی۔

یُنَاكِسُ بَعْضٌۭ لِّبَعْضٍۭ - جس طرح زمین کے اوپر دریا اور چٹھے موجود ہیں اسی طرح زیر زمین بھی دریا و چٹھے جاری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر بہت گہرا گڑھا کھودنے کے باوجود بھی پانی نہیں نکلتا اور بعض مقامات پر بہت جلد نکل آتا ہے نیز بعض کنوؤں سے شیریں پانی اور بعض سے تلخ اور بعض سے خوش ذائقہ اور بعض سے بد ذائقہ نکلتا ہے جس طرح کہ ظاہر زمین کے پانیوں میں اسی

قسم کا اختلاف ہے ہے۔ اور جس طرح آسمان و زمین گردش سے قائم ہیں اسی طرح ہوا اور پانی میں بھی گردش کا نظام قائم ہے چنانچہ ہوا ہر وقت متحرک رہتی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان اس کی ہر طرف گردش جاری رہتی ہے۔ اور زمین پر بسنے والی مخلوق کی صحت و تندرستی کا راز اسی میں معسر ہے نیز پانی کی گردش کا سلسلہ بھی متواتر قائم و دائم ہے۔ چنانچہ آسمان سے زمین پر برستا ہے کچھ زمین اپنے اندر جذب کرتی ہے جو دوسرے مقام پر پھینک کر اُبلتا ہے اور جو زمین کے اوپر رہتا ہے یا چشموں کے ذریعے نکلتا ہے وہ بخارات کے ذریعے سے بادلوں میں پہنچ کر پھر واپس بذریعہ بارش کے پلٹتا ہے اور یہ دور ہمیشہ رہتا ہے۔ اور انسانی و حیوانی زندگی بلکہ پوری زمینی آبادی کا دار و مدار اسی گردش پر ہے اور زمین سے مختلف اقسام کی پیداوار اسی دور گردش کے طریق پر ہے مثلاً گندم جو باحجرہ

الْمَرْتَانَ اللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی پس اس کو چشموں کی صورت میں زمین

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ

میں جاری کیا پھر اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کی زراعت پیدا کرتا ہے پھر

يَهْبِجُ فَتَرَآهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَلِكَ

خشک ہوتی ہے کہ تم اس کو زرد دیکھتے ہو پھر اس کو ریزہ ریزہ کرتا ہے تحقیق اس میں نصیحت

لَذِكْرِي لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢٢﴾ أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ

ہے اربابِ دانش کے لئے کیا ہیں جن کا سینہ خدا اسلام کے لئے کھول دے پس

لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبِهِمْ

وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہو (اس کی طرح ہو سکتا ہے جو سخن دل ہو) ویل ہے ان کے لئے جن کے دل

جو راز دیگر اجناس کو دیکھتے جو دائرہ زمین میں پنہاں کیا جاتا ہے وہ انگوری بن کر نکلتا ہے پھر ترقی کرتے کرتے جب آخری منزل پر پہنچتا ہے تو خشک و زرد ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور پاک جانے کے بعد کاٹا جاتا ہے اور دانے اور جھوسہ الگ الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر نئے سرے سے وہی دانے زمین سے جن کو زمینی زندگی کی بقا کے ضامن بنتے ہیں۔

وَعَلَىٰ هَذَا الْقِيَاسِ - دیکھو عا

أَفَمَنْ شَرَحَ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شرح صدر کے تین اسباب ہیں

(۱) دلائل و برہان کی مضبوطی اور یہ صرف علماء سے ہی مختص ہے

(۲) الطافِ خداوندی کا پے درپے نزول

(۳) دل سے ازالہِ مشہات اور اس میں نیک خیالات کا ورود۔

پس جس انسان پر لطفِ خداوندی کی بارش ہو اور اولہ قاطعہ کے ساتھ اس کا دل بھی نیک خیالات کے لئے پاکیزہ ظرف کی حیثیت رکھتا ہو تو وہ شخص اللہ کی جانب سے اپنے اندر ایک روشنی محسوس کرتا ہے پس وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے والا نہیں ہوتا۔ اور ہر اہمیت، روضۃ الواحظین حضور نبی اکرم نے فرمایا ایسے شخص کی تین نشانیاں ہیں (۱) وار دینا سے نفرت، (۲) دارِ آخرت سے محبت (۳) موت کے لئے تیاری۔ لہذا ایسے شخص کا قیاس ان لوگوں پر نہیں کیا جاسکتا جن کے دل اللہ کے ذکر کو قبول نہیں کرتے۔ پس جس طرح یہ اللہ کے عطا کردہ نورانی راستہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ تاریکی میں حیران و سرگردان رہتا ہے۔

أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

حدیث کا معنی بات ہے

یعنی ویسے تو تمام انبیاء پر

نازل ہونے والی کتابیں حدیث

کہنے کے قابل ہیں لیکن

قرآن مجید ان میں احسن الحدیث

کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ

فصاحت و بلاغت اور

اعجاز میں دوسری کوئی کتاب

سماوی اس کے ہم پلہ نہیں ہے

نیز اصول و عقائد اور اعمال و

مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ أَوْلَتْكَ فِي ضَلَلٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ اللَّهُ نَزَّلَ

ذکر خدا سے سخت ہیں ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ نے ہماری اچھی بات

أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي تَشْعُرُ

یعنی ایسی کتاب (جس کے مضامین) ایک دوسرے کے مشابہ اور بار بار ہیں جن کو سن کر

مِنْهُ جُلُودَ الَّذِينَ يَخْشُونَ رَبَّهُمْ ثُمَّ يَلِينُ جُلُودُهُمْ

اللہ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے چمڑے اور

وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي

دل نرم ہو جاتے ہیں اللہ کا ذکر سننے کے لئے یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہے

جملہ قراءات پر جس طرح قرآن مجید سماوی ہے یہ شرف کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

کتاباً مُتَشَابِهًا۔ یعنی قرآن کے مضمون مضبوطی و سچائی صداقت و متانت و فصاحت و بلاغت اور حقائق و دقائق

کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں یہ فرق نہیں کہ اس کا کچھ حصہ فصیح اور دوسرا غیر فصیح ہو بلکہ سب کی

سب ایک جیسی ہے۔

مَثَانِي۔ یعنی قرآن کے مضامین و قصص بار بار دہرائے گئے ہیں یا یہ کہ اس کی بار بار کی تلاوت مول اور نہیں ہوتی۔

تَشْعُرُ۔ یعنی اس کے مواعظ اور قیامت کے واقعات و حقائق سن کر خدا کا خوف رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو

جاتے ہیں۔

ثُمَّ يَلِينُ۔ یعنی دل میں خوفِ خدا رکھنے والوں کے سامنے جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو قیامت کا ذکر

سن کر ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب خوشخبری جنت اور وعدہ بخشش

کی آیات سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں اطمینان و سکون کی لہر دوڑ جاتی ہے چنانچہ حضور نبی اکرم سے منقول ہے کہ جب خوفِ خدا سے کسی آدمی کے جسم کے بال کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے خشک پتے ہوا سے گرتے ہیں۔ گویا یہ اللہ کے اولیا کی نشانی ہے کہ خوفِ خدا سے لرز جائیں۔ اور ذکرِ خداوندی کے ساتھ ان کے دل مطمئن ہو جائیں نہ کہ آیاتِ قرآنیہ کو سن کر بیہوشی کی سی حالت پیدا ہو جائے یا حال آجائے بلکہ یہ مکار و عیار لوگوں کا طریقہ ہے۔

أَفَمَنْ يَتَّقِي ۖ - اس کا

جواب محذوف ہے۔ یعنی

کیا وہ شخص جو اپنے چہرے

کے ذریعے عذابِ خداوندی

کو دھکیئے یعنی عذاب اس

کے منہ پر پڑ رہا ہو وہ اس

شخص کی طرح ہو سکتا ہے

جو بالکل عذاب سے محفوظ

ہو؟ چہرہ چونکہ تمام اعضا

سے اشرف ہے اس لئے

اس کا ذکر فرمایا اور نہ عذاب

خداوندی تو اس کے تمام جسم

کو احاطہ میں لینے والا ہوگا اور

ممکن ہے کہ اس کو اور نہ

بِهِ مَنْ لِيَسَاءَ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ ﴿٢٣﴾

توفیقِ ہدایت بخشنے اور جس کو وہ گمراہی میں پھینک دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہو سکتا

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقِيلَ

کیا پس جو ہے اپنے منہ پر قیامت کا بدترین عذاب اور کہا جائے گا

لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ

ظالموں کو کہ چکھو جو تم کسب کرتے تھے اس سے پہلے لوگوں

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

نے بھی بھٹلایا تو آیا ان پر عذاب اس جگہ سے کہ ان کو اس شور

يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ

نہ تھا پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائیِ دنیاوی زندگی میں اور

منہ جنم میں ڈالنے سے کہنا یہ ہو۔ یعنی جس کو اٹا کر کے دوزخ میں ڈالا جائے وہ اس کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو عذاب سے بالکل محفوظ ہوگا

قِيلَ - یعنی بلا کہ جنم ان کو خطاب کر کے کہیں گے کہ جو کچھ تم لوگ دنیا میں کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِينَ - یہ حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ قوم کی تکذیب صرف آپ سے مخصوص نہیں بلکہ آپ سے پہلے گذرنے والے

انبیاء بھی اسی قسم کے واقعات سے دوچار رہے ہیں اور ان کو خیال تک نہ تھا کہ ہم عذاب کی گرفت میں آئیں گے جس کا

اسخام یہ ہوا کہ اچانک ان پر عذاب آگیا پس اسی طرح کفار تک بھی اچانک عذاب کی گرفت میں آجائیں گے۔

مِنْ كُلِّ مَشْرِكٍ - یعنی لوگوں کو سمجھانے اور عبرت دلانے کے لئے قرآن مجید میں ہر طرح کی مثالیں پیش کی گئی ہیں چنانچہ

گزشتہ آیتوں کے واقعات ان کی تکذیب اور پھر قبلائے عذاب ہونا یہ بھی موجودہ لوگوں کے سمجھانے اور ان کو عبرت دلانے کے لئے ہیں تاکہ نصیحت حاصل کر کے اپنی عاقبت سنوار سکیں۔

حَسْرَتَ اللَّهِ مِثْلًا اس

جگہ پھر دو غلاموں کی مثال

پیش فرمائی ہے کہ ایک غلام

وہ ہے جس کے مالک حصہ دار

زیادہ ہیں۔ پس اس کو اطاعت

نوشا مد سب کی کرنی پڑے

گی اور سخت محنت و سختی میں

اس کو رہنا پڑے گا لیکن جب

اس کی مراعات کا وقت آئے

گا تو ممکن ہے کہ اس کے

سب آقا ایک دوسرے

پر ٹال کر الگ ہو جائیں پس

خدمت لینے کے لئے اور

خدمت میں کوتاہی پر ناراض

ہونے والے اور سزا دینے

والے تو سب ہوں گے لیکن

خدمت کا صلہ اور انعام

دینے کے لئے ایک بھی

آگے نہ بڑھے گا بلکہ دوسرے

لَعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَلَقَدْ

البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش اوہ جانتے ہوتے اور تحقیق ہم نے

حَسْرَتًا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ

بیان کی لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال تاکہ وہ نصیحت حاصل

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٨﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ

کریں قرآن عربی ہر کجی و عیب سے پاک تاکہ وہ

يَتَّقُونَ ﴿٢٩﴾ حَسْرَتَ اللَّهِ مِثْلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ

ڈریں بیان کی اللہ نے مثال ایک (غلام) کی کہ اس میں کافی شریک ہیں

مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلِمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مِثْلًا

جو آپس میں مختلف ہیں اور ایک شخص (غلام) جو خالص صرف ایک کا ہے کیا یہ دونو برابر ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ إِنَّكَ مِيتٌ وَ

مثال میں الحمد بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے بے شک تو مرنیوالا ہے اور

أَنْهَم مِيتُونَ ﴿٣١﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ كَخِضَمُونَ

بے شک وہ بھی مرنیوالے ہیں پھر بے شک تم بروز قیامت اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا کرو گے

پر ٹال دیں گے۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا غلام ہو جس کا صرف ایک مالک ہو پس اس کو صرف ایک سردار کی خدمت

کرنی پڑے گی اور ایک ہی سے انعام و اکرام حاصل کرنا پڑے گا۔ پس کفار و مشرکین جو بہت سے بتوں کی پوجا کرتے ہیں

ان کے مقابلہ میں مومن و موحد کی وہی مثال ہے کہ کفار دنیا میں بھی بہت سے بتوں کی پوجا کرنے کے جھنجھٹ میں پھنسے ہوئے

ہیں اور آخرت میں بھی ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اور مومن دنیا میں صرف ایک خدا کی عبادت کرتا ہے اور آخرت میں بھی اسی ایک

خدا کی طرف سے انعامات کا مستحق ہوگا۔

مَشْشُكْسُونِ - تشاکس سے ہے جس کا معنی باہمی جھگڑا کرنا ہوتا ہے کیونکہ بہت سے مالکوں کی صورت میں جھگڑا
کا ہونا ضروری ہے مثلاً ایک کی غشا کچھ ہوگی اور دوسرے کی کچھ اور ہوگی۔ پس ایک حکم دے گا تو دوسرا اس کی مخالفت کرے گا
اور منع کرے گا اور ایسا غلام جو دو مالکوں کا ہو وہ سختی میں رہے گا۔

پان لفظ

www.sirat-e-mustaqeem.net

رُكُوعٌ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ - تفسیر برہان، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا سچ کی تکذیب کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جناب رسالت مآب کے فرمان کو بھٹلایا۔

جَاءَ بِالصِّدْقِ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جَاءَ بِالصِّدْقِ سے مراد حضرت رسالت مآب ہے۔ اور صَدَقَ بِہ سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہے اور مجمع البیان میں حضرت ابن عباس سے بھی یہی قول مروی ہے اور علیہ الاولیاء سے بھی آیت مجیدہ کی یہی تفسیر منقول ہے اور علامہ حلی اعلیٰ اللہ مقامہ نے اس آیت کو حضرت علی السلام کی خلافت بلا فصل کی دلیل قرار دیا ہے۔

تنبیہ:- تفسیر

مقتنیات الدرر میں ہے

کہ مرجی فرقہ کے بعض

اکابر نے اس آیت کے

عموم سے یہ ثابت کیا ہے

کہ نجات کے لئے صرف

عقائد کی درستی کافی ہے

اور اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت

نہیں کیونکہ آیت میں سچ

کہنے اور سچ کی تصدیق

کرنے والوں کو ہی متقی کہا

گیا ہے اور صدق سے کلام

توحید و عقائد حقہ مراد ہیں

اور انہی لوگوں کو اگلی آیت

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ پر چھوٹ برے اور سچ کو بھٹلائے جب کہ اس کے

إِذْ جَاءَهُ الْبَيِّنَاتُ فِي جَهَنَّمَ مَثُورٍ لِّلْكَافِرِينَ ۝۳۳ وَالَّذِي

پاس پہنچ جائے؟ کیا جہنم میں نہیں ٹھکانا کافروں کا؟ اور جو آیا

جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۳۴

سچ کو لے کر اور اس کی تصدیق کہ ایسے لوگ ہی متقی ہیں

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۵

ان کے لئے ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس یہ احسان کرنے والوں کی جزا ہے

لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ

تاکہ دُور کرے اللہ اُن سے بُرائی اس کی جو کر چکے تھے اور ان کو نہایت

میں محسنین کہا گیا ہے۔ اور انہی کے متعلق فرمایا کہ عقائد حقہ کی تصدیق کی بدولت ان کے سب بدترین گناہ معاف کر دئے

جائیں گے اور نیک اعمال کی ان کو بہتر سے بہتر جزا دی جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جَاءَ بِالصِّدْقِ سے مراد

عقائد حقہ کو لانا اور پیش کرنا ہے لیکن تصدیق اُن کی جب ہی ہو سکتی ہے کہ ان کے مطابق اعمال و کردار کی اصلاح ہو۔ مثال

کے طور پر اگر اعتقاد ہی طور پر موحّد ہو لیکن عملی طور پر اس کا رویہ مشرکانه ہو یا اعتقاد ہی طور پر رسول اللہ کی نبوت کا قائل ہو

لیکن مقام عمل میں اگر ان کے مشن کا مخالفت ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی زبان حق کہتی ہے لیکن وہ خود اپنے اعمال سے حق کی تصدیق نہیں کرتا پس متقی و محسن وہ لوگ ہیں جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔

وَيُخَوِّفُونَكَ كِفَارًا

أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۶﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ

حضرت نبی اکرمؐ کو بتوں سے ڈراتے تھے کہ آپ چونکہ ان کی مخالفت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو نقصان دے دیں اللہ ان کی تردید میں فرماتا ہے کہ میں خود اپنے بندے کو کافی ہوں اور جب اللہ کافی ہو تو کوئی شے ضرر پہنچا ہی نہیں سکتی۔

بَكَاتٍ عَبْدًا وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ كَفَىٰ

اپنا بندے کو؟ اور تجھے وہ ڈراتے ہیں ان سے جو اس سے کم ہیں اور جس کو

يُضِلُّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۷﴾ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

اللہ گمراہی میں ڈال دے تو اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ توفیق ہدایت دے تو اس کو

مِنْ فَضْلٍ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۸﴾ وَلَئِنْ

کوئی گمراہ نہیں کر سکتا کیا نہیں اللہ غالب بدل لینے والا؟ اور اگر ان سے

سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ

اللہ نے کہہ دیا کہ جس کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو

اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ

سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ تو کہیں گے کہ

أَرَادَنِي اللَّهُ بِبُزْرِهِ لَمْ يَأْتِكُمْ سَأَلْتُمُونَهُ لِيَبْدَأَ

اللہ نے کہہ دیا کہ جس کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو اور پوچھا کرنے میں اللہ کو پھوڑ کر ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور اگر خدا کوئی مصیبت

دُرِّدَتْكُمْ بِنِعْمَتِ اللَّهِ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَقَدْ خَلَقْنَا

دور کرتا یا نعمت نازل کرنا تو بجائے خدا کے ان بتوں کا شکریہ ادا کرتے اور ان کی طرف اس کی نسبت دے دیتے تھے اور بایں ہمہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے ہم ان کی پرستش کرتے ہیں۔

الْبَشَرِ لِيُحْشَرُوا لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامِ فَتُصَلِّتُمْ بِهِ بَعْضَ

یعنی ان کو چیلنج کرو کہ بے شک تم مجھے تکلیف دینے میں کوئی میری رعایت نہ کرو اور اپنے اسکان کے مطابق میری مخالفت کرو۔ اور میں بھی اپنی اسکانی کوششوں سے کلہرے کی تبلیغ کرتا رہوں گا۔ اور جو بھی نتیجہ ہو گا سامنے آ

جائے گا کہ ناجی کون ہے اور گرفتار عذاب کون ہے ؟

رُكُوعِ ۲ - اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ ۱۳۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی آدم میں ایک نفس اور ایک رُوح ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی طرح رابطہ قائم ہوتا ہے

عقل اور تیز کا تعلق نفس سے ہے اور سانس و حرکت کا تعلق رُوح سے ہے جب انسان سو جاتا ہے تو انسان کے نفس کو قبض کر لیا جاتا ہے اور رُوح کو قبض

أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ مِنْ مَسِئَةٍ رَحِمْتَهُ قُلْ حَسْبِيَ

اگر وہ رحم کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک لیں گے ؟ کہہ دو مجھے اللہ کافی

اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۹﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا

ہے بھروسہ کرنے والے اس پر ہی بھروسہ کرتے ہیں کہ دو اے قوم عمل کرو اپنے

عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۴۰﴾ مَنْ

امکان کے مطابق میں بھی عمل کرتا ہوں پس عنقریب جان لو گے کہ کس

يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۴۱﴾

پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ

ہم نے تجھ پر اتاری کتاب لوگوں کے لئے حق کے ساتھ پس جو ہدایت

اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ج

پا جائے تو وہ اپنے لئے ہے اور جو گمراہ ہو تو اپنے لئے ہوگا

نہیں کیا جاتا لیکن جب مرتا ہے تو نفس اور رُوح دونوں کو قبض کر لیا جاتا ہے۔ اور بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر سونے والے کا نفس آسمان کی طرف پرواز کر جاتا ہے۔ اور اس کی رُوح اس کے بدن میں موجود رہتی ہے۔ اور نفس اور رُوح کے درمیان اس طرح رابطہ قائم رہتا ہے جس طرح سورج کو اپنی شعاع سے پس اگر اس کے متعلق موت کا فیصلہ ہو جائے اور خداوند کریم رُوح کے قبض کی اجازت دے دے

تو رُوح نفس کی طرف چلی جاتی ہے۔ اور اگر اس کی موت نہ ہو تو نفس رُوح کی طرف پلٹ کر واپس آجاتا ہے چنانچہ آپ نے یہی آیت مجیدہ پڑھی۔ پس نفس جو کچھ ملکوت سموات میں دیکھے تو اس کی تاویل ہوا کرتی ہے۔ اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان دیکھے وہ شیطان و سوسے ہوا کرتے ہیں اور ان کی تاویل نہیں ہوتی۔ یعنی بعض خیالات فاسدہ کی بدولت یا سپٹ بھر کر سونے کی وجہ سے جو خواب آیا کرتے ہیں ان کا تعلق بدن سے ہوا کرتا ہے جو سفلی مخلوق ہے لہذا اس کی تعبیر اور تاویل تلاش کرنے کی ضرورت

نہیں ہوتی بلکہ وہ محض وساوس شیطانی کی بنا پر ہوتے ہیں۔ اور با طہارت سونے والے انسان کو کھانا مضہم ہو جانے کے بعد جو خواب آتے ہیں ان کا تعلق روحانیات سے ہوتا ہے لہذا ان کی تعبیر و تاویل ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ تفسیر کی جلد اول میں یا علی مدو کے عنوان کے ماتحت حضرت پیغمبر کی احادیث نقل کی جا چکی ہیں کہ مومن کا خواب نبوت کا پہلا حصہ ہوا کرتا ہے۔ پس آیت مجیدہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ موت کے وقت بھی نفسوں کو لے لیتا ہے اور نیند کے وقت بھی لے لیتا ہے لیکن جن کو موت کے وقت لیتا ہے ان کو واپس پٹنے کی اجازت نہیں دیتا اور جن کو نیند کے وقت لیتا ہے ان کو ایک مدت مقررہ تک کے لئے واپس جسم کی طرف بھیج دیتا ہے اور نفس انسانی ایک تاباں و درخشاں جو ہر ہے جو روحانیت کی قسم سے ہے اور عناصر کی سطح سے نہیں ہے جب اس کا تعلق

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۲﴾ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ

اور تو ان پر وکیل نہیں ہے اللہ پورا لے لیتا ہے نفسوں کو

حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ

بوقت موت اور جو نہیں مراد اُسے لے لیتا ہے نیند میں پس روک لیتا ہے

الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ

اس کو جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور بھیج دیتا ہے دوسرے کو ایک مقررہ وقت تک

مَسِيٍّ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۳﴾

کے لئے تحقیق اس میں ہیں نشانیاں اس قوم کے لئے جو سوچیں

جسم کے ساتھ ہوتا ہے تو تمام اعضا میں اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور اس کا نام زندگی ہے پس موت کے ذریعہ جب اس کا کنکشن بدن سے توڑ دیا جاتا ہے تو اس کی روشنی بدن کے ظاہر و باطن سے بالکل ختم ہو جاتی ہے لیکن جب اس پر نیند طاری ہو جائے تو وہ اس شخص سے اس کی روشنی چلی جاتی ہے۔

البتہ بدن کے باطن حصہ میں اس کی روشنی بحال رہتی ہے پس موت اور نیند میں قدرے مشابہت ہے۔ نیز روح اور نفس دونوں کا ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوا کرتا ہے۔ گویا انسان میں ایک روح حیات ہے جس کا تعلق صرف بدن سے ہے۔ اور ایک روح علم ہے جس کا تعلق بدن میں صرف حواس ظاہرہ اور قوائے عاقلہ سے ہے پس خواب کی حالت میں روح علم بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور روح حیات باقی رہتی ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک لطیف سا ربط باقی رہتا ہے چنانچہ روح علم کی اطراف عالم میں سیر روح حیات سے بھی کسی حد تک منسلک رہتی ہے جس کی بدولت ان واقعات و حقائق کو جو خواب میں نظر آتے ہیں اگرچہ وہ ایک جسم مثالی کے پتھر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس حقیقی جسم کی طرف بھی ان کو منسوب کرنا غلط نہیں کہا جا سکتا پس موت دنیادی تعلقات سے انسان کو مکمل طور پر منقطع اور الگ کر دیتی ہے۔ اور نیند میں یہ انقطاع ناقص اور ادھورا ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا

ہے کہ نیند موت کی بہن ہے اس کے بعد ارشادِ قدرت ہے کہ نیند اور موت کے درمیان کا فرق اور رُوحِ علم اور رُوحِ حیات کا باہمی ربط اربابِ فکر اور صاحبانِ عقل و دانش کے لئے توجیہ پروردگار اور اس کی قدرت و حکمت کی بہترین دلیل ہے۔
 آمِ اتَّخَذُوا - جب کفار نے اپنی بُت پرستی کے جواز کا یہ عذر بارود پیش کیا کہ ہم ان بتوں کو مستقل الہ سمجھ کر ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ چونکہ برگزیدگانِ خدا کی تصویریں اور صورتیں ہیں پس ان کی پوجا صرف اس بنا پر کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے سامنے ہمارے شفیع ہوں گے تو ان کی تردید میں یہ آیت اُتری ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے اذن کے بغیر ان بتوں کو شفیع بنا رکھا ہے وَهِيَ دُونِ اللّٰهِ سے مراد وَهِيَ دُونِ اِذْنِ اللّٰهِ ہے اور آمِ بَل کے معنی میں ہے۔

قُلْ اَوْ كُوْرَ يَعْنِي اَنْ

مشرکوں سے کہو کہ جب وہ

کسی شے کے مالک نہ ہوں

گے اور نہ اُن میں کچھ سمجھ بوجھ

ہے تو ایسی حالت میں وہ

تمہاری شفاعت کیونکر کر

سکیں گے ؟ مقصد یہ ہے کہ

ایک تودہ بے جان پتھر ہیں

جو ادراک و شعور سے خالی ہیں

اور دوسرے بتوں کی شفاعت کا

حق نہیں رکھتے چہرہ لوگ

اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءً قُلْ اَوْ كُوْرَ كَانُوا لَا

کیا انہوں نے بنا لئے اللہ کے علاوہ (معبود) شفاعت کرنے والے کہہ دو اگر وہ نہ مالک ہوں (شفاعت

يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾ قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا

میں سے) کچھ بھی اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں ؟ کہ دو اللہ کے لئے اذنِ شفاعت ہے مکمل طور پر

لَهُ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۴۵﴾

آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کا ہی ہے پھر اسی کی طرف تم پٹائے جاؤ گے

وَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ وَحْدًا اشْمَازَتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا

اور جب نام لیا جائے اللہ اکیلے کا تو گھٹتے ہیں دل ان لوگوں کے جو

سے شفاعت کی امید کس بنا پر کرتے ہیں۔ یہ استفہامِ انکاری کے رنگ میں مشرکین کے لئے دعوتِ فکر ہے۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ - یعنی شفاعت کی اجازت دینے کا حق صرف اللہ کو ہی حاصل ہے کیونکہ وہ تمام کائنات میں تصرف

کرنے کا واحد مالک ہے پس شفیع ہر وہ نہیں ہو سکتا جس کو لوگ شفیع سمجھ بیٹھیں بلکہ شفاعت کا حق وہی رکھے گا جس کو اللہ کی جناب

سے شفاعت کی اجازت مل جائے اور چونکہ اللہ نے ان بتوں کو اذنِ شفاعت نہیں دیا لہذا ان کو شفیع قرار دے کر ان کی عبادت

کرنا بھی بالکل لغو اور باطل ہے۔

وَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ - اگرچہ مشرکین ظاہر یہ کرتے تھے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور بتوں

کی پرستش صرف ان کو وسیلہ قرار دے کر کرتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے ہمیں اللہ

کا قرب نصیب ہو لیکن مقامِ عمل میں ان کے جھوٹ کی قلبی کھل جاتی ہے چنانچہ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے یا

مشرکین کے رویے کی مذمت

کہ لا الہ الا اللہ پڑھا جائے تو ان کے تیور بدل جاتے ہیں۔ اور غصے سے لال پیلے ہونے لگتے ہیں حالانکہ اگر واقعی طور پر وہ اللہ کو الحقیقی مانتے ہوتے اور بتوں کو وسیلہ قرار دیتے ہوتے تو کلمہ توحید سن کر گھٹن محسوس نہ کرتے بلکہ خوش ہوتے اور پھر ان کے سامنے جب بتوں کا تذکرہ ہو تو خوشی سے چھوٹے نہیں سماتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بتوں کو خدا کے ساتھ برابر کا شریک مانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دفع مصیبت یا طلب حاجت کے لئے خدا کو پکارتے ہیں لیکن جب خدا ان کی مصیبت کو دفع کرتا ہے یا ان کی حاجت کو پورا کرتا ہے تو بجائے اس کے کہ اللہ کا شکر کرتے وہ بتوں کے سامنے نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں اور مشکل کشائی

و حاجت روانی کو بھی اپنی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بلا مبالغہ آج کل کی پرستی سابق مشرکین کی بت پرستی سے کم نہیں ہے اور یہ وہاں مسلمانوں کے ہر فرقے میں موجود ہے۔

يَوْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ

ایمان نہیں رکھتے قیامت پر اور جب نام لیا جائے ان کا جو اس کے علاوہ ہیں تو وہی لوگ خوش ہوتے

لَيَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۶﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ہیں کہہ دے کہ اے اللہ پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا جاننے

عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

والا غیب اور شہادت کا تو فیصلہ کرے گا اپنے بندوں کے درمیان

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳۷﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

جس چیز میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور اگر تحقیق ظلم کرنے والوں کے لئے

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ

ہو جاتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس جتنا اس کے ساتھ اور بھی مل جائے تو سب کچھ قیامت کے

سُوِّءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَبَدَّ اللَّهُ مَالَهُ

دن کے سخت عذاب سے بچنے کے لئے بطور فدیہ پیش کرتے اور ظاہر ہو گا ان کے لئے اللہ کی

کہ ظاہر اگرچہ اپنے پیروں اور بزرگوں کو اولیاء اللہ کا لقب دے کر بارگاہِ خداوندی میں ان کو وسیلہ قرار دیتے ہیں لیکن مقام عمل میں اللہ کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا نام سن کر ان کو اس قدر خوشی محسوس

نہیں ہوتی جس قدر اپنے پیروں شد کے نام سے ان کو سرور محسوس ہوتا ہے حتیٰ کہ بچوں کے نام رکھنے میں بھی اللہ کی عبدیت کے بجائے ایسا نام تجویز کرتے ہیں جس میں اپنے پیر کی عبدیت ظاہر ہو۔ اور دعا مانگنے میں اگرچہ اللہ کو خطاب کرتے ہیں لیکن جب مشکل کشائی ہو جائے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف دینے کی بجائے اپنے پیر کی طرف دیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرنے کی بجائے اپنے پیر کو نذرانوں سے نوازتے ہیں حالانکہ مشرکین مکہ کے سابق مذہب رومیے اور موجودہ نام نہاد مسلمانوں کے رویے میں ذرہ بھر فرق نہیں

مذہب نام نہاد جس میں اللہ کی عبدیت کا اظہار جو جس طرح عبد اللہ وغیرہ اور اس کے بعد انبیاء یا ائمہ ظاہرین کے ناموں میں سے کوئی نام تجویز کرنا مستحب ہے (مذہب)

ہے اور جو بھی ان کو اس غلط رویے سے روکنے یا غلطی پر متوجہ کرنے کی جرات کرے تو فوراً اُسے وہابی اور دشمن اسلام کہہ کر اپنا دل بہلا لیتے ہیں۔ خدا ان کو سمجھنے کی توفیق دے۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام کی صحیح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمائے۔

يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۴۸﴾ وَبَدَّ لَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا

طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے ہونگے اور ظاہر ہوگی ان کے سامنے برائی اس کی جو انہوں نے کمایا

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۹﴾ فَادَامَسْ

اور اتر بیجا ان پر (وہاں اس کا) جو وہ مسخری کرتے تھے پس جب چھوئے

الْإِنْسَانَ ضُرُّدَعَانَاتِهِ إِذَا خَوَّلْتَهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ

انسان کو تکلیف تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اس کو عطا کریں نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے

إِنَّمَا أُوتِيتهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّا أَكْثَرُهُمْ

یہ تو مجھے اپنے علم کی بدولت ملی ہے بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن اکثر نہیں

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۰﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا

جانتے تحقیق ایسا ہی کیا ان لوگوں نے جو پہلے تھے پس نہ

أَعْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۵۱﴾ فَأَصَابَهُمْ

بجایا ان کو اس نے جو کماتے تھے پس پہنچی ان کو برائی

سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ

اپنی کمائی کی اور ان لوگوں میں سے بھی جو ظلم کرتے ہیں ان کو بھی

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ

خداوندِ کریم نے کفرانِ نعمت

میں افراط و تفریط کے دونوں

طریقوں کی مذمت فرمائی ہے

پہلے افراط والوں کی مذمت

تھی کہ اللہ ان کو نعمت دے

تو اللہ کا شکر ادا کرنے

اور اس کا ذکر کرنے کے

بجائے اس کو غیر اللہ کی

طرف منسوب کرتے ہیں

اس آیت میں تفریط والوں

کی مذمت ہے کہ مشکل و

مصیبت کے وقت اللہ کو

پکارتے ہیں لیکن جب اللہ

ان کی سن لے اور ان پر احسان

فرمائے تو ان کا رد عمل یہ ہوتا

ہے کہ یہ نعمت ہمارے اپنے

علم و فن اور جدوجہد کی

بدولت ہمیں نصیب ہوئی ہے یعنی اس کو اپنی کمائی اور محنت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں

کرتے۔ اللہ فرماتا ہے یہ آزمائش ہے اور اس قسم کے کلمات ان سے پہلے قارون اور اس جیسے دوسرے ناشکر گزار لوگوں

نے کہے تھے جن کو اپنے ظلم کی سزا بھگتنی پڑی اور ان لوگوں کو بھی ضرور اس کی سزا ملے گی اور یہ لوگ نہ خدا سے بھاگ سکتے

ہیں اور نہ اس کو عاجز کر سکتے ہیں۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ - جو لوگ رزق کی فراوانی کو اپنے اولیاء اور پیروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اُن کی تردید ہے کہ رزق کو وسیع کرنا یا تنگ کرنا اللہ کے اپنے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور جو لوگ محمد و آل محمد علیہم السلام کو قسیم الرزق کا درجہ دیتے ہیں آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کو بھی باطل قرار دیا گیا ہے اور ہم نے اس موضوع کو اس سے پہلے کئی مقامات پر واضح کیا ہے اور کتاب لعتہ الانوار میں بھی اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

بخشش کی امید

دَعْوَا

قُلْ لِيَعْبَادِيَ - حضرت

امیر المؤمنین علیہ السلام سے

مروی ہے کہ قرآن مجید میں

اس سے زیادہ امید افزا

بخشش کے لئے اور کوئی

دوسری آیت نہیں ہے

بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت

حزہ کے قاتل وحشی کے

لئے اُتری کہ وہ اسلام کو قبول

کرنے کا ارادہ کرتا تھا

لیکن توبہ کے قبول ہونے

سے ڈرتا تھا پس جب یہ

آیت اُتری تو اس کو تسلی

ہوئی اور مسلمان ہو گیا لیکن

سَيَصِيدُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٢﴾

اور یہ عاجز کرنے والے نہیں (خدا کو)

اپنی کمائی کی برائی پہنچے گی

أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

کیا یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ پھیلا تا ہے رزق کو جس کے لئے چاہے اور تنگی بھی دیتا ہے

إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ لِيَعْبَادِيَ

تحقیق اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لائیں کہ وہ اے میرے وہ

الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ

بندے جو اپنے نفسوں پر زیادتی کر چکے ہیں نہ مایوس ہو اللہ کی رحمت سے

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾

تحقیق اللہ سب گناہ بخشتا ہے بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے

وَإِنبِئُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلَمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ

اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کے لئے اس سے پہلے کہ تم پر عذاب

اس پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ آیت کی ہے۔ اور حضرت حمزہ کے قاتل کے اسلام کا واقعہ ہجرت کے بہت بعد کا ہے

لیکن اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ آیت اگرچہ پہلے اُتری تھی لیکن حمزہ کے قاتل کے کانوں تک نہ پہنچ سکی پس جب اس نے یہ آیت

سنی تو بلا تاخیر کلمہ اسلام زبان پر جاری کر کے مسلمان ہو گیا۔ اور آیت مجیدہ کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ہر قسم کا گناہ

قابل بخشش ہے پس جو توبہ کر کے مرے اس کے گناہ تو یقیناً بخشے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی توبہ کے بغیر مر جائے تو اللہ کی

مشیت جو ہوگی اسی پر فیصلہ ہوگا اگر چاہے تو اس کو مزاد سے اور یہ اس کا عدل ہے اور اگر چاہے تو معاف کر دے اور یہ اس کا فضل ہے۔ اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ یہ آیت شیعیانِ علی کے حق میں اُتری ہے (تفسیر صافی)

جَنَّبَ اللّٰہُ۔ تفسیر صافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جنب اللہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور یکے بعد دیگرے ان کی اولاد طاہرین ہے۔ اور اسی مضمون کی روایات معصومین علیہم السلام سے بکثرت وارد ہیں چنانچہ بروایت کافی

حضرت امیر المومنین

علیہ السلام سے مروی ہے

آپ نے فرمایا میں عین اللہ

ہوں میں جنب اللہ ہوں

اور میں باب اللہ ہوں۔ پس

آیت کی ظاہری تفسیر وہ ہے

جو تحت اللفظ ترجمہ سے ظاہر

ہے اور یہ باطنی تفسیر ہے

جو قیامت تک جاری و

ساری ہے۔

اللہ پر جھوٹ بولنے

کی سزا

کَذِبُوا عَلٰی اللّٰہِ

تفسیر مجمع البیان میں بروایت

خدیجہ حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام سے

منقول ہے۔ آپ نے

فرمایا جو شخص ہماری طرف

نسبت دے کہ جہات کرے گا ہم اس سے اس کی جواب طلبی کریں گے جس نے سچی نسبت دی گویا کہ اُس نے اللہ اور اس کے

رسول کی طرف سچی نسبت دی اور جس نے جھوٹ کہا گویا کہ اُس نے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا کیونکہ ہم کسی اور کی طرف

العَذَابُ ثُمَّ لَا تُصْرَوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاتَّبِعُوا احْسَنَ مَا نُزِّلَ

اجائے پھر نہ دو کئے جاؤ گے اور اتباع کرو ان اچھے احکام کی جو تم پر تمہارے

الِيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ

رب کی طرف سے اُتارے گئے پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آجائے

بَغْتَةً وَّانْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۶﴾ اَنْ تَقُولَ نَفْسٌ

اچانک اور تم کو پتہ بھی نہ ہو (ایسا نہ ہو کہ پھرا کہتا رہے نفس ہائے ارمان

يُحْسِرْتِيْ عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ

اُس پر جو میں نے اللہ کے حکم میں کوتاہی کی اور میں سحری کر نیوالوں

لَمِنَ السَّخِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُولَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰى لِكُنْتُ

میں سے تھا یا یہ کہتا رہے اگر اللہ نے مجھے ہدایت کی تو میں متقی

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۸﴾ اَوْ تَقُولَ حِيْنَ تَرٰى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ

پڑ جاتا یا یہ کہے جب دیکھے عذاب کو کہ کاش میرے لئے

لِيْ كَرَّةٌ فَاكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۹﴾ بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

ایک بار پلٹنا ہوتا تو میں نیکیوں میں سے ہو جاتا ہاں بے شک تجھ تک

بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

بَلٰى قَدْ جَاءَتْكَ

بات کو منسوب نہیں کرتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا اور اللہ کے رسول نے فرمایا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور چشمہ اپنے کانوں کو کپڑا کر کہا یہ برے ہو جائیں اگر میں نے ایسا نہ سنا ہو۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت مجیدہ ہر اس شخص کے متعلق وارد ہوئی ہے جو ناحق طور پر امامت کا دعویٰ کرے۔ انتہی

پس بروز قیامت وہ رو سیاہ ہو کر اٹھے گا اور سابقہ آیات میں بھی ان ہی کے متعلق ہے کہ بروز محشر حضرت دارمان سے کہیں گے ہائے ہم نے جب اللہ کے متعلق کو تا ہی نہ کی ہوتی۔

اِنِّیْ فَکَذَّبْتُ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتُ وَکُنْتُ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

میری نشانیاں پہنیں تو تو نے جھٹلایا ان کو اور تو نے تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا

وِیَوْمَ الْقِیَمَةِ تَرٰی الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا عَلٰی اللّٰهِ وَجُوْهُهُمْ

اور بروز قیامت دیکھے گا جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا ان کے چہرے سیاہ

مَسُوْدَةٌ اَلِیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوٰی لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۱﴾ وَ

ہوں گے کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ؟ اور

یُنَجِّیْ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَآزِنِهِمْ لَا یَمْسُهُمْ السُّوْءُ وَا

نجات دے گا اللہ ان کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ساتھ ان کا میاں کے کہ نہ چھوئے گی انکو برائی اور نہ

هُم یُکَزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

وہ عنناک ہوں گے اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر شے پر

وَزِیْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهَا مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا

نجران ہے اسی کے لئے ہیں چابیاں آسمانوں اور زمین کی اور جن لوگوں نے کفر

بِآیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۴﴾

کیا اللہ کی نشانیوں کا وہ خسارہ پانے والے ہوں گے

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جب کہ آپ کے پاس غلام نے آپ سے تفویض کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسول کو دین کا معاملہ سپرد فرمایا اور لوگوں کو خطاب فرمایا مَا اَتَاكُمْ مِنَ الشَّیْءِ سُوْلٌ فَخُذُوْهُ۔ لفظ لیکن خلق و رزق کا معاملہ تو اس لئے کہ رسول کہ تفویض نہیں فرمایا بلکہ خدا خود فرماتا ہے اللہ خالق کل شئیء یعنی اللہ خود ہی ہر شے کے پیدا کرنے والا ہے۔ الخ

لے کہ رسول کہ تفویض نہیں فرمایا بلکہ خدا خود فرماتا ہے اللہ خالق کل شئیء یعنی اللہ خود ہی ہر شے کے پیدا کرنے والا ہے۔ الخ

اَفْعَبْرَ اللّٰهِ - غیر منصوب ہے۔ اَعْبَدُ کا مفعول ہے اور تَامُرُوْنِیٰ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ کفار کے لئے رکوع علیٰ حضرت ابوطالب سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اپنے بھتیجے سے کہو وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے۔ یعنی ان کو ہمارے احترام کی وجہ سے محترم سمجھے تو یہ آیت ان کے مقولہ کی تردید ہے۔

لَیْنُ اَشْرَکَتْ - خطاب حضور سے ہے اور مراد امت ہے یعنی جو بھی شرک کرے اُس کے اعمال برباد اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیا علیہم السلام جب معصوم ہوتے ہیں اور ان سے شرک سرزد ہو ہی نہیں سکتا تو ان کی طرف سے شرک کی نسبت کیوں دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جبراً کو حتمی اور اہم ثابت کرنے کے لئے غیر ممکن شرط پر اُسے مترتب کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر آسمانوں اور

زمین میں اللہ کے علاوہ اور

خدا بھی ہوتے تو نظام فاسد

ہو جاتا تو کونان فیہما

الہمۃ الا اللہ لفسدتا

یا جس طرح کہا جائے اگر

گھوڑے کو پر لگ جائیں تو

وہ اڑنے لگ جائیگا۔ پس

یہاں بھی اسی طرح مطلب

کو واضح کیا گیا ہے کہ شرک

اعمال کی صحت کے منافی

قُلْ اَفْعَبْرَ اللّٰهِ تَامُرُوْنِیٰ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰہِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَقَدْ

کیا پس غیر اللہ کی کہتے ہو کہ میں عبادت کروں اسے جاہلو! اور تحقیق

اَوْحٰی اِلَیْکَ وَالِی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَیْنُ اَشْرَکَتْ

وحی کی گئی تجھ پر اور ان پر جو تجھ سے پہلے تھے اگر تو نے شرک کیا

لَیْجِبَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ بَلِ

تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے اور ضرور خسارہ پائیوالوں میں سے ہو جائیگا۔ بلکہ صرف

اللّٰہَ فَاَعْبُدُوْکُمْ مِّنَ الشُّکْرِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَا

اللہ کی عبادت کر اور شرک گذاروں میں سے ہو جا

پہے حتمی کہ اگر آپ بھی شرک کریں تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے۔

مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق ضبط اعمال ظلم ہے اور خدا اُس سے پاک و منزہ اور ضبط

جبط اور ضبط میں فرق اعمال ظلم نہیں بلکہ جائز اور مطابق عمل ہے۔ ضبط عمل یہ ہے کہ کسی کا عمل شرائط صحت کے

مطابق ہو لیکن کسی دوسری غلطی کی وجہ سے بطور سزا کے اس کو صحیح عمل کی جزا سے بھی محروم کیا جائے مثلاً ایک شخص کی نماز صحیح ہے

لیکن اُس سے کوئی دوسرا گناہ سرزد ہو گیا پس اس گناہ کی سزا میں اُس کو نماز کے اجر سے محروم کرنا ضبط عمل ہے۔ اور یہ ظلم اور ناجائز

ہے۔ اور جبط عمل یہ ہے کہ عمل میں وہ شرط نہ پائی جائے جس کی بدولت وہ اجر کے قابل بنتا ہے پس عدم شرط کی وجہ سے اس کو

اجر سے محروم کیا جائے مثلاً ایک شخص نے نماز پڑھی لیکن نماز کی مقبولیت کی شرط یہ ہے کہ اُس کی نماز یا کارناہ طور پر نہ ہو پس

اگر یہاں کاری کرے گا تو اس کو نماز کے اجر سے محروم کر دیا جائے اور یہ جبط عمل ہے۔ آیت مجیدہ میں اعمال کی مقبولیت کی شرط

یہ قرار دی گئی ہے کہ عمل کرنے والا مشرک نہ ہو۔ پس اگر کوئی شخص مشرک کا مرتکب ہوگا تو اس کے جملہ اعمال اس کے شرک کی وجہ سے قابل اجر و جزا نہ رہیں گے اور ضبط ہو جائیں گے اور یہ چیز خلاف عدل نہیں ہے۔ اور اس کی مزید وضاحت ہم مقدمہ تفسیر میں کر چکے ہیں۔ اور نیز ہماری کتاب عقائد لمعۃ الانوار میں بھی اس موضوع پر بحث کی جا چکی ہے۔

نَفْحٌ صَوْرٌ وَ تَفِيْحٌ فِي الصُّوْرِ - غالباً سابقہ زمانے میں سیٹی یا وصل کے طور پر ایک سنگ کی قسم کا آلہ ہونا تھا جس کو صور کہا جاتا تھا جو پھونک مارنے سے آواز پیدا کرتا تھا اور فافلہ کے کوچ یا قیام کے لئے سالارِ قافلہ اس کو استعمال کرتا تھا جسے نفع صور کہتے تھے یا اس کے متبادل طلب بجا دیا کرتا تھا تاکہ ہر فرد کو مقصد سے بروقت انتباہ کیا جاسکے

اسی مناسبت سے قیامت

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهَا وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

انہوں نے اللہ کی قدر کی جس طرح قدر کا حق تھا حالانکہ زمین ساری بروز قیامت اس کے قبضہ میں ہوگی

وَالسَّمٰوٰتِ طُورًا بِمِيْنِهِ سَبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اور آسمان اسی کے ہی قبضہ قدرت میں سمٹے ہوئے ہیں وہ منزہ اور بلند ہے اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے

۴۸ وَ تَفِيْحٌ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ

ہیں اور پھونکا جائیگا صور پس مرجائیں گے جو بھی آسمانوں اور جو بھی

فِي الْاَرْضِ الْاٰمَنُ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نَفْحٌ فِيْهِ اٰخَرٰی فَاِذَا هُمْ

زمین میں ہیں سوائے اُن کے جو اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائیگا تو وہ (سب دوبارہ زندہ ہوگا)

قِيٰمٌ يَنْظُرُوْنَ ۴۹ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ

کھڑے ہوئے (فیصلہ کے) منتظر ہوں گے اور چلنے کی زمین اپنے رب کے نور سے اور

صغریٰ اور قیامت کبریٰ کے لئے خدا کی جانب سے

نفع صور سے تعبیر کیا جاتا ہے

اب یہ معلوم کرنا کہ اس شخص کی

نوعیت کیا ہوگی اس کو خدا

بہتر جانتا ہے۔ بہر کیف

نفع صور (اعلان عام کرنے)

پر مائزر فرشتے کا نام اسرائیل

ہے۔ اور وہ صرف اسی غرض

کے لئے ہی ہر وقت چاق و

چوبند ہے اور یہ نفع صور خواہ

اس کا طریق کار جو بھی ہو جب

پہلی دفعہ ہوگا تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق اس کی بدولت عروسِ موت سے ہمنام ہو کر وادیِ فنا میں پہنچ جائے گی اور اس کے

بعد پھر دوبارہ نفع صور ہوگا اور سب مخلوق دوبارہ زندہ ہو کر حساب کے لئے دربارِ پروردگار میں مشور ہو جائے گی۔ اور دونوں

صوروں کے درمیان بعض اقوال کی روشنی میں چالیس برس کا فاصلہ ہوگا۔

الْاٰمَنُ شَاءَ اللّٰهُ - یعنی پہلے نفع صور سے تمام ذمی روح مرجائیں گے لیکن چند وہ افراد جو مشیتِ پروردگار میں مستثنیٰ

ہیں ان پر موت نہ آئے گی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جبریل میکائیل اسرائیل اور ملک الموت ہوں گے اور بعض کے نزدیک

راہ خدا میں شہید ہونے والے صورت اول کی موت سے مستثنیٰ قرار دئے گئے ہیں۔

قیامت صغریٰ

تفسیر برہان میں منقول ہے کہ اسرافیل کے پاس جو صورت ہے اُس کے دو رخ ہیں ایک آسمان کی طرف اور دوسرا زمین کی طرف ہے۔ پس جب حکم پروردگار سے زمین کی طرف روانہ ہوگا تو فرشتے دیکھتے ہی جان لیں گے کہ اب اہل سما و اہل ارض کی موت کا وقت آ گیا ہے۔ اور جب بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کرے گا تو زمین ملے بھی سمجھ جائیں گے کہ اب ہر ایک کی موت کا وقت آپہنچا ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ نفع صورت ہوگا تو اُس کا رخ زمین کی طرف ہوگا۔ اور تمام ذمی روح مر جائیں گے اور پھر اُس کا رخ آسمان کی طرف کرے گا اور تمام آسمانی مخلوق لقمہ اجل ہو جائے گی اور امر پروردگار سے خود اسرافیل بھی مر جائے گا۔ پس ایک وقت تک ستا سٹھ چھ ماہ تک ستا آسمانوں میں اضطراب اور زمین میں سنسنی ہی مسلط ہوگی۔ اور زمین ایک ایسی زمین کے روپ میں بدل جائے گی جس پر نہ پہاڑ نہ دریا نہ سبزہ اور نہ کسی قسم کی آبادی کا نشان ہوگا جس طرح روز اول اس کی تخلیق ہوئی تھی کہ اس کا دامن گناہوں سے داغدار نہ تھا۔ پس صدائے توحید ہر پہاڑ سو گونجے گی۔ لَمَّا مَلَكَ التُّرَابُ رُوحَ الْمَلَائِكَةِ الْيَوْمَ رَاحَ مَلِكٌ كَسَ كَاسِهِ، اور پھر زبانِ قدرت خود ہی اس کا جواب دے گی۔ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (یعنی سب ملک صرف اللہ کا ہے جو اپنی قدرت سے سب پر غالب و قہر ہے) پھر امر پروردگار سے دوبارہ سب مخلوق زندہ ہو کر حساب کے لئے پیش ہوگی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نفع صورت ہوگا تو لوگ اپنی غافلانہ روش میں محو ہوں گے کوئی گھر میں کوئی سفر میں کوئی کھانا کھا رہا ہوگا۔ کوئی پانی پیتا ہوگا۔ کوئی بات کر رہا ہوگا۔ کوئی سن رہا ہوگا و علیٰ ہذا القیاس۔ پس اچانک نفع صورت ہوتے ہی سب کے سب بیک وقت لقمہ اجل ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دریاؤں اور نہروں و چشموں کے پانی اپنے مقام پر خشک ہو جائیں گے۔ پہاڑ، درخت و مکان سب زمین کے اندر دھنس جائیں گے اور سب لوگ موت کی نیند سو جائیں گے کہ کوئی دفن کرنے والا نہ ہوگا کوئی چیت اور کوئی سپلو کے بل پڑا ہوگا۔ اور روٹی کا لقمہ کسی کے ہاتھ میں رہ جائے گا اور کسی کے منہ میں پڑا ہوگا۔ پس زمین ان سب کو نگیل کر اپنے پیٹ میں چھپالے گی۔ ستاروں کے باہمی روابط ٹوٹ جائیں گے۔ اور سخت زلزلہ کی وجہ سے زمین کی سطح ہموار ہو جائے گی۔ آسمانوں کے فرشتے حجاب ہائے قدرت اور مرادقات کے فرشتے حاملین عرش و کرسی اور کرومیں تمام کے تمام موت سے ہم آغوش ہو جائیں گے۔ پس صرف جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت پنج جائیں گے پس اللہ ملک الموت سے پوچھے گا کہ بتاؤ کون کون موت سے بچ گیا ہے؟ اس وقت ملک الموت احوالِ قیامت سے گھبرائے ہوئے انتہائی کرب و اضطراب کی حالت میں پیش بارگاہِ ربوبیت ہوگا اور عرض کرے گا اے پروردگار! اس وقت جبریل میکائیل، اسرافیل اور یہ عبد حقیر باقی ہے تو ارشاد ہوگا کہ جاؤ اور جبریل کو موت کی نیند سلا دو۔ پس ملک الموت جبریل کے پاس پہنچے گا تو اسے سجدہ و رکوع کی حالت میں معسج پائے گا۔ پس ملک الموت کہے گا۔ اے عبد سلیمان: بنو آدم اہل دنیا درند چرند پرند اہل آسمان حاملین عرش و کرسی ملائکہ مرادقات اور ساکنین سدرۃ المنتہیٰ سب کے سب جام موت پی چکے ہیں اور اب تیری باری ہے تو جبریل یہ سن کر رو کر عرض کرے گا۔ اے پروردگار مجھ پر موت کی تیری کو آسان فرما پس ملک الموت

اس کو قبض کر لے گا۔ پھر اللہ ملک الموت سے پوچھے گا کہ کون کون باقی بچ گئے ہیں؟ تو ملک الموت جواب میں عرض کرے گا کہ میکائیل و اسرافیل اور تیرایہ عبد ذلیل باقی ہے پس حکم دے گا کہ جا کر میکائیل کو موت کی نیند سلادو چنانچہ ملک الموت میکائیل کے پاس پہنچ کر کہے گا کہ اے عبد مسکین! اب بنی آدم اور جملہ مخلوق کے لئے رزق کے انتظام کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ زمین سے لے کر سموات عرش تک کی تمام فرشتی و عرشہ مخلوق جام موت پی کر چل بسی ہے اور مجھے اللہ نے تیری طرف بھیجا ہے۔ پس میکائیل رو رو کر عجز و انکساری سے سکرات موت کی آسانی کی دعائیں گئے گا اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لے گا پھر اللہ دریافت فرمائے گا کہ بتاؤ اب کون باقی ہے؟ تو ملک الموت جواب دے گا کہ ایک اسرافیل اور دوسرا تیرایہ عبد ختیر (میں) باقی ہوں تو فرمائے گا کہ جا کر اسرافیل کو موت کا نرا کھچھاؤ پس ملک الموت اس کے پاس جا کر پیغام موت سنائے گا تو اسرافیل کہے گا پاک و منزہ ہے وہ پروردگار جو تنہا اور اکیلا زیور بقا سے آراستہ ہے۔ اے اللہ! تیرے اوپر موت کی تلخی کو آسان فرما پس ملک الموت اس کو بھی موت کی نیند سلادے گا کہ خداوندی میں عجز و انکساری پیش ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ بتاؤ اب کون باقی ہے؟ تو عرض کرے گا کہ صرف تیرایہ عبد ضعیف (میں) باقی ہوں۔ پس حکم پروردگار وہ بھی موت سے ہم آغوش ہو جائے گا۔ پس تمام آسمان اپنے اپنے بسنے والوں سے اور تمام زمینیں اپنے بسنے والوں سے خالی ہو جائیں گی۔ ہر قسم کی حس و حرکت شور و غل۔ قول و عمل اور آواز و پڑاؤ ختم ہو چکی ہوگی اور سکون و سکوت ہر سوطاری ہوگا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی زبان قدرت سے خطاب فرمائے گا۔ اے دنیا! تیری نیریں تیرے درخت و تیرے بسنے والے تیرے آبا و اجداد اور تیرے حکمران اور شہزادے کہاں گئے؟ جاہر و ظالم اور میرا رزق کھا کر میرے غیر کی پشتیں کرنے والے کہاں گئے؟ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج یہ سب ملک کس کا ہے؟ پس اس کا جواب زبان قدرت خود ہی دے گی۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّاسِ۔ یعنی اس اللہ کا ہے جو اپنی حکومت و سلطنت میں واحد اور سب پر غالب ہے پس ایک وقت تک زمین و آسمان باقی رہیں گے کہ ان میں کوئی تفضیل بسنے والا نہ ہوگا اور بعضوں نے چالیس برس کے برابر وقف بیان کیا ہے۔ بہر کیف اس کے بعد خداوند کریم آپ حیات جاری فرمائے گا جس کی بدولت زمین کی سب مخلوق میں حس و حرکت کی رو پیدا ہوگی۔ پس گوشت و پوست اور ہڈیوں پٹھوں کے تمام ذرات ایک دوسرے کے ساتھ ملیں گے اور تمام مردہ اجسام صحیح و سالم ہو جائیں گے لیکن ان میں روح نہ ہوگی پس سب سے پہلے حکم پروردگار اسرافیل زندہ ہوگا۔ اور اس کو حکم ہوگا کہ صور اٹھاؤ جس میں تمام ذوی الایواح مخلوق کی روحوں کی تعداد کے برابر سوراخ ہوں گے اور تمام ارواح کو اس میں جمع کر دیا جائے گا۔ پس اسرافیل صور کو لے کر بیت المقدس کے صحرہ دیتھرا پر کھڑا ہوگا اور آواز دے گا اور اس کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادِي مِّنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ د اور جس دن منادی قریبی مکان سے آواز دیگا پس اسرافیل یہ ندا دے گا۔ آيَتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَاللُّحُومُ الْمُسْقَطَةُ وَالشُّعُورُ الْمُتَبَدِّدَةُ وَالصُّوَرُ الْمَلْتَزِقَةُ لِيَقْتُنَّ إِلَى الْعَرْصِ عَلَى الْمَلِكِ الدِّيَانِ لِيَجْزِيَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ۔ یعنی اے بوسیدہ ہڈیاں اے ریزہ ریزہ ہونے والا گوشت منتشر بال اور متفرق صورتیں کھڑے ہو جاؤ کہ تم نے اپنے اعمال کی جزا کے لئے اپنے جزا دینے والے بادشاہ کے

دربار میں پیش ہونا ہے۔ پس اسرافیل کی اس ندا کے بعد صورتوں کی صورتوں سے تمام ارواح نکل کر آسمان وزمین کی بسیط فضا میں پھیل جائیں گے۔ پس مومنوں کے ارواح نورانی ہو کر نکلیں گے اور کافروں کے ارواح تاریک و سیاہ ہو کر نکلیں گے۔ اور ہر روح اپنے اسی جسم میں داخل ہوگی جسے دنیا میں چھوڑ کر آئی تھی اور اسی شکل میں ہر ذی روح پلٹ جائے گا جس شکل کے ساتھ وہ دنیا میں تھا پس ان کے سر کی جانب سے زمین پھٹے گی اور وہ نکل کھڑے ہوں گے اور ہر انسان اپنے اعمال نامہ کے ساتھ میدانِ محشر میں آئے گا اور جس کے اعمال اچھے ہوں گے تو وہ اعمال نامہ اس کا قبر اور محشر میں منس ہوگا۔ اور احوالِ قیامت سے اس کو تسلی دے گا۔ اور آواز آئے گی۔ اے میرے دوست گھبراؤ نہیں میں تیرے ساتھ ہوں۔ گھبراہٹ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کے نافرمان تھے جنہوں نے اس کی آیات کی تکذیب کی۔ اور خواہش نفس کی اطاعت کی تم تو اللہ کے اطاعت گزار اور اس کے رسول کے تابع رہتے۔ تم خوف اور غم سے آزاد ابھی جنت میں پہنچنے والے ہو۔ اور اگر انسان خطا کار اور گنہگار ہوگا۔ اور اس کی موت بغیر توبہ کے واقع ہوگی تو جب وہ اپنی قبر سے باہر آئے گا۔ اور دُور دنیا میں کئے ہوئے اعمال بد کی کتاب بھی اس کے ہمراہ ہوگی

تو جب بھی سختی کے مقام سے گزرے گا تو اسے اپنے

اعمال بد کی طرف سے رُخا آئے گی۔ اے دشمنِ خدا یہ سب کچھ تیرے ہی لئے ہے۔

وَضِعَ الْكِتَابِ وَجِئُوا بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ

رکھی جائے گی کتاب اور لایا جائے گا نبیوں کو اور شہیدوں کو اور ان کے

بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۰﴾ وَوَفِيَتْ كُلُّ

درمیان حق کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور پورا دیا جائے گا ہر

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۶۱﴾

نفس کو (بدلہ اس کا) جو اس نے کیا اور وہ جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب خداوند کریم دوبارہ

سب مخلوق کو زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو چالیس دن تک متواتر آسمان سے بارش برستی رہے گی (اور وہ پانی زمین میں رچ جائیگا) جو آپ حیات ہوگا) پس اس کی بدولت مردوں کے تمام متفرق اجزاء اکٹھے ہوں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ خدمتِ پیغمبر میں آئے اور آپ کو جنت البقیع کی طرف لے گئے اور ایک قبر سے خطاب کر کے کہا قَدْ يَا ذن اللہ چنانچہ ایک آدمی نکلا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اس نے اپنے سر اور منہ سے گرد کو بھاڑا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور تکبیر کہی پھر دوسری قبر پر جا کر کہا قَدْ يَا ذن اللہ تو ایک سیاہ روہائے ہائے کرتا ہوا نکلا پس جبریل نے دو نو کو داپس جانے کا حکم دیا اور عرض کی کہ قیامت کے دن لوگ اسی طرح زندہ ہوں گے کہ مومن وہ گلہ کہیں گے اور کافر یہ گلہ کہیں گے۔

بِسُوْرٍ رَّجِيْحًا۔ اس جگہ نور کا معنی یا تو عدل ہے یعنی اُس دن زمین محشر عدل پروردگار کے ساتھ منور اور روشن ہوگی یا یہ کہ سورج اور چاند کے علاوہ اللہ کی جانب سے ایک مخصوص نور کی بدولت زمین محشر روشن ہوگی۔

تفسیر برہان میں ہے ایک طویل روایت میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمام مخلوق اکٹھی کی جائے گی تو کافی دیر تک ایک تنگ و تاریک فضا میں سب کو کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور

رکوع نمبر ۵

احوال محشر میں سے یہ پہلی منزل ہوگی پس ندائے پروردگار آئے گی کہ میں کسی کا دوسرے پر کوئی حق ہے تو ہر صاحب حق اپنے ظالم و غاصب کو پکڑ لے اور وہ اس قدر سخت وقت ہوگا کہ پسینے بہتے ہوں گے اور خوف سے ہر ایک کا بدن کا پینٹا ہوگا اور گریہ و بکا کی صدائیں بلند ہوں گی۔ پھر کافی وقفہ کے بعد ندا پہنچے گی کہ کوئی ہے جو اپنے حقوق دوسروں سے معاف کر دے۔ اور صاحبان حق عرض کریں گے

وَسِيْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زَفْرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

اور چلائے جائیں گے کافر جہنم کی طرف ٹوٹے ٹوٹے جب وہاں پہنچیں گے تو کھولے جائیں

فَتَحَّتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رَسُلٌ

گے ان کے دروازے اور فرشتے ان کو کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے

مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ

جو پڑھتے تم پر تمہارے رب کی آیتیں اور تم کو ڈراتے اس دن کی ملاقات سے تو کہیں

هَذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ

گے ہاں (آئے تھے) لیکن پورا ہوا عذاب کا فیصلہ کافروں پر

۴۲ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ

تو کہا جائے گا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں سے اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے پس

مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۴۳ وَسِيْقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَىٰ

براہمٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے

اے پروردگار ہم اپنے حقوق کیسے معاف کریں؟ تو بحکم پروردگار خازن جنت جنت کے محلات کو سامنے لائے گا اور کہا جائے گا معاف کرنے والوں کو یہ انعام ہے کہ توبہ سے لوگ اپنے بھائیوں سے حقوق معاف کر دیں گے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور اگر کسی کافر نے مومن کا حق غضب کیا ہو تو قیامت کے دن اُس سے کیسے وصول کیا جائے گا تو آپ نے فرمایا کہ اُس مومن کے حقوق کے برابر اس کے گناہوں کا بوجھ اُس کافر پر ڈالا جائے گا۔ پس وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ مومن کے گناہوں کی سزا بھی بھگتے گا۔ پھر اس نے پوچھا اگر مسلمان کا مسلمان پر حق ہو تو وہ کس طرح وصول ہوگا۔ آپ نے فرمایا حقوق کے

برابر اس کی نیکیاں صاحبِ حق کو دی جائیں گی۔ اُس نے عرض کی کہ اگر ظالم و غاصب کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو پھر کیا کیا جائے گا آپ نے فرمایا کہ پھر صاحبِ حق کے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے گا پس وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اس کے گناہوں کی سزا بھگتنے پر مجبور ہوگا۔

فَتْحَتْ - جہنم کے دروازوں کی روایات میں تعداد سات ہے جس کی قدرے تفصیل تفسیر کی جلد ۲ اور کتاب لغۃ الانوار میں مذکور ہے۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہنم کے سات طبقے ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں سب سے اوپر باویر اور سب سے نیچے جہنم ہے اور بعض روایات کے ماتحت اس کا آٹھ ہے کہ سب سے نیچے باویر اور سب سے اوپر جہنم ہے اور جنت کے تمام درجات و طبقات ایک دوسرے کے عوض میں ہیں اور کتاب خصال سے منقول ہے آپ نے

الْجَنَّةِ زُرَّا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

جنت کی طرف ٹولے ٹولے مسافروں کے اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے تو کہیں گے

لَهُمْ خَزَائِنُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۴۴﴾

ان کو اس کے دربان تم پر سلام ہو تم پاکیزہ ہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْثَقَنَا

اور کہیں گے اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین کا وارث

الْأَرْضِ نَبَوْا مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ

بنایا کہ ٹھکانا بنا سکے ہیں جنت میں جہاں چاہیں پس خوب اجر ہوگا عمل

الْعَمَلِينَ ﴿۴۵﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ

کرنے والوں کا اور دیکھو گے فرشتوں کو چکر لگانے والے ہوں گے عرش کے

الْعَرْشِ يَسْبِحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ

اور گوئیے کرتے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور ان کے درمیان حق کا فیصلہ ہوگا

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۶﴾

اور کہا جائے گا اللہ کے لئے حمد ہے جو عالمین کا پروردگار ہے

فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے نبی و صحابہ داخل ہوں گے۔ دوسرے دروازے سے شہداء و صالحون داخل ہوں گے اس کے بعد پانچ دروازے صرف ہمارے شیعوں اور مجتہدوں کے لئے مخصوص ہوں گے۔ اور میں پل صراط پر کھڑے ہو کر ایک ایک کو بلاتا رہوں گا اور اللہ سے عرض کرتا رہوں گا۔ اے پروردگار میرے شیعوں کو میرے محبوبوں اور مددگاروں کو اور میرے

مومنین کو بچالے تو جانب عرش سے نڈا آئے گی تیری دعا مقبول ہے اور میں نے تیری شفاعت قبول کی ہے پھر میرے شیعوں اور مومنین میں سے ہر ایک ستر ستر ہزار اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے حق میں شفاعت کر سکے گا۔ اور آخری ایک دروازے سے جملہ مسلمانوں کو داخل کیا جائے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی اہل بیت محمدؑ کے حق میں بغض نہ ہوگا۔ ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جنت کے ہر ایک دروازے کی چوڑائی چار سو سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو مومن کسی مومن کی زیارت صرف خوشنودیٰ خدا کے لئے کرتا ہے تو اس کی روانگی سے لے کر گھر کی واپسی تک ستر ہزار فرشتے اُس کے ہمراہ چلتے ہیں۔ اور اُس کو جنت کی خوش خبری سناتے ہیں۔ ہم نے جنت کے دروازوں کی تعداد اور قدرے تفصیلات تفسیر کی جلد ۲ اور کتاب لمعة الانوار میں بیان کی ہے۔
والحمد لله رب العالمین

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ

یہ سورہ مکہ ہے اس میں سے صرف آیت ۷۵، ۷۶ مدنیہ ہیں اس کی آیات کی کل تعداد چھیاسی ہے حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص جنت کے باغات میں سیر کرنا چاہے وہ نماز تہجد میں حوامیم پڑھے۔ آپؐ نے فرمایا ہر شے کا جوہر ہوتا ہے اور قرآن کا جوہر حوامیم ہیں (جن سورتوں کے شروع میں تم ہے) جو شخص تم المؤمن کی تلاوت کرے تو تمام نبیوں، صدیقوں اور مومنوں کی روچیں اس پر درود پڑھتی ہیں اور اس کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حوامیم قرآن کی ریجان ہیں جب ان کو پڑھو تو اس کے حفظ و تلاوت کے لئے اللہ کا شکر بجا لاؤ اور بندہ جب حوامیم کو پڑھتا ہے تو اُس کے منہ سے عنبر و کستوری سے پاکیزہ تر خوشبو مہکتی ہے اور خدا اس کے پڑھنے والے پر رحمت کی بارش کرتا ہے اور اس کے ہمسایوں قریبیوں اور دوستوں پر بھی خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور قیامت کے دن عرش و کرسی اور ملائکہ مقربین سب بارگاہ پر درود گار میں اس کی سفارش کریں گے اور آپؐ نے فرمایا جو شخص ہر تمیرے دن حم المؤمن کی تلاوت کرے اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوں گے اور اس کو تقویٰ نصیب ہوگا اور اُس کا انجام دنیا سے بہتر ہوگا۔ (مجمع البیان)

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو پڑھے قیامت کے دن

خدا اس کی امید کو قطع نہ کرے گا اور خدا اس کو مخالفین کا اجر دے گا۔

جو شخص اس کو لکھ کر کسی کھیت یا باغ میں لٹکائے تو وہ زیادہ سرسبز ہوگا اور ترقی کرے گا اور اگر اس کو لکھ کر سرائے اور دوکان میں رکھا جائے تو اس کی خیر و برکت میں اضافہ ہوگا اور اس میں خرید و فروخت زیادہ ہوگی۔

ابن مسعود سے منقول ہے کہ جب میں حوامیم کی تلاوت کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں باغاتِ جنت کی سیر کر رہا ہوں (مجمع البیان)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو رات کے وقت لکھ کر باغ یا کھیت میں رکھے تو اس کی خیر و برکت میں اضافہ ہوگا اور اس کی سرسبزی پھل پھول اور رونق و بھرت میں بھی غیر معمولی زیادتی ہوگی (البرہان) جس شخص کے جسم پر سفید یا سیاہ داغ ہوں پس اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو خدا اس کی برکت سے اس کو تندرستی اور شفا عطا فرمائے گا۔ نیز جس کے جسم پر پھوڑے نکلے ہوں تو اس سورہ مبارکہ کا تعویذ اپنے پاس رکھنے سے شفا یاب ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی زیادہ ڈرتا ہو تو اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے بفضلِ خدا اس کا ڈر جاتا رہے گا۔

اگر اس سورہ مبارکہ کو لکھ دھویا جائے اور اس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے پھر اس آٹے کو خشک کر کے باریک پس کر سفوف تیار کر لیا جائے اور برتن میں محفوظ کر کے اویڑھنے سے اس کا منہ بند کر لیا جائے اور دل کی تکلیف بیوشی غشی، درد جگر اور تلی کے لئے اس سے ایک چٹکی بھر لے کر کھالیا جائے تو باذن پروردگار شفا یابی نصیب ہوگی اور ہر قسم کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ (دربان)

حصہ ۱۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ قسم ہے یعنی خدا نے اپنے علم و ملک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو اس رکوع نمبر ۶ کی پناہ لے گا اس کو عذاب نہ کروں گا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خدا نے اپنے ناموں سے افتتاح

فرمایا ہے چنانچہ حار سے مراد حلیم حمید حکیم حی اور سخاں ہیں اور میم سے مراد ملک حمید مہدی اور معید مراد ہیں تَنْزِيلُ الْكِتَابِ خداوند کریم نے اپنی صفات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حَمَّ ② تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ③

حکم کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب و انا ہے

کا تذکرہ فرمایا ہے کہ یہ کتاب اُس پر وحی کی جانب سے اترتی ہے جو اپنی تمام مخلوق پر غالب و قاهر ہے۔ اور دانا و بینا ہے

اور جو بھی گناہ کرنے کے بعد دل سے توبہ کر لے تو خدائے مہربان اُس کے گناہوں کو بخشے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد بجائے توبہ کے گناہوں پر اصرار کرے تو وہ خدا سخت عذاب دینے والا بھی ہے

قَابِلِ التَّوْبِ - توبہ قبول کرنے والا
توبہ کی جمع ہے اور یہاں تَاب
یتوَّب کا مصدر ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا صاحب احسان کہ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۷﴾ مَا يَجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ

اس کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں اسی کی طرف ہی بازگشت ہے نہیں جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں مگر جنہوں

إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۵﴾

نے کفر کیا پس تجھے دھوکے میں نہ ڈالے شہروں میں آنا جانا ان کا

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے (نوح کا) اور ان کے بعد دوسرے گروہوں نے ذبیہوں کا اور

كُلِّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوا وَجَادِلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا

ہر امت نے چاہا اپنے رسول کو کہ اُسے قتل کر دیں اور غلط طور پر جھگڑا کیا انہوں نے تاکہ پھسلا دیں

بِهِ الْحَقِّ فَآخَذَتُهُمْ فَيَكْفُرُوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۶﴾ وَكَذَلِكَ

اس کے ذریعے حق کو تو میں نے ان کو پکڑ لیا پس کس طرح تھا میرا عذاب؟ اور اسی طرح

حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ

ثابت ہوئی بات تیرے رب کی اُن پر جو کافر ہوئے کہ بے شک وہ دوزخی

علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ذنب سے مراد گناہِ کبیرہ ہے یعنی خدا گناہانِ کبیرہ کے بخشنے والا ہے کیونکہ گناہانِ صغیرہ تو خود بخود نیکیوں کے غلبہ سے جھٹ ہو جاتے ہیں پس غافر الذنب کی صفت گناہانِ کبیرہ کی بخشش کو ظاہر کرتی ہے جن سے توبہ کے بغیر مرگیا ہر کیونکہ اگر توبہ کے بعد بخشش مراد لی جائے تو دوسری صفت قابل التوب کا ذکر خالی از فائدہ ہو جائے گا۔ حالانکہ واو عاطف دلالت کرتی ہے کہ دو وصفیں الگ الگ ہیں نیز مروی ہے کہ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

ذِي الطُّوْلِ - شدید العقاب
کے بعد ذی الطول کا ذکر کرنا
اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ
خدا کسی پر ظلم کر کے اس کو
دوزخ کا عذاب نہیں دیتا
بلکہ عذاب کا مستحق ہونا انسان
کی اپنی نالائقی اور ناپاس
گنہاری کے صدقہ میں ہے
دُور ذی الطول یعنی محسن و
مہربان ہے۔

صفات پروردگار
تنبیہ - خداوند کریم
نے آیت مجیدہ میں اپنی چھ
صفات کا تذکرہ فرمایا ہے
(۱) غافر الذنب - بعین

یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جس طرح کہ وہ گنہگار ہی نہیں ہیں جب توبہ خود گناہوں کو مٹانے کے اس کی بخشش کا کیا معنی ہو گا پس اس کا معنی یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو توبہ نہ کرنے والے کے گناہوں کو بھی بخش صفت شدید العقاب جو تھی صفت ذی الطول (مسن) پانچویں صفت کلا اللہ الاھو اور چھٹی صفت اکیلا صفت کا ہونا۔ اور مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنے والی وہ ذات ہے جو ان صفات کی مالک ہے پس اس کی آیات میں بھگڑا وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل کفر کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ لہذا آپ ان کی ظاہری خوش حالی سے متاثر نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلی امتیں بھی اپنے اپنے زمانہ میں رسولوں کو بھٹلاتی رہیں لیکن جب ان پر میرا عذاب آیا تو ان کو کوئی طاقت میرے عذاب سے بچانہ سکی۔

حاملین عرش

الْعَرْشِ وَمَنْ حَوْلَهُ

حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے متعلق نہ سوچا کرو بلکہ اللہ کی مخلوق کی عظمت کے متعلق سوچو چنانچہ اس کی مخلوق میں سے ایک فرشتہ اسرائیل ہے جس کے کندھے پر عرش کا ایک پایہ ہے اور اس کے قدم تخت الثرش کی ایک پیڑ اور وہ اللہ کی عظمت کے مقابلہ میں معمولی حقیقت رکھتا ہے۔ اور

النَّارِ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ

تھے وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس (عرش کے) ارد گرد ہیں تسبیح کرتے

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ

ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور طلبِ بخشش کرتے ہیں ان کے لئے جو ایمان

آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ

لائیں۔ اے رب تیری رحمت و علم ہر شئی پر وسیع ہے پس بخش دے

لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ

ان لوگوں کو جو توبہ کریں اور چلیں تیرے راستہ پر اور ان کو بچالے دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ

اے رب اور ان کو داخل کر جناتِ عدن میں جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور

زمعشری سے منقول ہے تمام ملائکہ کو حکم دیا گیا ہے کہ صبح و شام حاملین عرش کا سلام کریں اور عرش پروردگار کے ایک پائے سے دوسرے تک تیز پر ہواز پرندے کی اسی ہزار سال کی پرواز کی مسافت ہے اور عرش کے ارد گرد ستر ہزار صفیں طواف کرنے والے فرشتوں کی ہیں اور ان کے ارد گرد ستر ہزار ان فرشتوں کی ہیں جو بحالتِ قیام ذکر پروردگار میں رطب اللسان ہیں اور پھر ان کے آس پاس پوری ایک لاکھ صفت عبادت گزار فرشتوں کی ہے جن میں سے ہر ایک کی تسبیح دوسرے کی تسبیح

سے الگ ہے اور تمام فرشتے ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور روایات اہل سبیت میں ہے کہ ان کی استغفار محمد وآل محمد کے موالیوں اور شیعوں کے لئے مختص ہے (مقتنیات)

رَبَّنَا۔ قرآن مجید میں ملائکہ یا انبیاء یا مومنین کی دعاؤں کا جہاں بھی تذکرہ ہے وہاں لفظ رب سے خطاب کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے وقت لفظ رب کا استعمال بہتر ہے۔

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اسے پروردگار ان کو برائیوں کے عذاب سے بچا اور اس سے پہلے بھی دعائیں جنم کے عذاب سے بچنے کا ذکر ہے پس بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ برائیوں کا عذاب جنم کے عذاب سے عام ہے کیونکہ برائیوں کے عذاب میں موت کی معنی قبر کا فشار اور حساب کی سختی وغیرہ سب شامل ہیں لہذا تکرار نہیں ہے۔

مَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ

جو نیک ہوں اور ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولادوں کو تحقیق

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ

تو طالب حکمت والا ہے اور بچا ان کو برائیوں سے اور جن کو تو

تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

برائیوں سے بچائے اس دن اترتے ان پر رحم کیا اور یہی بڑھکا

الْعَظِيمُ ⑩ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ

کامیابی ہے تحقیق جو لوگ کافر ہیں ان کو ندا دی جائے گی کہ اللہ کا غضب بہت بڑا

أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ

ہے تمہارے اپنے نفسوں پر غضب کرنے سے دیا کرو، جب تم کو ایمان کی طرف بلا یا جاتا تھا

فَتَكْفُرُونَ ⑪ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا آتَيْنَا اثْنَتَيْنِ

پس تم انکار کرتے تھے کہیں گے اے رب تو نے ہم کو موت دی دوفہ اور زندہ کیا دو دوفہ

وَمَوْتَيْنِ ⑫ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا آتَيْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْنَا اثْنَتَيْنِ

اور موتوں اور دو زندگیوں کے متعلق تین اقوال ہیں (۱) پہلی موت یہی جو ہر ایک پر آتی ہے اور دوسری موت وہ جو قبر میں

رکوع نمبر ۷

لَمَقْتُ اللَّهِ۔ یعنی کافر
 لوگ جب اپنے اعمال بد کی
 بدولت جنم میں جائیں گے
 تو اپنے نفسوں پر ناراض ہوں
 گے کہ ہدایت کو قبول نہ کیا تو
 ان کو خطاب پہنچے گا کہ تمہارا
 اپنے نفسوں پر ناراض ہونا
 کوئی مفید نہیں ہے کیونکہ
 اللہ کی ناراضگی تم پر اس سے
 بھی زیادہ ہے کہ اس نے
 تم کو ایمان کی طرف پکارا اور
 تم نے اس کی دعوت کو
 ٹھکرا دیا۔
 قَالُوا رَبَّنَا

سوال منکر و نکیر کے بعد آئے گی پس پہلی زندگی دنیاوی اور دوسری اخروی ہوگی۔

۲۔ پہلی نطفہ کی حالت میں

اور دوسری موت زندگی کے

بعد والی۔ (۳) پہلی موت دنیا

والی اور دوسری قبر والی اور

اس کے مقابلہ میں پہلی زندگی

دنیاوی اور دوسری وہ جو سائل

منکر و نکیر کے وقت ہوگی پس

کافر کہیں گے اسے پروردگار

اب تو ہم نے دو موتیں اور

دو زندگیاں دیکھ لی ہیں۔ اور

ہم اپنی غلطی کو مانتے ہیں اور

معافی مانگتے ہیں کہ کسی طریقہ

سے ہمیں عذاب سے نجات

ملے۔

اِذَا دَعِيَ اللَّهُ۔ ہر زمانہ

کے مشرکوں کا یہی دستور ہے

کہ صرف اللہ کو پکارا جائے تو

بڑا مناتے ہیں اور جب اللہ

کے ساتھ ان کے من گھڑت

بتوں کو یا ان کے پیروں کو

شریک مانا جائے تو خوشی

سے جھومتے ہیں اور ہمارے

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿١٢﴾

پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے پس کیا (دورخ سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہے

ذَلِكُمْ بِأَنَّ اللَّهَ إِذَا دَعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرِكُ بِهِ

(ان کو جو اب ملے گا) یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ جب پکارا جاتا تھا اللہ ایک لے کر تو تم انکار کرتے تھے اور اگر

تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٣﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ

اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب حکم اللہ کا ہے جو بلند و بزرگ ہے وہ جو تمہیں دکھاتا ہے اپنی

آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا

نشانیوں اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق اور نہیں نصیحت پر گھڑتا مگر جو

مَنْ يَنْتَبِئِ ﴿١٤﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

رجوع کرے (الشیکی طرف) پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے (الطاعت اس کے لئے

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٥﴾ رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ

اگرچہ ناپسند کریں کافر وہ بلند کرنے والا ہے (بیک لوگوں کے) درجات کو مالک عرش

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ مِنْ إِشْرَارٍ مِنْ عَبَادِهِ

ہے بھجھتا ہے روح کو اپنے ار سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے

لَيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٦﴾ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَىٰ

تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے جس دن وہ کھلے (میدان میں) ہوں گے کہ نہیں پھٹی ہوگی

معاشرہ میں بھی یہ مرض عام ہے کہ اللہ کو تنہا پکارنے سے ان کا دل نہیں بھرتا جب تک کہ پکارنے میں محمد و آل محمد کو شریک نہ مانا جائے حالانکہ عقیدۃ اللہ کو واحد و لا شریک بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ خدا تئیبہ کے طور پر فرماتا ہے کہ دنیا میں تو تم میرا شریک

ماننے پر خوش ہوتے تھے اور تمہیں کھلی چھٹی دی گئی تھی اب تمہارا حکم چلتا ہے اور تمہیں اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔
مَوْلَا الَّذِي يُوَدُّكُمْ۔ یعنی اللہ وہ ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہیں آسمان سے رزق بھیجتا ہے پس سوچ سچو کہ
 صرف اسی ایک کی ذات کے سامنے جھکو اور اپنی دعاؤں اور مناجاتوں کا مرکز اسی کی ذات کو قرار دو تاکہ قیامت کے دن تم

کو شرمساری نہ ہو۔ وہی
 درجات کو بلند کرنے والا ہے
 اور وہی سارے اقتدار کا مالک
 ہے۔

يُلْقِي السُّورَةَ۔ روح کا
 معنی قرآن، وحی، جبریل اور
 نبوت کیا گیا ہے اور اس مقام
 پر سارے معانی مراد لئے
 جاسکتے ہیں۔

لِمَنِ الْمُلْكُ۔ ممکن ہے
 یہ صدا قیامت کے دن بلند
 کی جائے اور یہ ممکن ہے کہ
 قیامت صغریٰ کے وقت
 ہو جس کی تفصیل سورہ الزمر
 میں گذر چکی ہے۔ ص ۱۳۵

الْأَزْفَةَ۔ آزیف کا معنی
 ہے قریب ہوا۔ اور قیامت
 چونکہ یقیناً آنے والی ہے اور
 ہر آنے والی شئی قریب ہوتی

ہے پس اس مناسبت سے قیامت کو آزیف کہا گیا ہے۔

الْأَعْيُنِ الْخَائِئِةِ۔ یہاں صفت کی موصوف کی طرف اصناف ہے یعنی **الْأَعْيُنِ الْخَائِئِةِ**۔

وَاللَّهُ يَقْضِي۔ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ماننے پر خوش ہوتے ہیں ان کو تہنید ہے کہ قیامت کے دن صرف میرا

عَلَى اللَّهِ فِيهِمْ شَيْءٌ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اللہ پر ان کی کوئی چیز (نما آئے گی) آج حکومت کس کی ہے؟ (خود ہی جواب دیکھا) اس اللہ کی ہے جو واحد

۱۶ **الْيَوْمَ تَجْزِي كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ**

غالب ہے آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو اس کا جو اس نے کمایا
 نہ ظلم ہوگا

الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۱۷ **وَأَنْذَرَهُمْ**

آج سچتی اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے
 اور ان کو ڈراؤ قریب آنے

يَوْمَ الْأُزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاطْمِينٍ مَا

وہ دن ہے جب کہ دل جنوروں تک پہنچ جائیں گے (غم و غصہ کو) ضبط کرنے والے ہوں گے

لِلظَّالِمِينَ مِنْ جَبِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ۱۹ **يَعْلَمُ**

نہ ہوگا ظالموں کا کوئی قریبی اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے (اللہ) جانتا ہے خیانت

خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۲۰ **وَاللَّهُ يَقْضِي**

کرنے والی آنکھ کو اور اس کو جس کو سینے پوشیدہ رکھتے ہیں
 اور اللہ سچ کا فیصلہ

بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ

کرسے گا اور جو لوگ پکارتے ہیں اس کے غیر کو وہ نہیں کوئی فیصلہ کر سکتے

ہی فیصلہ ہوگا اور جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی بات کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے لہذا سنبھل جاؤ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ماننے کی غلطی نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے جب کہ اس پچھتاؤٹ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

رکوع نمبر ۸

حضرت موسیٰ کا ذکر

الیٰ فِرْعَوْنَ۔ اگرچہ حضرت موسیٰ پوری قوم پر مبعوث برسات ہوئے تھے لیکن صرف فرعون ہامان اور قارون کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ پوری قوم میں سردار تھے ہامان وزیر اعظم اور قارون وزیر خزانہ تھا۔

قَالُوا اقْتُلُوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا دو دفعہ حکم دیا تھا پہلی دفعہ جب بنجرمیوں نے اس کو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ دوسری دفعہ جب حضرت موسیٰ عہدہ رسالت پر فائز ہو کر تبلیغ کے لئے تشریف لائے تو فرعون نے دوبارہ حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دو تاکہ ان کی تعداد

إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۲۱﴾ أُولَٰئِكَ سَيُرَوْنَ فِي

تحقیق اللہ ہی سُننے دیکھنے والا ہے کیا وہ چلتے نہیں

الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن

زمین میں تاکہ دیکھیں کہ کس طرح انجام ہوا ان لوگوں کا جو گزرے ان سے

قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ فِيهِمْ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ

پہلے وہ ان سے بھی سخت تھے قوت میں اور زمین کو آباد کرنے میں

فَأَخَذَهُم بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَّاقٍ ﴿۲۲﴾

پس (اللہ نے) ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑ لیا اور ان کو اللہ سے کوئی بھی پھرانیوالا

ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا

نہ تھا یہ اس لئے کہ آتے تھے ان کے پاس رسول واضح دلیلوں کے ساتھ تو وہ کفر کرتے

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ

پکڑے ہیں ان کو اللہ نے پکڑ لیا وہ طاقتور سخت عذاب والا ہے اور تحقیق ہم

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ

نے بھیجا موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ اور واضح معجزہ کے ساتھ فرعون

هَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَابٌ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم

ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا یہ جادوگر اور جھوٹا ہے پس جب وہ ان کے پاس

تشریف لائے تو فرعون نے دوبارہ حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دو تاکہ ان کی تعداد

میں اضافہ نہ ہو ورنہ فوجی طاقت بڑھا کر سلطنت میں انقلاب کی کوشش کریں گے۔ اور خدمت گذاری کے لئے ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو لیکن فرعون کے اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی کیونکہ خداوند کریم نے قوم فرعون پر خونین بینڈنگ طوفان اور مکڑی کے بیکے بعد دیگرے عذاب بھیج دیئے جن کا تذکرہ پہلے جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ میں کیا جا چکا ہے۔ اور اسی کے متعلق فرماتا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کو یہ تجویز نہ سچا سکی اور آخر کار اللہ کا فیصلہ اُن پر مسلط ہو کے رہا۔

أَقْتُلْ مُوسَىٰ - جب

حضرت موسیٰ اور حضرت

ہارون علیہما السلام نے فرعون

کے دربار میں پہنچ کر دلائل

توحید پیش کئے تو چونکہ

فرعون کے پاس ان کا کوئی

جواب نہ تھا۔ پس جس طرح

دلیل کا جواب دینے سے

عاجز آجانے والے بر غلط کار

کا آخری حربہ تشدد ہوا کرتا

ہے۔ فرعون نے بھی اسی

حربہ کو استعمال کرنا چاہا۔ جس

طرح حضرت ابراہیمؑ کی

دلیلوں کے جواب سے عاجز

آکر فرودنے اُن کو سزائے

موت سنادی تھی۔ اور زندہ

آگ میں ڈال دیا تھا۔ فرعون

بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

حق لایا ہماری جانب سے تو کہنے لگے قتل کرو ان لوگوں کے بچوں کو جو اس پر ایمان لائے اور

وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ط وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِ

زندہ رکھو ان کی بچیوں کو اور نہیں تھی تجویز کافروں کی مگر ناکامی

ضَلِّلَ ۙ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي اَقْتُلْ مُوسَىٰ وَ

میں اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں وہ

لِيَدَّ رَبِّي اِنِّي اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ

بلائے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارا دین نہ تبدیل کر دے یا زمین میں

فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۙ وَقَالَ مُوسَىٰ اِنِّي عُدْتُ بِرَبِّي

فساد برپا نہ ہو جائے اور موسیٰ نے کہا میں اپنے رب اور تمہارے رب کی

وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مْتَكْبِرٍ لَا يَوْمَ الْحِسَابِ ۙ

پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا

نے بھی اپنے مشیروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سزائے موت کے متعلق مشورہ چاہا کہ میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور ازراۃ تکبر کہا کہ وہ بے شک جس خدا کا ہمیں پیغام سناتا ہے اُس کو بلائے مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ اس کو زندہ چھوڑنے سے پورے ملک کو خطرہ لاحق ہے کہ یا تو ان کے نظریات کا پرچار عام ہوگا اور لوگ ان کے دلائل کو سن کر اپنا آبائی مذہب چھوڑتے ہوئے ان کے ہمراہ ہوتے جائیں گے۔ اور ہمارا آبائی دین ختم ہو جائے گا اور اگر ان کی مذہبی تقریروں اور دینی سرگرمیوں

پر پابندی عائد کر دی جائے تو پھر دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ان کی اپنی قوم ان کے ہمنوا ہو کر ممکن ہے ہمارے خلاف اعلان جنگ کر دے اور یہ دونوں صورتیں ہماری حکومت کے لئے باعث انقلاب ہو سکتی ہیں لیکن فرعون کے مشیروں نے موٹے کے قتل کو جلد بازی قرار دے کر بادشاہ کی تجویز مسترد کر دی کہ ان کو قتل کرنے میں ان کے پیش کردہ شبہات کو مزید تقویت پہنچے گی اور لوگوں کے دلوں میں اس کی بے گناہی کے قتل سے اس کی ہمدردیاں پیدا ہوں گی اور مذکورہ خطرات سے دوچار ہونے کا امکان رفع نہ ہوگا لہذا زیادہ مناسب یہ ہے کہ ان کو مہلت دی جائے اور اپنے ملک کے باہر جا دو گروں اور فن کاروں کو دعوت مقابلہ دی جائے تاکہ برسرِ عام ان کے جھوٹ اور جادو کا پول کھل جائے پس فرعون نے یہ تجویز منظور کر لی۔

تفسیر برہان میں اللہ طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے کہ فرعون کے مشیروں میں سے حرامزادہ کوئی نہ تھا بلکہ سب حلالزادہ تھے۔ اگر ان میں کوئی حرامزادہ ہوتا تو ضرور فرعون کو موٹے کے قتل کا مشورہ دیتا کیونکہ انبیاء اور اولاد انبیاء کو صرف اولاد زنا ہی قتل کیا کرتے ہیں۔ اور منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کا مشورہ فرعون کے مشیروں نے دیا تھا اور وہ سب حرامزادے تھے۔ اور جناب پیغمبر سے حدیث صحیح میں منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے بغض وہی رکھے گا جو حرامزادہ ہوگا۔ گویا انبیاء و اولیاء کے دشمن حلال زادے نہیں ہوتے بلکہ حرامزادے ہوتے ہیں۔

رکوع ۹۔ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مومن آل فرعون - فرعون کا چچا زاد تھا۔ اور حضرت موٹے پر ایمان لایا تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جو شہر کے پرلے کنارے

سے دوڑ کر آیا۔ اور حضرت موٹے کو اطلاع دی۔ **اِنَّ الْمَلٰٓئِیٰٓتَہٗمُ سُرُوۡنٌ** - یعنی سردارانِ قوم تھے قتل کرنا چاہتے ہیں پس حضرت موٹے مصر سے بھاگ کر مدین کی طرف آگئے تھے۔ اور بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ یہ فرعون کا ولی عہد تھا اور اس کا نام حبیب یا حرقیل تھا۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرعونی حکومت میں یہ شاہی خزانے کا انچارج تھا اور

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اٰیٰتِنَا

اور کہتا ہوں کہ میں نے آل فرعون میں سے جو اپنے ایمان کو

اَتَّقُوۡنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوۡلَ رَبِّیْ اللّٰہُ وَقَدْ جَاءَکُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

کیا تم مارتے ہو ایسے مرد کو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس واضح دلیلیں

سے یہ آل فرعون سے تھا نہ کہ دین کے لحاظ سے اور ہم نے آل کی تحقیق جلد ۱ ص ۱ پر بیان کی ہے۔

حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ صدیق تین ہیں (۱) حبیب بنار مومن آل یسین (۲) مومن آل فرعون حرقیل (۳) حضرت علی بن ابی طالب اور یہ ان سے افضل ہیں۔

اَنْ يَقُولَ يَتَقْتُلُونَ - کا مفعول کہ ہے یعنی اُس کے قتل کی تمہارے نزدیک و جہ جواز صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اگر اَنْ يَقُولَ کے بجائے قَائِلًا ہوتا تو یہ معنی نہ نکل سکتا۔

قال الذی - یعنی

موسى آل فرعون نے پہلے ان کو نرم اور قابل قبول لہجہ میں توجیہ پروردگار میں غور و فکر کی دعوت دی اور یہ بھی سمجھایا کہ اگر وہ معاذ اللہ

مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ

اپنے رب کی طرف سے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اسی پر ہوگا اپنے جھوٹ کا وبال اور اگر وہ سچا ہوگا

صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا

ترہینے گا تمہیں بعض وہ جن کا تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا

يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٩﴾ يَقَوْمَ لَكُمْ

اس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو اے قوم آج زمین

الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا

میں غالب ہونے کی حیثیت سے تمہاری حکومت ہے تو کون ہماری مدد کرے گا

مِنْ بَاسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا

اللہ کے عذاب سے اگر تم پر آیا فرعون نے کہا میں تم کو وہی کچھ سمجھاتا ہوں جو

مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٣٠﴾

میں خود سمجھتا ہوں اور میں نہیں رہبری کرتا تمہاری مگر درست راستے کی

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَئِذٍ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور اس نے کہا جو ایمان لا چکا تھا اے قوم میں ڈرتا ہوں تم پر

یوم کا معنی دن نہیں بلکہ مجمع البیان میں ہے کہ یوم کا معنی نعمت اور محنت بھی ہوا کرتا ہے اور یہاں مراد محنت ہے یعنی ان جماعتوں پر جو عذاب آیا تھا مجھے تم پر بھی اسی قسم کے عذاب کا خطرہ ہے۔

مِثْلَ كَذَابِهَا - یہ پہلے مثل سے بدل ہے یعنی قوم نوح اور قوم عاد و ثمود کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور ان کے بعد دوسری وہ قومیں جو نبیوں کی تکذیب کرتی رہیں ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو اور ان کا انجام بد

اللہ کی طرف سے ظلم نہیں تھا بلکہ اُن کے اپنے کردار بد کا بدلہ تھا۔

يَوْمَ التَّنَادِ - یعنی

دنیاوی عذاب کے بعد

مجھے تمہارے متعلق یوم

قیامت کے عذاب کا بھی

خطرہ ہے جس دن دوزخی

لوگ ایک دوسرے کو

دیل و شور سے خطاب کریں

گے یا یہ کہ دوزخی ہشتیوں

سے کہیں گے کہ ہمیں کچھ پانی

وغیرہ دواور ہشتی اُن سے

کہیں گے بتاؤ کیسی گذر رہی

ہے۔ دنیا میں تم لوگ ہم کو

ذلیل سمجھتے تھے۔ تنادوی

باب تفاعل ہے جس کا

معنی ایک دوسرے کو پکارنا

ہے۔

تَوَلَّوْنَ - یعنی دوزخی

لوگ ایک دفعہ تو دوزخ کو

دیکھ کر پیچھے بھاگنے کی کوشش

کریں گے لیکن ان کی کوشش

سودمند نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ

وہ دوبارہ آگ میں دھکیل

مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿٣١﴾ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ

(سابقہ) قوموں کے عذاب کی طرح مثلاً قوم نوح قوم عاد اور قوم

ثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِلْعِبَادِ

ثمود کے عذاب کی طرح) اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے اور اللہ بندگان پر ظلم کرنا نہیں چاہتا

﴿٣٢﴾ وَيَقُومُ إِلَىٰ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ

اور اسے قوم! میں ڈرنا ہوں تم پر شور و پکار (قیامت) کے دن سے جس دن

تَوَلَّوْنَ مَدِيرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ

تم پشت دکھا کر پیچھے بھاگو گے (عذاب سے) کہ تمہیں کوئی نہ ہوگا اللہ سے بچا نیالا اور جس کو

يُضِلُّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ جَاءَكَ يُوسُفُ

اللہ گمراہی میں پھوڑ دے اُسے کون ہدایت کر سکتا ہے؟ اور تحقیق تمہارے پاس یوسف آیا

مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ

اس سے پہلے واضح دلیلوں کے ساتھ تو تم ہمیشہ شک میں رہے اس کے متعلق جو تمہارے

بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ

پاس لایا یہاں تک کہ جب وہ چل بسا تو تم کہنے لگے کہ اس کے بعد خدا کسی کو رسول بنا کر

رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ سَرِيفٌ قَرِيبٌ ﴿٣٥﴾

بھیجے گا اسی طرح گمراہی میں پھوڑتا ہے اللہ ہر اس شخص کو جو راہ حق سے تجاوز کرنا لاشکی ہو

دے جائیں گے۔

جَاءَكُمْ يُوسُفُ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کے زمانہ کافر عاون اور موسیٰ کافر عاون ایک

تھا۔ اور ممکن ہے اولاد کی طرف ان کے بزرگوں کا قصہ منسوب ہو۔ جس طرح موجودہ بنی اسرائیل کی طرف گذشتہ بنی اسرائیل کے حالات منسوب کئے گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یوسف حضرت یوسف بن یعقوب کا پوتا تھا یعنی یوسف بن افریم بن یوسف بن یعقوب (مقتنیات الدر)

موسٰی آل فرعون نے ان کو اپنے بزرگوں کا حوالہ دیا کہ قوم قبیط کی طرف اس سے پہلے حضرت یوسف رسول بنا کر بھیجے گئے تو تم نے یعنی تمہارے بزرگوں نے ان کی بھی تکذیب کی تھی۔

حضرت یوسف کی پشین گوئی تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت رسالت مآب سے نقل فرمایا کہ حضرت یوسف نے بوقت وفات اپنے تمام خاندان کے افراد کو

انٹھا کر کے پروردگار کی حمد و

شکایات کی اور ان کو آنے

والی سختیوں اور مصیبتوں سے

مطلع فرمایا اور یہ بھی پیشگوئی

کی کہ تمہارے لڑکوں کو

قتل کیا جائے گا۔ اور تمہاری

لڑکیوں کو زندہ چھوڑا جائے گا

یہاں تک کہ لاوی بن یعقوب

کی اولاد سے اللہ ایک قائم

کو ظاہر کرے گا جو لمبی قد

اور گندمی رنگ کا ہو گا۔ اور

اس کے بعد اس کے باقی

اصناف بھی بیان فرمائے

پس ان لوگوں نے وہ

الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَنٍ أَتَاهُمْ كَبْرٌ

جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس ہو سخت

مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ

موجب غضب ہیں اللہ کے نزدیک اور ان کے نزدیک جو ایمان لائے اسی طرح اللہ ہر ظالم متکبر کے

عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا

دل پر سر لگا دیتا ہے اور فرعون نے کہا اے

هُمِّنْ ابْنِ مَرْحَلِ عَلِيٍّ أَبْلَغَ الْأَسْبَابِ ﴿٣٧﴾ أَسْبَابِ

ہاں تیرے لئے ایک عمل تاکہ پہنچ جاؤں میں اسباب تک آسمانوں کے

السَّمَوَاتِ فَاطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا

اسباب تک پس جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے خدا کو اور میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

وصیت نامہ اپنے پاس محفوظ کر لیا اور زمانہ غیبت شروع ہو گیا یہاں تک کہ چار سو سال گذر گئے پھر جب ان لوگوں کو ان کی

ولادت کی خبر پہنچی تو ان کے مصائب میں اور اضا فر ہو گیا۔ پس انہوں نے اس عالم و فقیہ کو تلاش کیا جو ان کو حضرت قائم کے

حالات بیان کرتا تھا اور وہ اپنا غم غلط کرتے تھے اور بدلتے ہوئے حالات میں وہ بھی روپوش ہو گیا تھا۔ انہوں نے عرض

کی ان مشکلات و مصائب میں آپ ہی کا دم ہماری زندگیوں کا سہارا تھا کہ آپ کی باتوں سے ہم اپنا دل سہلا لیا کرتے تھے

اگر آپ ہمیں اس طرح چھوڑ جائیں تو ہمارا ٹھکانہ کیا ہوگا؟ پس وہ عالم ان کو ایک جنگل میں لایا اور آنے والے قائم کے صفات کو بیان کرنا شروع کیا وہ رات چاندنی تھی اچانک حضرت موسیٰ فرعون کے محل سے نکل کر سیر و تفریح کی خاطر اپنے ہمراہ آنے والے سرکاری ملازمین سے علیحدہ ہو کر ان کے پاس سے آگزرے جب کہ ایک خچر پر سوار تھے اور ایک شہینہ زیب تن تھا۔ جو نبی اس عالم کی آپ پر نظر پڑی تو شکل و اوصاف سے پہچان گیا۔ پس اذراہ تعظیم کھڑا ہوا اور ان کے قدموں کو بوسہ دیا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام بنی اسرائیل نے شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ نے صرف اسی قدر فرمایا کہ میں اللہ سے پرامید ہوں کہ مستقبل قریب میں وہ تمہارے مصائب کو دور کرے گا۔ پس آپ چلے گئے اور غیبت کا زمانہ شروع ہو گیا کیونکہ (قبطنی کے قتل کے بعد) آپ کو وہاں سے ہجرت کر کے مدین کی طرف آنا پڑا اور حضرت شعیب کے پاس کافی عرصہ تک رہے اور یہ غیبت پہلی غیبت سے بھی سخت تر تھی جو ۲۵ برس جاری رہی اور بنی اسرائیل کا وہ عالم و فقیہ بھی مصلحت وقت کے ماتحت گوشہ عزلت و تنہائی میں گننامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ حالات سے تنگ آ کر بنی اسرائیل نے ان کی خدمت میں گزارش کی کہ کم از کم آپ تو ہمیں اپنی زیارت سے محروم نہ فرمائیں۔ پھر وہ ان کو لے کر ایک جنگل میں آیا اور ان کو تسلی دہی کہ اب وہ وقت قریب آن پہنچا ہے اور مجھے اللہ نے وحی کی ہے کہ وہ چالیس برس کے بعد تمہاری مصیبت کو دور کر دے گا۔ وہ لوگ جو مصائب مشکلات کی چکیوں میں پس پس کر تھک چکے تھے چالیس برس کے بعد مصائب سے نجات کی خبر سن کر بھی ان کی ڈھارس بندھی اور انہوں نے اپنے اچھے مستقبل کی خوش خبری سن کر بیک زبان شکر پروردگار زبان پر جاری کیا تو خدا نے اس عالم پر وحی کی کہ ان کے شکر کے صدقہ میں میں نے ان کی انتظار کے دس برس کم کر دیئے ہیں۔ اب تیس برس انتظار کے باقی ہیں۔ جب اُس عالم نے ان کو یہ دوسرا فریضہ سنایا تو انہوں نے اللہ کی نعمت کا مزہ بیکراہ لیا۔ پس خدا نے وحی کی کہ میں نے دس اور کم کر دئے ہیں انہوں نے خوش خبری سن کر کہا کہ ہمیں اللہ سے خیر کی ہی توقع ہے پس خدا نے وحی کی کہ میں نے دس برس اور کم کر دئے ہیں اب صرف ۱۰ سال باقی ہیں تو انہوں نے اپنے کھل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعی اللہ ہی مصائب و مشکلات کو ٹال سکتا ہے تو خدا نے وحی کی کہ میں نے ان کے انتظار کا وقفہ بالکل ختم کر دیا ہے لہذا تم کو مبارک ہو کہ تمہاری مشکل ختم ہو گئی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گدھے پر سوار حضرت موسیٰ پہنچ گئے۔ ابھی وہ فقیہ حضرت موسیٰ کے علاوہ تباہی والے ہی تھے کہ آپ اچانک ظاہر ہو گئے اور آتے ہی سلام کیا۔ اُس عالم نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ اُس عالم نے سوال کیا آپ کے والد ماجد کا کیا نام ہے؟ تو آپ نے جواب دیا عمران بن فارث بن لادی بن یعقوب تو عالم نے پھر دریافت کیا کہ آپ کیا لائے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ کی طرف سے پیغام رسالت لایا ہوں۔ پس اُس عالم نے کھڑے ہو کر آپ کی قدم بوسی کی اور اس وقت سے فرعون کے عرق ہونے کے زمانہ تک چالیس برس کا فاصلہ تھا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بوقت وفات تمام اولاد یعقوب کو جمع کر کے پیشین گوئی کی تھی کہ تم پر قبضیوں کی طرف سے سخت مصائب آئیں گے۔ اور حضرت یعقوب کی اولاد سے موسیٰ بن عمران

کی بدولت ہی تمہاری مشکل کشائی ہوگی۔ اُس وقت اُن کی تعداد آسنی تھی۔ اور لوگوں نے اپنی اولادوں کا نام عمران اور پھر موسیٰ رکھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کی آمد سے پہلے پچاس چھوٹے موسیٰ بن عمران گذر چکے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنقول ہے کہ مرد آزاد کسی قیمت پر بھی اپنی آزادی کو فروخت نہیں کیا کرتا۔ اور شریف ہر حال میں شریف رہتا ہے۔ چنانچہ ہر مصیبت کا سبب کبھی سے استقبال کرنا اور آنے والے حادثہ کے سامنے نہ جھکنا اور اپنی خودداری پر قائم رہنا جو افرادِ آزاد و منقش انسان کا دستور زندگی ہے۔ خواہ اُسے قید و بند کی صعوبتوں سے ہی کیوں نہ دوچار ہونا پڑ جائے۔ دیکھئے مظلومیت اور غلامی اور اسیری کے پے در پے مصائب کے باوجود بھی حضرت یوسف کی مستقل مزاجی میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ نیز کنوئیں کی ظلمت اور جنگل کی وحشت ان کے عزمِ صمیم کو متزلزل نہ کر سکی۔ یہاں تک کہ مصائب کے بادل چھوٹ گئے اور آزمائش کی گھڑیاں کٹ گئیں اور آخر کار زندان کی کالی کوٹھڑی سے نکل کر شاہی تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور جس نے غلام کر کے خریدا تھا وہ خود غلام نظر آیا اور آپ سلطانِ وقت کی حیثیت سے کرنسیِ اقتدار کے مالک ہو گئے۔ پس اسی طرح صبر کا انجام

خیر ہوا کرتا ہے پس تم لوگ صبر کرو اور اپنی طبیعتوں کو صبر کا عادی بناؤ۔ تاکہ اس کے اجر کے حق دار قرار دئے جاؤ۔
وَقَالَ فِرْعَوْنُ رَبِّ اجبر کے حق دار قرار دئے جاؤ۔
وَقَالَ فِرْعَوْنُ رَبِّ مومن آلِ فرعون یعنی حضرت

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصَدَّعِن

اور اسی طرح مزین ہوا فرعون کے لئے اُس کا برا عمل اور راہِ حق سے وہ منحرف

السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِي تَبَابٍ ﴿۳۸﴾

ہوا اور نہ تھی فرعون کی تجویز مگر ناکام

حزقِ قیل نے قوم کو نصیحت کی اور سابقہ امتوں کے واقعات سے عبرت دلائی کہ قوم نوح و قوم عاد و ثمود اور بعد والی قوموں کے انجام بد کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرو۔ اور پھر حضرت یوسف کی وصیت اور پیشین گوئی کا بھی تذکرہ کیا تاکہ فرعون کا حضرت موسیٰ کے متعلق قتل کا ارادہ تبدیل ہو جائے۔ پس فرعون یہ سب کچھ سننے اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اپنی قوم کو دھوکے میں رکھنے کے لئے اور حزقیل کی بات کا اثر مٹانے کے لئے ہامان سے خطاب کر کے کہنے لگا کہ تم میرے لئے ایک پختہ عالی شان اور بلند محل تعمیر کرو تاکہ میں اوپر جا کر موسیٰ کے خدا کی حقیقت معلوم کروں۔ اور اُن اسباب تک رسائی حاصل کر لوں جو آسمانوں تک پہنچنے کے ذرائع ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت فرعون جانتا تھا کہ نہ خدا دیکھنے کی چیز ہے اور نہ آسمانوں پر سیڑھیوں کے ذریعے سے چڑھا جاسکتا ہے اور کوئی چڑھ بھی جاسے تو خدا آسمانوں پر موجود نہیں ہے یہ سب کچھ جاننے کے باوجود عوام الناس کو دھوکہ دینے اور اُن پر اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے یہ ایک بہانا بنانا تھا کہ میں خود جا کر تہہ کرتا ہوں کہ میرے علاوہ کون ہے جس کو موسیٰ خدا کہتا ہے۔ پس شیطان نے فرعون کے لئے اُس کا کردار مزین کیا ہوا تھا اور اس قسم کے ناجائز تھکنڈوں سے عوام پر اپنا اقتدار قائم کئے ہوئے تھا۔

رُكُوعًا - وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا - فرعون کی بات کا جہاں پر اچھا خاصہ اثر ہوا انہوں نے مومن آل فرعون کو بھی اپنے مسک میں شامل ہونے کی دعوت دی اور عزتِ قلیل ظاہر طور پر قوم فرعون کے ہم خیال عقائد باطن میں مومن تھا اور فرعون کی عدم موجودگی میں لوگوں کو نصیحت کرتا تھا پس جب لوگوں نے عزتِ قلیل سے فرعون کی چالاکی اور چال بازی کا ذکر کیا جس کو وہ حقیقت سمجھ رہے تھے، تو انہوں نے پھر اپنی نصیحت دہرائی کہ تم میری بات مانو کہ میں تم کو نجات کے راستے کی ہدایت کرتا ہوں اور تم باطل اور لغو باتوں کی طرف کان نہ دھرو پس اس چند روزہ زندگی کی منفعت پر آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دو۔

وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا آيَاتِي لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ ﴿٣٩﴾

کہا اے جو ایمان لایا اے قوم! میری اتباع کرو تاکہ میں تمہیں ہدایت کروں نیکی کے راستے کی

يَقُومُوا لِنَفْسِهِمْ إِنَّهَا هِيَ الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ

اے قوم یہ دنیاوی زندگی صرف (معمولی) منفعت ہے اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا

دَارُ الْقَرَارِ ﴿٤٠﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ

گھر ہے جو کرے برائی تو نہ جزا پائے گا مگر اس جیسی اور جو کرے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنَّىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ

نیکی مرد ہو یا عورت اور ہو بھی مومن تو ایسے لوگ جنت میں داخل

الْجَنَّةَ وَيُرَدُّونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤١﴾ وَيَقُومُوا مَالِي أَدْعُوكُمْ

ہوں گے اور بے حساب رزق دئے جائیں گے اور اے قوم تعجب ہے کہ میں تم کو نجات

إِلَى الْجَنَّةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ﴿٤٢﴾ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَ

کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور

أَشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ

اس کے ساتھ شریک کروں ایسی چیز کو جس کا مجھے علم نہیں اور میں تم کو بلاتا ہوں طرف اللہ کے جو

الْغَفَّارِ ﴿٤٣﴾ لَأَجْرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ

غالب اور بخشے والا ہے یقیناً جس کی طرف مجھے تم بلاتے ہو اس کو دعوت دینے کا کوئی سہی نہیں نہ

دعوت نہیں ہے بلکہ دعوت کا حق صرف اس ذات کو ہے جس کی طرف ہماری بازگشت ہے اور وہ اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں

ہے۔ اور اب اگرچہ میری نصیحتوں کا تم اثر نہیں لیتے لیکن ایک وقت آئے گا جب تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔

فَوَقَّهٗ اللّٰهُ رَبِّ

حضرت حزقیل نے اپنی

نصیحت کے آخر میں

فرمایا افوض امری

الی اللہ یعنی میں اپنا

معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں

تو اب تک جو اس نے

تعمیر کیا ہوا تھا اس کا راز

فاش ہو گیا اور فرعون

کی رعایا کو پتہ چل گیا کہ

یہ فرعون کے بجائے اللہ

ہی کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے

اور اسی کی توحید کا قائل ہے

پس فوراً دربار فرعون میں

پہنچے اور حزقیل کے ایمان

کی رپورٹ کی تو حزقیل

بھی اعلانیہ طور پر حضرت

موسےؑ کی قوم میں شامل ہو گیا اور جب آپ نے قوم کو روانگی کا حکم دیا تو وہ بھی ساتھ تھا اور باقی قوم کے ہمراہ پانی سے پار ہو

گیا۔ اور فرعون کا لشکر فرعون سمیت غرق ہو گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فرعون کی جانب سے مومن آل فرعون کے لئے سزائے موت کا حکم ہوا تو بھاگ کر

پیٹھ کے دامن میں چلا گیا۔ فرعون نے اس کی گرفتاری کے لئے اپنے دو نمائندے سپاہی بھیجے جب وہ پہنچے تو دیکھا

حزقیل نماز میں مشغول ہے اور تمام وحشی جانور اس کے گرد پہرہ داری کے فرائض انجام دے رہے ہیں پس ان کو آگے

بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ناکام واپس پلٹے۔

اور تفسیر نور الثقلین میں بروایت احتجاج طبرسی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت میں

فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنْ نُّقَرِّدَنَّآ إِلَى اللّٰهِ وَإِنَّ

دنیا میں اور نہ آخرت میں (اسکی دعوت کوئی دعوت نہیں) اور بیشک ہماری بازگشت اللہ تک ہے

الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٢٢﴾ فَتَذَكَّرُونَ مَا

اور تحقیق راہ حق سے تجاوز کرنے والے اصحابِ نار ہیں پس تم بھی یاد کرو گے جو میں تم کو

أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ

کہتا ہوں اور میں سوچتا ہوں اپنا معاملہ اللہ کو تحقیق اللہ بندوں پر

بِالْعِبَادِ ﴿٢٥﴾ فَوَقَّهٗ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ

آگاہ ہے پس اس کو بچا لیا اللہ نے ان تکلیفوں سے جو انہوں نے تجویز کی تھیں اور

بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْعَ الْعَذَابِ ﴿٢٦﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

گھیر لیا آل فرعون کو (عزقابی کے) برے عذاب نے آگ پر پیش کئے جاتے ہیں

عُدُوْا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ

صبح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

صباح اور شام اور جب قائم ہوگی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

منقول ہے کہ فرعون کے سامنے مومن آل فرعون حضرت حزقیل کے متعلق رپورٹ پہنچی تو فرعون نے جواب دیا وہ میرا چچا زاد اور میرے ملک پر میرا خلیفہ اور میرا ولی عہد ہے اگر اس کے متعلق یہ جرم ثابت ہو جائے جو تم کہتے ہو تو وہ بے شک سخت سزا کا مستحق ہوگا لیکن اگر تمہاری رپورٹ غلط ثابت ہوئی تو تم کو سخت ترین سزا دی جائے گی چنانچہ حضرت حزقیل کی دربار فرعون میں طلبی ہوئی تو آپ نے فرعون کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ بتائیے آپ نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ فرعون نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان سے دریافت کیجئے کہ تمہارا رب کون ہے؟ کہنے لگے فرعون۔ تمہارا خالق کون ہے؟ انہوں نے کہا فرعون! تمہارا رازق کون ہے؟ کہا فرعون! تمہاری زندگی میں تمہارا کارساز اور مصیبتیں رفع کرنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرعون۔ پس حضرت حزقیل نے کہا اے بادشاہ میں تجھ کو اور تیری تمام رعایا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو ان کا حقیقی رب ہے وہی میرا ہے جو ان کا حقیقی خالق ہے وہی میرا ہے جو ان کا رازق ہے وہی میرا ہے اور جو ان کا کارساز وہی میرا ہے پس میرا ان کے رب کے علاوہ کوئی رب ہے نہ ان کے خالق کے سوا کوئی خالق ہے اور نہ ان کے رازق کے سوا کوئی رازق ہے اور میں تجھے اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان کے حقیقی رب اور خالق و رازق کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب یا خالق یا رازق کہے میں اُس سے بیزار ہوں اور اس کی ربوبیت سے متنفر ہوں۔ اور اس کی اُلوہیت کا منکر ہوں۔ اور ان تمام مقامات پر حزقیل کے اعتقاد میں چونکہ ان کا حقیقی رب خالق و رازق صرف اللہ ہی تھا لہذا حزقیل نے خدائے حقیقی کی ربوبیت کا ہی اقرار کیا اور یہ نہیں کہا کہ جس کو وہ رب کہتے ہیں میرا وہی رب ہے۔ (بلکہ یہ کہا کہ جو ان کا رب ہے وہ میرا رب ہے) اور اس مطلب کو فرعون یا فرعون کے ہم پیالہ لوگ یا رعایا نہیں سمجھتے تھے پس جو نبی مومن آل فرعون کا بیان ختم ہوا تو فرعون نے رپورٹ کرنے والوں پر عتاب کی بارش کر دی کہ تم لوگ ملک میں فساد کا بیج بونے والے اور میرے اور میرے چچا کے درمیان پھوٹ ڈالنے والے ہو لہذا تم ہی سنگین ترین سزا کے حق دار ہو پس ان کے ہاتھوں پاؤں اور سینوں میں لوہے کے کیل ٹھونسے گئے اور ان کا گوشت ان کے زندہ بدنوں سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور اسی کے متعلق ارشاد قدرت ہے کہ اللہ نے حزقیل کو ان کے تجویز کردہ عذاب سے بچا لیا اور حزقیل پر جحلی کھانے والے فرعونوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا۔

التَّارِیْعَةُ ضُؤُنٌ - یعنی فرعون اور قوم فرعون کو عالم برزخ میں صبح و شام عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اور اس سے قیامت کا عذاب مراد نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کے عذاب میں صبح اور شام نہیں بلکہ متواتر اور مسلسل وہاں عذاب ہوگا اور آیت مجیدہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب قیامت ہوگی تو حکم دیا جائے گا کہ فرعون کی قوم کو سخت ترین عذاب میں داخل کیا جائے۔

یَتَحَاجُّونَ - یعنی کفار جہنم میں پہنچیں گے تو غریب طبقہ کے لوگ جو سرداران قوم کے ڈر سے اسلام کو قبول نہ کر سکے تھے ان کا اور امیر طبقہ کا آپس میں جھگڑا ہوگا۔ غریب طبقہ کے لوگ ان سے کہیں گے کہ ہم تمہاری وجہ سے شرک کرتے تھے اور تمہارے ڈر سے ہم اسلام کو قبول نہ کر سکے تھے لہذا تم ہم سے عذاب کا حصہ لو تا کہ ہم سے کچھ تخفیف ہو، تو امیر و سردار کہیں گے کہ ہم سب کے سب

اسی آگ میں جل رہے ہیں۔ اور اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے اگر ہم تم سے تخفیف کر سکتے تو اپنا عذاب کم نہ کر لیتے۔ جب ایک دوسرے کی مدد سے باہر ہوں گے تو

أَشَدَّ الْعَذَابِ ۴۷ وَإِذِ تَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ

سخت عذاب میں اور جب جھگڑا کریں گے آگ میں پس کیس گے

الضُّعْفُو الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَمَنْ أَنْتُمْ

کمزور اُن کو جو متکبر تھے کہ تحقیق ہم تو تمہارے پیچھے لگے تھے کیا تم

مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ۴۸ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

اپنے ذمے لے سکتے ہو آگ کا ایک حصہ ہم سے تو کہیں گے وہ جو تمہارے ذمے لے گئے

إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْحَكَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۴۹ وَقَالَ

ہم سب اسی میں ہیں تحقیق اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور کہیں گے

الَّذِينَ فِي النَّارِ لِحِزْنَةٍ جَهَنَّمَ أَدْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا

دوزخ میں جھلنے والے جہنم کے دربانوں کو کہ پکارو اپنے رب کو کہ ہم سے ایک دن تم عذاب کی

يَوْمًا مِنَ الْعَذَابِ ۵۰ قَالُوا أَوْلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ

تخفیف کر دے وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر

بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا فَاذْعُوا وَمَا دَعَا الْكٰفِرِينَ إِلَّا

میں پہنچے تھے؟ تو وہ کہیں گے ہاں تو تھے تو کہیں گے پس خود ہی پکار لو اور کافروں کا پکارنا بے نتیجہ

فِي ضَلٰلٍ ۵۱ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا

اسی ہو گا یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائیں

ہوتے ہیں اور اپنی جہیوں کو گرم کر لیتے ہیں لیکن اس وقت اُن کو سمجھ آئے گی جب جہنم میں اُن کا آپس میں جھگڑا ہو گا اور فرشتے کہیں گے اب بے شک واویلہ کرتے رہو تمہیں ذرہ بھر فائدہ نہیں ہے۔

جہنم کے دربانوں سے عرض کریں گے کہ خدا کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرو کہ وہ کسی دن ہم سے عذاب کی تخفیف کر دے تو حازنین جہنم ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی جانب سے غامبندگی کرنے والے رسول نہیں پہنچے تھے جو تم کو اس آگ کے عذاب سے ڈراتے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ بے شک اللہ کے نایب رسول ہمیں دوزخ سے ڈرانے کے لئے آئے تھے لیکن ہم نے اپنے ضد و عناد کی وجہ سے اپنی سہٹ دھرمی نہیں چھوڑی تھی۔ اور سچی بات ہے کہ دنیا میں جنت کے ٹھیکہ دار لوگ عوام الناس کو کلہوٹی کے قبول کرنے سے روکتے ہیں اور اُن کو مشرکانہ عقائد کی تعلیم دیکر اُن کے نعروں سے خوش ہوتے ہیں اور اپنی جہیوں کو گرم کر لیتے ہیں لیکن اس وقت اُن کو سمجھ آئے گی جب جہنم میں اُن کا آپس میں جھگڑا ہو گا اور فرشتے کہیں گے اب بے شک واویلہ کرتے رہو تمہیں ذرہ بھر فائدہ نہیں ہے۔

رَكُوعًا اِنَّا لَنَنْصُرُ - خدا فرماتا ہے کہ ہم رسولوں کی اور مومنوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور قیامت کے دن بھی مدد کریں گے۔ دنیا میں اُن کی مدد کے کئی طریقے ہیں مثلاً تائیدِ نبی - جراتِ قلبی - بلاکتِ دشمن - معجزہ و کرامت - بیانِ واضح اور دلیل و برہان وغیرہ اور بعض اوقات دشمن پر ظاہری فتح و نصرت بھی اللہ کا عطیہ ہوتا ہے۔ اور قیامت کے دن جو اللہ کی نصرت ہوگی وہ یہ کہ اُن کو نفاق

قربِ خداوندی نصیب ہوگا اور اُن کے دشمنوں کو عذابِ بہیم میں دھکیلا جائے گا۔

هُدًى وَذِكْرًا لِّلَّذِينَ

دونو اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان میں اسمِ فاعل کا معنی ہے اور حالِ واقع میں۔

فَاصْبِرْ - اپنے پیغمبر کو

تسلی دی ہے کہ سابقہ انبیاء کے قصوں کو یاد کرو اور جس طرح وہ امتوں کے ستانے کے باوجود صبر کرتے رہے

تم بھی اسی طرح صبر کرو۔ اور اللہ کا وعدہ سچا ہے انجام کار

تمہاری کامیابی ہوگی اور تمہارا دشمن رسوا اور ذلیل ہوگا۔ اور

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْاَشْهَادُ ﴿٥٦﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

زندگی دنیا میں اور جس دن گواہ قائم ہوں گے جس دن نہ نفع دے گی

الظَّالِمِيْنَ مَعْدِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٣﴾

ظالموں کو ان کی عذرخواہی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور اُن کے لئے بُرا دوزخ کا گھر ہوگا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِي اِسْرٰئِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٧﴾

اور ہم نے دیا موسیٰ کو ہدایت نامہ اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) کا

هُدًى وَذِكْرًا لِّاُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ ﴿٥٥﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

ہو کہ ہدایت اور نصیحت ہے صاحبانِ عقل کے لئے پس مبرکرو تحقیق اللہ کا وعدہ سچ

حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ

ہے اور بخشش مانگو اپنے گناہ کے لئے اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کی شام کو اور سویرے

﴿٥٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَجَادِلُوْنَ فِيْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ

تحقیق جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو اُن کو

خدا کی نصرت تمہارے شامل حال ہوگی۔ اور تفسیر برہان میں روایاتِ اہل بیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کے وعدے سے رجعت کا زمانہ مراد ہے کیونکہ بہت سے رسول اور مومن ایسے گذرے ہیں جن کی دنیا میں ظاہری مدد نہیں کی گئی پس زمانِ رجعت میں یہ وعدہ پورا کیا جائے گا پس حضرت امام حسین علیہ السلام اور جملہ شہدائے کربلا کے خون کا انتقام آخرت سے پہلے دنیا میں ضرور لیا جائے گا اور وہ زمانِ رجعت ہی ہوگا۔

وَاسْتَغْفِرْ - چونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور حضرت سلطان الانبیاء تمام نبیوں کے سردار اور تمام سے اشرف ہیں

پس ان کو گناہ سے معافی مانگنے کا حکم اُمت کی تعلیم کے لئے ہے یعنی خطاب حضور کو ہے اور مراد اُمت ہے کہ اپنے گناہوں کے لئے طلبِ مغفرت کیا کر دیں حضور اپنی دعاؤں میں بخشش گناہ کی دعا مانگتے تھے تو صرف اس لئے کہ آپ کی اتباع میں اُمت دعا کا طریقہ سیکھے۔

أَتَمُّانِ فِي صُدُورِهِمُ الْكِبْرَ مَا هُمْ بِالغِيَةِ فَاسْتَعِذْ

إِنَّ فِي صُدُورِهِمْ عِبْرَةً لِّعِبَادِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ
یعنی نبی اگر تم جب آیاتِ خداوندی کی کفارتکد کے سامنے تلاوت کرتے تھے تو جاننے اور سمجھنے کے بعد بھی جو قریش مکہ آپ سے مشق توحید میں لگتے تھے وہ صرف اس لئے کہ ان کے دلوں میں تکبر تھا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ہم کا برقریش اس تقیم کے آگے کیوں چھکیں حالانکہ وہ حضور نبی اکرم کے مرتبے کی بلندی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے اس کے بعد حضور کو تعلیم دی گئی ہے کہ تم ان لوگوں کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔ لَخَلَقَ السَّمَوَاتِ كَفَارِ قُرَيْشٍ يَدَّعُونَ كَمَا كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ فَاسْتَعِذْ رَّبَّنَا إِنَّ لَنَا لَعَلَّامًا لِّمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

(اللہ نے) وہی ہو ان کے دلوں میں تکبر کے سوا کچھ نہیں حالانکہ وہ اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے جس اللہ کی پناہ

بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٨﴾ لَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

مانگو بے شک وہ سميع بصير ہے البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا

أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٨﴾

لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا مشکل ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور نہیں برابر اندھے اور بینا اور مومن نیک عمل کرنے والے

وَلَا الْمَسِيءُ قَلِيلًا مَا تَنْكُرُونَ ﴿٥٩﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ

اور گنہگار تم تھوڑا ہی نصیحت حاصل کرتے ہو بے شک قیامت آنے والی ہے

لَأَدْرِيْبُ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦٠﴾ وَقَالَ

جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور تمہارے

رَبِّكُمْ أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں تمہاری قبول کر دوں گا تحقیق جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے

اللہ ہے اور بایں ہمہ قیامت کا انکار کرتے تھے تو ان پر انعامِ حجت کے طور پر یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ لوگوں کو پیدا کرنا یا مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر زمینوں کا بغیر مادہ کے پیدا کرنا اور اس میں قوائے نامیہ کا سپرد کرنا اور آسمانوں کا پیدا کر کے بغیر ستونوں کے کھڑا کرنا ان کی گردش کا نظام وغیرہ مشکل ہے تو جو اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیونکہ نہیں کر سکتا؟

ادْعُوْنِي - تفسیر مجمع البیان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک شخص زیادہ نمازیں پڑھے اور دوسرا شخص زیادہ دعا مانگے ان میں سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو زیادہ دعا مانگے وہ افضل ہے اور دعا سے اعراض کرنے والے کو عبادت سے تکرر کرنے والا کہا گیا ہے گویا کہ دعا کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کونسی عبادت افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کو دعا کرنے سے زیادہ کوئی شے محبوب تر نہیں ہے چنانچہ دعا نہ مانگنے والے کو اس نے عبادت سے تکرر کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا نافلہ کے بعد دعا مانگنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح خود فریضہ نافلہ سے افضل ہے۔

رکوع ۱۲ - ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ - جو لوگ عوام الناس کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ محمد آل محمد پر رب کا اطلاق جائز ہے یا یہ کہ ان کو خالق و رازق کہنا درست ہے۔ ان آیات میں ان کے عقائد

آیات میں ان کے عقائد

فاسدہ کی تردید ہے کہ آرام

کرنے کے لئے رات کو بنائے

والا اللہ ہی ہے اور دن کو

دیکھنے کے لئے اور جملہ کاروبار

کے لئے روشن بنانے والا

بھی اللہ ہے جو تمہارا رب

ہے اور ہر شے کو پیدا کرنے

والا بھی وہی تمہارا رب ہے

جس کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں

ہے پس تم غلط بیان کرنے

والوں سے کیوں دھوکا کھاتے

ہو۔ آیت مجیدہ میں اس

عقیدہ کی کھلی تردید ہے

کہ محمد آل محمد کو اللہ نے پیدا کیا اور باقی مخلوق کو انہوں نے پیدا کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے ہر چیز کو اس رب نے ہی پیدا کیا ہے

سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ

عنقریب داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے

لَكُمْ اللَّيْلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو

لئے رات کو تاکہ سکون حاصل کرو اس میں اور دن کو دیکھنے کے لئے تحقیق اللہ صاحب فضل

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٢﴾

ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں ادا کرتے

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآتِي

یہ اللہ تمہارا رب ہے ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں پس کہاں

تُوفَكُونَ ﴿٦٣﴾ كَذَلِكَ يُوفِّي الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجِدُونَ

دھوکہ دے جاتے ہو؟ اسی طرح دھوکہ دے گئے وہ لوگ جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اپنے بڑے بچھے لگ گیا

کہ محمد آل محمد کو اللہ نے پیدا کیا اور باقی مخلوق کو انہوں نے پیدا کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے ہر چیز کو اس رب نے ہی پیدا کیا ہے

جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے اس کے بعد فرمایا کہ وہی اللہ زمین کو رہائش گاہ بنانے والا آسمان کو چھت قرار دینے والا نہیں
خو بصورت انسانی شکلیں دینے والا اور تم کو پاکیزہ رزق دینے والا ہے اور وہی اللہ تمہارا رب ہے اور بابرکت ہے وہ اللہ

جو عالمین کا رب بھی ہے پس

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمُ

اللہ وہ ہے جس نے بنایا زمین کو رہائش گاہ اور آسمان کو چھت اور تم کو شکل دی

فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكَ اللَّهُ

پس بہترین شکل دی اور تم کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں میں سے یہ اللہ تمہارا پروردگار

رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۵﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ

ہے پس بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا پروردگار ہے وہ زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی

إِلَهٌ هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

اللہ نہیں پس اس کو پکارو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت کو حمد اللہ کے لئے ہے جو

الْعَالَمِينَ ﴿۶۶﴾ قُلْ إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ

عالمین کا پروردگار ہے کہہ دیجئے میں روکا گیا ہوں اس بات سے کہ عبادت کروں ان کی جن کو تم

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُفِرْتُ

پکارتے ہو اللہ کے علاوہ جب کہ پہنچ چکیں میرے پاس واضح دلیلیں اپنے رب کی طرف سے اور میں

أَنْ أَسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ

مادہ ہوں کہ جھک جاؤں عالمین کے رب کے سامنے وہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ لُطْفِهِ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

سے پھر لطف سے پھر خون بستہ سے پھر تم کو نکالتا ہے بچے کی حالت میں

مخصوص ہونی چاہیے اور انسان پر جملہ مخلوق میں سے پروردگار کا خصوصی اسماں ہے کہ ان کی شکل و صورت متا

جس طرح محمد آل محمد کو الہ

خالق و رازق ماننا شرک ہے

اسی طرح ان کو رب کہنا بھی

شرک ہے چنانچہ اس کے بعد

فرماتا ہے وہ اللہ جس کی دیگر

صفات میں سے ایک صفت

رب بھی ہے وہ ہمیشہ سے

زندہ ہے اور زندہ رہے گا

اور اس کے علاوہ اور کوئی الہ

نہیں یعنی ازل سے ابد تک

زندہ ہونا بھی اسی اللہ اور

رب کے ساتھ ہی مخصوص

ہے اور اس میں بھی اس کا

کوئی شریک نہیں ہے لہذا

المنافقوں کو تنبیہ کرتے ہوئے

فرمایا کہ مصائب و مشکلات

میں صرف اسی ہی کی ذات

کو پکارا کرو اور اسی سے

ہی دعا مانگا کرو اور تمہاری

عبادت خالص طور پر

اسی کی ذات کے لئے ہی

یعنی جنمیوں کی گردنوں میں طوق وزنجیر ڈال کر دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی میں داخل کیا جائے گا اور اس کے بعد جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔

يُسْجَرُونَ - اصل سجر کا معنی ہے جلتی ہوئی آگ پر ایندھن ڈالنا اور یہاں مقصد یہ ہے دوزخ کی جلتی ہوئی آگ پر یہ لوگ بطور ایندھن کے ڈالے جائیں گے اور پھر ان سے دریافت کیا جائے گا کہ جن لوگوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا

تھا اور دنیا کی ہر مصیبت میں خدا کو چھوڑ کر ان کو بلایا کرتے

لِسَحْبُونَ ﴿۴۲﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۴۳﴾

جائے گا کھولتے ہوئے (جہنم کے) پانی میں پھر آگ میں ڈالے جائیں گے

تھے اب بھی تو ان کو بلاؤ اب

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۴۴﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ

پھر ان کو کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک مانتے تھے اللہ کے علاوہ

وہ کہاں گئے ہیں؟ تو اس کے جواب میں دوزخی کہیں گے

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمَنَّا نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَلِكَ

کہیں گے کہ وہ ہم سے کم ہو گئے ہیں بلکہ ہم تو کسی کو بھی نہیں پکارتے تھے پہلے اسی طرح

وہ ہم سے کم ہو گئے ہیں پھر پہلے کلام سے اعراض کرتے ہوئے کہیں گے ہم تو دنیا

يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۴۵﴾ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي

اللہ گراہی میں چھوڑتا ہے کافروں کو یہ سزا ہے جو اس کے ہے جو تم اترتے تھے زمین میں

میں کسی کو نہیں پکارتے تھے تَفْرَحُونَ - فرح بطور

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۴۶﴾ ادخلوا

بنیہ حق کے اور تم اڑتے تھے داخل ہو جاؤ

اشرا اور مرح تقریباً ایک ہی معنی پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے فرح اور

اَبْوَابِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۴۷﴾

جہنم کے دروازوں سے ہمیشہ رہنے والے پس برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا

مرح کو عام و خاص مطلق قرار دیا ہے کہ فرح عام خوشی کو کہتے ہیں۔ اور مرح سے مراد

وہ خوشی ہے جو انبیاء اولیاء اور مومنین کی تکلیف کو دیکھ کر ان کو لاحق ہوتی تھی۔ اور بطور اشترجی تقریباً اسی قسم کی خوشی پر ہی لوہے جاتے ہیں۔ پس فرح کا اطلاق جائز خوشی پر بھی ہوتا ہے اور مرح کا اطلاق صرف اُس خوشی پر ہوتا ہے جو ناجائز اور باطل ہو یعنی یا تو اپنے اعمال فاسدہ پر خوش ہوں یا مومنوں کی تکلیفوں پر خوشی کریں اور کافروں کو گمراہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ خدا ان کو ہدایت کے بدلے میں گمراہی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ خدا تو ہر ایک کو ہدایت فرماتا ہے پس اس جگہ مقصد یہ ہے کہ خدا ان کو گمراہی میں ڈھیل دیتا ہے اور ان کو ہدایت

پر مجبور نہیں کرتا یا یہ مطلب ہوگا کہ خدا کافروں کو گمراہی کا بدلہ دے گا۔

فَاصْبِرْ۔ صبر اور شکر کے دونوں مقامات الگ الگ ہیں۔ اور دونوں مقام امتحان ہیں پس اللہ کوئی ایسی چیز عطا فرمائے جو طبیعت کے موافق ہو تو اس پر شکر کرنا امتحان سے کامیابی ہے۔ اور کوئی ایسی چیز راہِ خدا میں پیش آئے تو تکلیف و مصیبت کی موجب ہو تو اس پر صبر کرنا اور اللہ کی حمد و ثنا میں کمی نہ کرنا امتحان میں کامیابی ہے اور نعمت کے مقام پر شکر کرنا اور تکلیف کے مقام پر صبر کرنا خاصانِ خدا کا شیوہ ہے۔

فَمَا نُرِيكَ. مقصد

یہ ہے کہ اے میرے حبیب

ہم نے تیرے ساتھ تیرے

دشمنوں کے عذاب کا جو وعدہ

کیا ہے یا تو دنیا میں ہم تجھے

دکھائیں گے یعنی تیرے دشمن

تیری زندگی میں گرفتار عذاب

ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہوا

تو بروز قیامت تو انہوں نے

میرے پیش ہونا ہی ہے پس

ہم وہاں ان کو آپ کی مخالفت

کا مزہ چکھائیں گے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا. یعنی ہم

نے جس قدر رسول بھیجے ہیں

ان میں سے بعض کا قصہ ہم نے سنایا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا اور روایات میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور بعض روایات میں ہے کہ کل آٹھ ہزار نبی مبعوث ہوئے ان میں سے چار ہزار صرف بنی اسرائیل سے تھے اور چار ہزار غیر بنی اسرائیل تھے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ. معجزہ ہر نبی و رسول کو اللہ نے عطا فرمایا اور اتمامِ حجت کے لئے انبیاء کے پاس اس کا ہونا لازمی ہے لیکن اس کا اظہار اس حد تک ہوتا ہے جہاں تک اتمامِ حجت کا تعلق ہو اگر دشمنانِ حق اتمامِ حجت ہو چکنے کے بعد بھی معجزہ طلب کرنے پر مصرموں تو نبی کے لئے ضروری نہیں کہ ان کو معجزات دکھاتے رہیں حضرت رسالت مآب سے کفار مکہ نے

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

پس صبر کرو تحقیق اللہ کا وعدہ حق ہے پس یا تو ہم تجھے دکھائیں گے بعض وہ جو ان سے وعدہ کرتے ہیں

أَوْ نَتُوفِّيكَ فَإِنَّا يَرْجِعُونَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ

یا تمہیں لے لیں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے اور تحقیق ہم نے بھیجا رسولوں کو تجھ سے

قَبْلِكَ مِنْهُمْ مِّنْ قَبْلِكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

پہلے بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھے سنا دیا اور ان میں سے بعض کا قصہ تمہیں

عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

نہیں سنایا اور کسی رسول کو حق نہیں پہنچتا کہ کوئی معجزہ لے آئے بغیر اذن پروردگار کے

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٩﴾

پس جب آئے گا اللہ کا امر تو حق کا فیصلہ ہوگا اور خسارہ میں ہونگے اس مقام پر باطل کو اختیار کرنے والے

ان میں سے بعض کا قصہ ہم نے سنایا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا اور روایات میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور بعض روایات میں ہے کہ کل آٹھ ہزار نبی مبعوث ہوئے ان میں سے چار ہزار صرف بنی اسرائیل سے تھے اور چار ہزار غیر بنی اسرائیل تھے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ. معجزہ ہر نبی و رسول کو اللہ نے عطا فرمایا اور اتمامِ حجت کے لئے انبیاء کے پاس اس کا ہونا لازمی ہے لیکن اس کا اظہار اس حد تک ہوتا ہے جہاں تک اتمامِ حجت کا تعلق ہو اگر دشمنانِ حق اتمامِ حجت ہو چکنے کے بعد بھی معجزہ طلب کرنے پر مصرموں تو نبی کے لئے ضروری نہیں کہ ان کو معجزات دکھاتے رہیں حضرت رسالت مآب سے کفار مکہ نے

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

پس صبر کرو تحقیق اللہ کا وعدہ حق ہے پس یا تو ہم تجھے دکھائیں گے بعض وہ جو ان سے وعدہ کرتے ہیں

أَوْ نَتُوفِّيكَ فَإِنَّا يَرْجِعُونَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ

یا تمہیں لے لیں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے اور تحقیق ہم نے بھیجا رسولوں کو تجھ سے

قَبْلِكَ مِنْهُمْ مِّنْ قَبْلِكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

پہلے بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھے سنا دیا اور ان میں سے بعض کا قصہ تمہیں

عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

نہیں سنایا اور کسی رسول کو حق نہیں پہنچتا کہ کوئی معجزہ لے آئے بغیر اذن پروردگار کے

متعدد معجزات کا سوال کیا تھا چنانچہ انہوں نے خواہش کی تھی کہ ہمارے سامنے درخت آپ کی نبوت کی گواہی دے تو ہم مان لیں گے جب درخت نے گواہی دی تو کہنے لگے کوئی آسمانی معجزہ دکھائیں چنانچہ چاندروں کے ہوا میں کھار مکہ نے عناد و حسد کے پیش نظر اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی اور ہر معجزہ کو بجا و قرار دے کر دوسرے معجزات کے طالب رہے اس مقام پر خدا ان کے مطالبہ کو ان لفظوں میں رد فرما رہا ہے کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر اذن پروردگار اپنی مرضی سے جب چاہے معجزہ دکھاتا رہے بلکہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے جہاں تک اتمام حجت کا تعلق ہے وہ اپنی مشیت سے انبیاء کو معجزہ دکھانے پر مامور فرماتا ہے اور جو لوگ انکار پر مصر رہیں تو ان کے متعلق اس کے عذاب کا فیصلہ ہوتا ہے اور پھر اس کو کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی پس باطل پرستوں کو دائمی خسارہ کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا فِيهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٨٠﴾

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے چوہاؤں کو تاکہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ

وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا

اور تمہارے لئے ان میں فائدے ہیں اور تاکہ تم پہنچو ان پر سواری کر اپنی حاجتوں کو جو تمہارے سینوں میں ہیں

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٨١﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَآيَاتِ اللَّهِ

اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پس اللہ کی کونسی نشانیاں کا

تُنْكِرُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ

تم انکار کر مگے؟ کیا یہ سیر نہیں کرتے زمین میں تاکہ دیکھیں کیا انجام تھا ان

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ

کا جو ان سے پہلے گزرے؟ وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں

قُوَّةً وَأَثَمًا فِي الْأَرْضِ فَمَا عَنِيَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٣﴾

مضبوط تھے اور زمین میں اپنے آثار کے لحاظ سے بھی زیادہ تھے تو نہ بچا سکا ان کو وہ جو انہوں نے کیا

مزدربانہ زندگی اور تمدنی امور سفروں کے بغیر انجام نہیں پاسکتے پس دور دراز کے سفروں کے لئے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے

رکوع ۸۱
اللہ
ان آیات میں خداوند کریم نے
پھر اپنی نعمتوں کو دہرایا ہے کہ
اللہ وہ ہے جس نے تمہارے
لئے زمین میں چوپائے پیدا
فرمائے کہ ان میں سے بعض
ایسے ہیں جو سواری اور کھانے
کے کام آتے ہیں اور ان میں
سے دیگر منافع بھی تم حاصل
کرتے ہو مثلاً اون اور ریشم
پکڑوں کے لئے چمڑا جوتوں
کے لئے یا دیگر ضروری منافع
کے لئے ان کا دودھ پینے
کے لئے اور ان کا گوشت
کھانے کے لئے تم استعمال
کرتے ہو اور چونکہ تمہاری

لئے تم کو سہولت کے پیش نظر سوار یوں کی ضرورت تھی تو خدا نے اپنے فضل و کرم سے خشکی کی مسافت کو طے کرنے لئے اونٹ گھڑے پیدا کر دیے اور بحری مسافت طے کرنے کے لئے کشتیوں کا انتظام فرمادیا اور پانی کو وہ قوت بخشی کہ تم کو اپنی لپٹ پر اٹھائے رکھے پس اللہ کی ان نعمتوں کو دیکھو اور اپنے ضمیر سے سوال کرو کہ تم کو اللہ کی کس نعمت کے انکار کی اجازت دیتا ہے، اور پھر تم اللہ کی زمین میں چل پھڑ کر دیکھو اور صفحات تاریخ کا مطالعہ کرو کہ تم سے پہلے جو لوگ زمین پر گزار کر چلے گئے، کیا ان کو اپنی قوت طاقت اور کثرت موت سے بچاسکی اور جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کی بے قدری یا بے شکری کی یا اُس کے شریک بنائے تو ان کا انجام کیا ہوا۔ ان کے آثار اب تک زمین میں باقی

ہیں اور ان کے تعمیر کردہ عالیشان

عمرات اور قلعے اب تک ان کی

فن کاری اور کاریگری نیز قوت و

طاقت کے حیرت دیدگاہ موجود

ہیں لیکن خدا کی گرفت سے ان کو

کوئی شے نہ بچاسکی تو تم بھی ان کے

واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

فِرْحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ۔ یعنی

جب گذشتہ امتوں کے پاس

اللہ کی جانب سے رسول

ہدایت لے کر پہنچے تو کفار نے

کہا ہم خود ان باتوں کو جانتے

ہیں پس وہ اپنے علم پر اترتے

قَلَمًا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِالْبَيِّنَاتِ فِرْحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ

پس جب ان کے پاس ان کے رسول آئے واضح دلیلیں لے کر تو خوش ہوئے اس پر جو ان کے پاس علم تھا

مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَفْرِعُونَ ﴿۸۴﴾

زہن کو علم سمجھتے تھے اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جن پر استغناء کرتے تھے

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَّاهَا وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا

پس جس وقت انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم اللہ پر ایمان لائے جو کیا ہے اور انکار کرتے ہیں انکا

بِهِ شُرِكِينَ ﴿۸۵﴾ فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا

جن کو ہم شریک بناتے تھے پس نہ نفع دیا ان کو ان کے ایمان نے جب انہوں نے دیکھا ہمارا عذاب

بِأَسَانَةِ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۶﴾

یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہے اور نقصان اٹھاتے ہیں اسوقت کافروں کو

رہے اور انبیاء سے کچھ حاصل نہ کر سکے بلکہ ان پر مسخری و مذاق کرتے رہے۔ چنانچہ تفسیر مقنیات اللہ میں ہے کہ سقراط کو ایک نبی کی

بعثت کے متعلق جب خبر دی گئی اور اس کو کہا گیا کہ چل کر اس کی زیارت کر لیجئے تو سقراط نے جواب دیا کہ میں خود ہدایت یافتہ ہوں مجھے

کسی دوسرے ہادی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ممکن ہے کہ فرخو کا فاعل ضمیر مرفوع انبیاء کی طرف راجع ہوا اور معنی یہ ہو کہ جب

انبیاء نے لوگوں کی جہالت کو ملاحظہ فرمایا تو خوش ہوئے کہ خدا نے ہمیں علم و ہدایت کی دولت سے نوازا ہے۔ پس انبیاء اپنے صبر و

حوصلہ کی بدولت اپنے مشن میں کامیاب رہے اور کافروں کو آخر کار عذاب خداوندی میں گرفتار ہونا نصیب ہوا۔ کیونکہ وہ ہدایت

حاصل کرنا تو درکنار ان انبیاء سے مذاق و مسخری کرتے تھے لیکن جب انہوں نے عذاب کو دیکھا تو عذاب کے ڈر سے کلہ تو حیدر

کے ہمنوا ہوئے اور شرک سے بیزار ہوئے لیکن اُس وقت اُن کو ایمان فائدہ نہ دے سکا۔ اور سابقہ اُمتوں میں اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ پس ان کفار کو بھی ان کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ورنہ جب عذاب آجائے گا تو اُس وقت کی پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی اور کافروں کو خسارہ سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سُورَةُ حَمِ السَّجْدَةِ

یہ سورہ مکیمہ ہے اور سورہ مومن کے بعد نازل ہوا ہے۔

اس کی آیات کی تعداد پچپن ہے اس کا دوسرا نام سورہ فضیلت ہے۔

بناب رسالت مآب سے مروی ہے جو شخص سورہ حم سجدہ کی تلاوت کریگا اس کو ایک ایک حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں ملیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ حم سجدہ کو پڑھے گا اُس کے سامنے قیامت کے روز سجدہ نگاہ تک نور ہوگا۔ اور اُس کو خوشی نصیب ہوگی نیز اس کی دنیاوی زندگی لائق تعریف اور قابل رشک ہوگی۔

مخا ص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس کو برتن میں لکھ کر دھوئے اور اس سے آٹما خمیر کر کے خشک کر لے اور پھر اس کا سفوف بنا کر رکھے پس اس کی ایک چٹھی لینے سے درجول ختم ہو جائے گا (نبوی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو برتن میں لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی میں سرے کو کھل کر کے خشک کر لے اور اپنے پاس محفوظ رکھے پس جس شخص کی آنکھ کو سفید می یا درد کی کوئی تکلیف ہوگی اس سرمہ کے لگانے سے وہ تکلیف جاتی رہے گی اور آشوب چشم اس کو کبھی نہ ہوگا اور اگر سرمہ لگانا ناممکن نہ ہو تو اسی پانی سے آنکھ کو دھو دینے سے آشوب چشم جاتا رہے گا۔

(برہان)

رکوع ۱۵۔ تَنْزِيلٌ - اس کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں (۱) لحم سورہ کا نام ہے اور مبتدا ہے اور تنزیل اس کی خبر ہے اور کتاب تنزیل سے بدل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شرح کرتا ہوں)

حَمِّ ② تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ③ كِتَابٌ

حکم نازل شدہ رحمان و رحیم کی جانب سے ایسی کتاب ہے

فَصَلَّتْ اٰیٰتَهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ④ لَبِیْرًا وَّ

ہیں کی آیات مفضل ہیں قرآن عربی ہے اس قوم کے لئے جو علم حاصل کریں خوشخبری دینے والا اور

نَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهَمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ⑤ وَقَالُوْا

ڈرا نیوالا ہے پس منہ پھیر لیا ان کے اکثر نے پس وہ سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ

قُلُوْبِنَا فِیْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ مِّنْ

ہمارے دل پر دوں میں ہیں اس چیز کے قبول کرنے سے جس کی طرف تو ہم کو بلا تا ہے اور ہمارے کانوں پر بوجھ ہے

بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَامِلُوْنَ ⑥ قُلْ

اور ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب ہے پس تو اپنی مرضی کر ہم تو اپنی مرضی کرینو اے میں کہہ دیجئے

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اِنَّمَا الْهٰکِمُ اللّٰهُ وَاَحَدٌ

اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہارا الامرن ایک الٰہ ہے پس

فَاَسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْا وَاُوۡیِلْ لِلْمُشْرِکِیۡنَ ⑦ الَّذِیۡنَ

اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اسی سے معافی مانگو اور ویل ہے شرک کی نیوالوں کے لئے

(۲) تنزیل نکرہ موصوفہ ہے

لہذا مبتدا ہے اور کتاب اس کی

خبر ہے اور تنزیل یعنی منزل ہے

اور بعضوں نے کہا ہے حم مخف

ہے حمید حمید کا۔ اس کے بعد

قرآنا عَرَبِیًّا حال ہے۔

فَصَلَّتْ۔ بعض لوگوں نے

اس سورہ مجیدہ کا نام بھی اسی

لفظ کی مناسبت سے سورہ

فَصَلَّتْ قرار دیا ہے یعنی اس

کتاب کی آیتیں مفضل ہیں۔

بایں طور کہ مختلف موضوعات

پر اس میں بحث کی گئی ہے

اور الگ الگ بحثیں ہیں کیونکہ

تفصیل کا معنی تفریق ہوتا ہے

کہیں توحید کہیں نبوت کہیں

دیگر عقائد کہیں اعمال کہیں

حلال و حرام کہیں تخلیق کائنات

کہیں نباتات و حیوانات

و دیگر مخلوقات غرضیکہ ہر قسم

کے مسائل کا اس میں حل موجود ہے

جو

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ قرآن اس کلام جامع کا نام ہے جو ان تمام معانی مقصودہ پر مشتمل ہے۔ جن کی تبلیغ کے لئے حضرت نبی اکرم کو بھیجا گیا

اور انہی حروف و الفاظ کا مرکب ہے جس کو پروردگار نے لوح محفوظ پر ثبت فرمایا اور فرشتہ و ملائکہ سے نقل کر کے لایا۔

تفسیر برہان میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سورہ شعرا کی آیت **وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** اترتی تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ ایک بکرا ایک صاع یعنی تین یا سواتین سیر گندم یا جو کا آٹا اور ایک بالٹی دودھ کا انتظام کرو اور تمام اکابر قریش کو مدعو کر دینا چاہئیں سے زیادہ سرداران قوم کو مدعو کر لیا گیا جن میں حضرت ابوطالب، حضرت عباس اور حضرت حمزہ بھی شریک تھے پس جب سب جمع ہوئے تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ جو کچھ تیار ہے لے آؤ۔ پس میں نے قبیل حکم کرتے ہوئے دسترخوان پر کھانا رکھ دیا وہ لوگ اس کم مقدار کے کھانے کو دیکھ کر بطور تمسخر کے ہنس پڑے لیکن حضور کی طبع اقدس پر وہ بھر ملا نہ آیا۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک شہید کے برتن میں چاروں طرف داخل کی اور پھر فرمایا **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** پڑھ کر کھانا تناول کرو تو ابو جہل کہنے لگا۔ اے محمدؐ ہم کیا کھائیں؟ ہم میں سے تو ایک ایک آدمی سالم بکرے کے ہمراہ بارہ بارہ سیر کی مقدار روٹی کھانے والا ہے۔ حضور نے نہایت پرسکون لہجے میں ارشاد فرمایا کہ تم کھاؤ تو سہی اور میں دیکھتا ہوں کہ کتنا کھا سکتے ہو۔ چنانچہ وہ کھانے میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ اور خدا کی قسم ابھی تک برتن میں ان کے کھانے کے بعد کچھ بھی کم نہ ہوا۔ اور نہ ان کے کھانے کا کچھ اثر معلوم ہوا پس حضور نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا اے اکابر قریش اور کھاؤ اور پیٹ بھر کر کھاؤ اور جس قدر چاہے کھاؤ لیکن کسی میں اس سے مزید کھانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ پس آپ نے مجھے برتن اٹھالینے کا حکم دیا اور قریشیوں سے خطاب کر کے کہا اے قوم: میرا اور تمہارا رب ایک اللہ ہے بس یہ سننا تھا کہ ابو لہب بول اٹھا اور قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا کھڑے ہو جاؤ اور ان کی مزید کوئی بات نہ سُنو کیونکہ انہوں نے تم پر جادو کر لیا ہے چنانچہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور گھروں کو چل دئے۔ حضرت علی نے ان کا تعاقب کرنا چاہا لیکن حضور نے فرمایا اے علی واپس آ جاؤ ہمیں اللہ نے تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے ابھی لڑنے کا حکم نہیں دیا۔ اب کل کی طرح دوبارہ ان کی دعوت کا انتظام کرو اور پھر ان کو مدعو کرو۔ چنانچہ دوسرے روز پھر کھانے کا انتظام کیا گیا اور انہی لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب سب کھا چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ تاریخِ حرب میں آج تک کوئی جوان ایسا نہیں گذرا اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہتر نہ تھا لایا ہو کیونکہ میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری لایا ہوں۔ آپ کا فرمان سن کر ابو جہل کہنے لگا۔ محمد کی باتوں سے ہمیں نہایت تعجب آتا ہے اگر ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی ہوتا جو جادو اور کمانت کا فن جانتا ہوتا تو ہمیں ان کے فن سے مرعوب نہ ہونا پڑتا۔ عقبہ بن ربیع نے ابو جہل کی بات کاٹ کر کہا کہ مجھے پتہ ہے جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے ابو جہل نے کہا پھر خاموش کیوں بیٹھا ہے کھل کر بات کرو۔ عقبہ کہنے لگا جو کچھ تیرا خیال ہے وہ غلط ہے۔ پھر اس نے حضور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے محمد تو بہتر ہے یا ہاشم؟ تو بہتر ہے یا عبد المطلب؟ تو بہتر ہے یا عبد اللہ؟ تو بہتر ہے یا ابوطالب؟ یہ بتائیے کہ آپ ہمارے بزرگوں کو گمراہ کیوں کہتے ہیں اور ہمارے خداؤں کو بڑا کیوں جانتے ہیں؟ دیکھئے اگر آپ کو حکومت و سلطنت کی خواہش ہے تو ہم سب مل کر آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کو تیار ہیں بے شک آپ بادشاہ ہوں اور ہم آپ کے رعایا ہوں گے اور اگر آپ شادی کے خواہش مند ہیں تو ایک چھوڑا ہم اکابر قریش کے گھروں میں آپ کی دس شادیاں کر سکتے ہیں۔ اور اگر تنگ دستی کو رفع کرنے کے لئے مال و دولت کی آپ کو ضرورت ہے تو ہم باہمی چندہ کر کے آپ کو اس قدر دے سکتے ہیں جو زندگی بھلائی کو کافی ہو بلکہ آپ

کی نسلوں تک کافی ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فرمائش ہو تو ہم تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہیں پس عقبہ خاموش ہو تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ حم سجدہ کو شروع کیا۔ **حَمْدٌ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكَ تَفْهَمُ** اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی **فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ**۔ آیت عہ۔ یعنی اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دیجئے کہ میں نے تم کو ڈرا یا ہے۔ عاد اور ثمود کے عذاب کی طرح آنے والے عذاب سے۔ جب آپ یہاں تک پہنچے تو عقبہ نے اپنے منہ پر ہاتھ دیا اور خدا کا واسطہ دے کر عرض کرنے لگا کہ حضور آپ خاموش ہو جائیے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہو اور مجمع سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا چنانچہ باقی لوگ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے لیکن اُس کو مل نہ سکے پس وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور اندر بیٹھ گیا۔ پھر دوسرے دن سب قریشیوں کو ابوہبل نے جمع کیا اور اکٹھے ہو کر عقبہ کے گھر میں اُس کے پاس پہنچے تو ابوہبل نے پوچھا اے عقبہ کیا محمد کا جادو تجھ پر تو نہیں چل گیا یہ سنتے ہی عقبہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اپنے مقام سے فوراً اٹھ کر کہنے لگا۔ ابلے جیسا خاموش رہ اگر آج تو میرے گھر میں نہ ہوتا تو میں تجھے نہایت بُرے طریقے سے قتل کے گھاٹ اتار دیتا۔ تو کہتا ہے کہ محمد جادو کر رہے کاہن ہے اور شاعر ہے حالانکہ ہم سب اُن کے پاس گئے اور اُن کی باتوں کو سنا وہ تو آسمان کے پروردگار کا کلام ہمیں سناتا ہے اور جب میں نے اُن کو اس کی قسم دی تو وہ فوراً خاموش بھی ہو گئے تھے۔ اور تم سب اُن کو صادق و امین کا خطاب دے چکے ہو اور کیا تم نے اُن کو اس سے پہلے بھی کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ اور اب جو کچھ وہ پڑھ رہا تھا میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ تلاوت کو پورا کرتا تو ضرور تم پر عذاب نازل ہو جاتا۔

تفسیر برہان میں حضرت

علی علیہ السلام کی ولایت کی

تبلیغ کو آیات کا مصداق ٹھہرایا

کیا ہے چنانچہ حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام سے

اسی مضمون کی ایک روایت

لَا يَبُوتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝۸ اِنَّ

زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں تحقیق

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝۹

جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے نہ منقطع ہونے والا اجر ہوگا

منقول ہے اور ممکن ہے کہ سابق بیان آیات کا ظاہر ہو اور ولایت علی تفسیر باطنی ہو اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ پس جو لوگ پیغمبر کے پیغام توحید کو سنا گوارا نہ کرتے تھے اور اس بارے میں اُن کے دلوں کا نول اور زبانوں پر مہریں تھیں وہ ان آیات کے ظاہری مصداق تھے اور جن لوگوں نے ولایت علی کے پیغام کو نہ سنا یا نہ سمجھا یا نہ مانا اُن کے بھی دلوں کا نول اور زبانوں پر مہریں ہیں۔ اور وہ ان آیات کے باطنی مصداق ہیں اور قرآن کے ظاہر اور باطن دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

وَقَالُوا۔ یعنی کفار کہنے حضرت رسالت مآب کو دو لوگ جواب دے دیا تھا کہ آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے ہمارے دلوں کے اندر ہیں یعنی آپ کی نصیحت ہمارے دلوں کی گہرائی تک اتر ہی نہیں سکتی اور نہ ہم تیری بات سننے کے لئے تیار ہیں اور تیرے اور

ہمارے درمیان اختلاف عقائد کی سبب بڑی دیوار حائل ہے پس آپ ہماری ہلاکت کی کوشش کریں اور ہم آپ کی ہلاکت کی کوشش کریں گے نیز آپ ہمارے دین کو باطل کرنے پر زور صرف کریں اور ہم آپ کے مشن کو ناکام بنانے کی سعی کرتے رہیں گے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَن سَخَّرَ لَكُمْ هَذِهِ الْأَرْضَ ذَلِيلًا وَمَا لَكُم مِّنْ عِندِي بِشَيْءٍ مِّنْ حَقٍّ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسْتَغِيثُونَ مِنْهُ وَإِذْ يُوحَىٰ إِلَىٰ الْمَلَائِكَةِ أَنْ يَنْزِلُوا إِلَىٰ الْبَنِي إِسْرَائِيلَ فَانزَلُوا حَتَّىٰ نَزَلَ الْآيَاتُ الْبَارِئَاتِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ

رکوع ۱۶۔ بروایت عکرمہ حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ خداوند کریم نے زمین کو انوار و سوار کے دنوں میں خلق فرمایا اور پہاڑوں کو منگل وار کے دن اور درخت پانی اور آبادیاں و دریاں نے بدھوار کے روز اور یہ کل چار دن ہیں یعنی زمین اور زمین کی اوقات و خوراک کی تکمیل چار دنوں میں ہوئی یعنی صرف زمین کی پیدائش دو دنوں میں اور زمین اور پہاڑوں، درختوں، دریاؤں اور آبادیوں و درانوں کی مکمل تخلیق چار دنوں میں ہوئی

قُلْ إِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَ

کہہ دیجئے تحقیق تم کفر کرتے ہو اس کا جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور

تَجْعَلُونَ لَهُ آدَادًا ذَلِكُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰﴾ وَجَعَلَ فِيهَا

بناتے ہو اس کے لئے شریک وہ عالمین کا پروردگار ہے اور اس نے پیدا کئے

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَامَهَا فِ

اس زمین میں پہاڑ، اس کے اوپر اور اس میں برکت رکھی اور اس میں مقرر کیا اُس (کے رہنے والوں کا)

أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿۱۱﴾ ثُمَّ

رہنے چار دنوں میں درست و برابر سائلین یعنی محتاج مخلوق کے لئے پھر

پرستش ہے اور وہی رب العالمین ہے اور چار ایام میں زمینی آبادیوں کی تکمیل سے مراد چار موسم ہیں کہ زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کا آب و دانہ اور خوراک و رہائش اور جملہ ضروریات زندگی کا دار و مدار انہی چار موسموں پر ہے یعنی گرما و سرما اور خزاں و بہار پس مقصد یہ ہے کہ ابتداء پیدائش سے انتہائے عالم تک زمین کے اندر بسنے والی تمام مخلوق کا پیدا کرنا اور ان کی رہائش و جملہ ضروریات زندگی کا چار موسموں کے رد و بدل سے منظم و مکمل ہونا اسی ذاتِ علیم و حکیم کے احسان و فیض کے صدقہ میں ہے اور جو لوگ ان امور میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں وہ خدا کے دشمن ہیں۔

بَارِكْ فِيهَا - یعنی اللہ نے زمین میں انسانی زندگی کے لئے ہر قسم کی برکت پوشیدہ کر رکھی ہے۔
قَدَّرَ فِيهَا - یعنی اللہ نے زمین میں انسانی تمدنی بقا کے لئے متبادل موسموں کے ذریعے ان کے خورد و نوش کا تدریجی نظام قائم فرمایا ہے

جن میں پہلے دو دن بھی شامل ہیں۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ دو دنوں سے مراد دو وقت ہیں پہلا وقت ابتدائے خلقت اور دوسرا وقت انتہائے زندگی ہے یعنی زمین کی ایجاد سے فنا تک کی تمام تخلیق کا کارنامہ اسی ذاتِ واحد کی صناعتی و حکمت کامر سوں منت ہے پس وہی لائق عبادت و

سَوَاءٌ لِّلسَّائِلِينَ۔ سائل وہی ہوتا ہے جو محتاج ہو اور اللہ کے ماسوا سب اس کے محتاج ہیں اور سَوَاءٌ کا معنی ہے درست اور برابر یعنی یہ نظام قدرت تمام ماسوا اللہ کے لیے صحیح اور مناسب ہے پس اللہ کے انعام و احسان کا انکار کرنا کفر اور کسی اور کی طرف منسوب کرنا شرک ہے۔ و بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ خدا نے جملہ خیر بروز اتوار خلق فرمائی اور زمینوں کو سوار کے دن پیدا کیا اور اہل زمین کے خورد و نوش کی اشیاء و اسباب کو منگل وار کے دن خلق کیا اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق بدھوار اور غیس کو ہوئی اور ان کی غذاؤں کے اسباب یوم جمعہ پیدا فرمائے اور اس فرمان کا یہی مطلب ہے سَخَّطَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ۔ یعنی اس نے آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی جملہ اشیاء کو چھ دنوں

میں خلق فرمایا و برہان

اور سابق تاویل نہایت

مناسب اور موزوں ہے۔

اِسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ۔

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا

ہے اور وہ یہ کہ یہاں یہ معلوم

ہوتا ہے کہ زمین کی تخلیق کے

بعد آسمان کو پیدا کیا گیا۔ حالانکہ

دوسرے مقام پر فرماتا ہے

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ

دَحَاہَا۔ یعنی آسمان کو

پیدا کرنے کے بعد زمین کو

بچھایا تو اس کا جواب دو

اِسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ

متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور حالیکہ وہ دھواں تھا پس حکم دیا اس کو اور زمین کو کہ آؤ اطاعت گزار ہو

اٰتِيَا طَوْعًا وَّكَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿۱۲﴾ فَقَضَيْنَ

کہ یا مجبور ہو کر تو انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں اطاعت کرتے ہوئے پس پورا بنایا

سَبَعَ سَبْعَةِ اَيَّامٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْخَىٰ فِي كُلِّ سَبْعَةٍ اَمْرًا

اُن کو سات آسمان دو دنوں میں اور وحی کی ہر آسمان کی طرف ان کے کام کی اور ہم نے زینت

وَزَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ

بخش آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ اور حفاظت کے لئے یہ تقدیر ہے

الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۱۳﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَاَقْبَلْ اَنْذَرْتَكُمْ

غالب جاننے والے کی پس اگر اعراض کریں تو کہہ دو کہ میں نے تم کو ڈرایا ہے

طریقوں سے دیا گیا ہے (۱) ممکن ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان کی خلقت سے مقدم ہو لیکن دعو الارض یعنی زمین کا پھیلنا اور بچھانا آسمان کی پیدائش کے بعد ہو۔ (۲) یا یہ کہ تم ترتیب پیدائش کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ ترتیب بیان کے لئے ہے کہ کفار کو پہلے زمین اور زمین میں ہونے والی مخلوق کی پیدائش کا ذکر سنایا اور فرمایا پھر آسمان کے متعلق بھی سن لو کہ اس کا اور اس میں ہونے والے تمام اجرام کا خالق بھی وہی اللہ ہے جو زمین کا خالق ہے لہذا وہی لائق عبادت ہے اور وہی سزاوار ہے کہ ہر حال میں ہر دعا و پکار کے لئے اُس کو مقصود و معبود قرار دیا جائے۔

۱۷۲

وہی دُخَانٌ۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے جہاں تخلیق آسمان کا ذکر فرمایا ہے وہاں اسی طرح ارشاد فرمایا کہ خدا نے پہلے پانیوں کو پیدا کیا اور ہواؤں کے ذریعے سے پانیوں کی سطح میں حرکت پیدا کی۔ اُس کی جھلک سے سطح زمین کو خلعت و وجود بخشی اور اُس سے اُٹھنے والے دھوئیں کو اُپر اٹھایا اور اُس سے آسمان کو وجود بخشا۔

فَقَالَ لَهَا۔ یہ بیان بھی ترتیب خلقت کے لئے نہیں بلکہ بیان کی ترتیب کے لئے ہے کیونکہ تخلیق آسمان و زمین کے ذکر کے بعد سوال پیدا ہوتا تھا کہ خدا نے آسمان و زمین کو کس طرح پیدا فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی ایجاد میں آلات و اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی وہ تو امر کن سے چیز کو تم عدم سے نکال کر خلعت وجود عطا فرمایا کرتا ہے۔ چنانچہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا بھی جب ارادہ فرمایا کہ تم عدم سے نکل کر منصفہ وجود میں آ جاؤ۔ خواہ طوعاً خواہ کرہاً یعنی میرا تم کو پیدا کرنا امر تکوینی ہے نہ کہ امر تشریحی جس میں مخاطب کو اختیار دیا جاتا ہے پس امر تکوینی میں مخلوق کی مجال نہیں انکار کر سکتے ہیں جب اس کا ارادہ ہوا تو آسمان و زمین فوراً بن گئے اور اُن کا فوراً بن جانا اُن کی زبان حال سے جواب تھا کہ اے پروردگار ہم اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہیں ہمیں تیرے حکم ایجاد میں انکار کی مجال ہی کیا ہے؟ اور ایجاد کے امر تکوینی میں خطاب صرف زمین و آسمان کو نہیں بلکہ اس میں ہونے والی جمیع ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مخلوق بھی شامل ہے اس لئے ذوی العقول کو غلبہ دیتے ہوئے صیغے ذوی العقول کے اختیار کئے گئے ہیں چنانچہ طاعتین کے بجائے طالعین اور قضاہا کے بجائے قضاہن کو لایا گیا ہے۔ اور سابق حکم کی روایت میں ہے۔ زمین کی تخلیق چار دن میں اتوار سے بدھ تک مکمل ہوئی اور جمعہ کے روز اللہ نے آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن آسمان میں چاند سورج اور

ستاروں کو پیدا فرمایا پس گویا کہ چھ دنوں میں زمین و آسمان کا تخلیقی کارنامہ مکمل ہوا۔ اور ہر آسمان پر بسنے والوں کو اُن کا مناسب حکم اللہ نے وحی کر دیا اور اہل ہیئت کے نزدیک اگرچہ ستارے آٹھویں آسمان یعنی فلک البروج

صِعْقَةٌ مِثْلَ صِعْقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۴﴾ اِذْ جَاءَتْهُمْ
عذاب سے مثل قوم عاد و ثمود کے عذاب سے جب اُن کے
الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
پاس رسول آئے ان کے سامنے اور ان کے بعد (اس تبلیغ کے لئے) کہ
اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ تَالُوْا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا
نہ عبادت کرو مگر اللہ کی تو وہ کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا

میں ہیں لیکن چونکہ پہلے آسمان پر نظر آتے ہیں اس لئے ان کو پہلے آسمان کی زینت قرار دیا گیا۔

مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ قوم عاد و ثمود کے پاس رسول آئے پہلے بھی آئے۔ اور اُن کے بعد بھی سلسلہ جاری رہا۔ یا یہ مقصد ہے کہ اُن کے آباء کی طرف بھی آئے اور اُن کی طرف بھی آئے۔ اور وہ

یہی پیغام لائے کہ غیر اللہ کی عبادت چھوڑو لیکن انہوں نے جواب دیا کہ اگر خدا کو رسول بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو فرشتوں کو بھیج دیتا لہذا ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

هُوَ أَشَدُّ - قوم عاد چونکہ بہت تداور اور طاقت ور قوم تھی اس لئے انہوں نے اپنی طاقت و قوت پر ناز کیا اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ جس خالق نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہم سے بھی طاقت ور ہے۔ پس انہوں نے انبیاء کی تعلیم کو ٹھکرایا۔ اور آیات خداوندی کا انکار کیا تو

لَا نَزَلَ مَلَائِكَةٌ فَأَبَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَفِرُونَ ﴿١٥﴾ فَأَمَّا

قرآن مآ فرشتے پس ہم اس چیز کا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو انکار کرتے ہیں لیکن عاد

عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ

قرآنہوں نے تکبر کیا زمین میں ناحق پس کہنے لگے کہ ہم سے طاقت میں

مِنَّا قُوَّةٌ أُولَئِكَ الَّذِينَ خَلَقَهُمْ هُوَ

کون مضبوط تر ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ تحقیق وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے

أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةٌ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٦﴾

طاقت میں مضبوط تر ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا مَّرْصَرًا فِي أَيَّامٍ مَّحْسَبَاتٍ

پس ہم نے بھیجی ان پر تیز و تند ہوا نسوس دنوں میں

لِنَذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

تاکہ ان کو چکھائیں رسوائی کا عذاب زندگانی دنیا میں

وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٧﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ

اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہوگا اور وہ مدد کے جائیں گے لیکن ثمود

قوم عاد پر سبعوش ہونے والا پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تھا۔

وَأَمَّا ثَمُودُ - قوم ثمود کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے قوم کو بداعت کی لیکن ان لوگوں

خداوندی کا انکار کیا تو خداوند کریم نے تیز آندھی کا عذاب ان پر بھیج دیا کہ سب نغمہ اجل ہو گئے۔

صَوَّصَرًا - یہ صر سے ہے جس کا معنی سخت آواز پیدا کرنے والی تیز و تند ہوا۔ اور بعضوں نے سخت تندر ہوا اس کا معنی کیا ہے اور مزید سبب الف پیدا کرنے کے لئے صر سے صر بنا دیا جاتا ہے جس طرح کفک سے کفک بنایا جاتا ہے۔

مَحْسَبَاتٍ - یعنی جن دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا تھا وہ ان لوگوں کے لئے منسوس دن تھے اور

فَهَدَيْنَهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَدَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَآخَرْتَهُمْ

تو ان کو ہم نے ہدایت کی تو انہوں نے پسند کیا کہ اسی کو ہدایت پر پس ان کو پکڑ لیا

ضِعْقَةَ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۸﴾

ذلت آمیز عذاب کی بجلی نے بوجہ اس کے جو کھاتے تھے

وَجِنَا الذِّئْبِ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے نجات دی ان کو جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے تھے

نے اپنے نبی کی نصیحت پر کان نہ دھرے اور راہ ہدایت کو اختیار کرنے کے بجائے انہوں نے گمراہی کا راستہ ہی اپنائے رکھا اور انہیں نام کار ان کو عذاب خداوندی نے تیس تیس کر دیا۔

اسرار و رموز

(۱) حدیث نبوی میں ہے کہ ہر ایش آٹھ قسم کی ہوتی ہیں۔ جن میں سے چار باعث عذاب اور چار باعث رحمت ہیں وہ چار جو باعث عذاب ہیں یہ ہیں۔
حاصف، صرصر، عقیقہ اور سموم
اور وہ چار جو باعث رحمت ہیں وہ یہ ہیں
ناشرات، مبشرات، مرسلات اور قاریات

۲۔ دنوں میں سعد و نحس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں بالذات بعض دن منحوس اور بعض دن سعد ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ آیت ان کے لئے دلیل ہے جس میں ایام کی صفت نجات آئی ہے۔ لیکن علمائے متکلمین کے نزدیک یہ چیز باطل ہے ان کے نزدیک تمام دن ایک جیسے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اور اگر کسی پر سعادت یا نحوست کا اطلاق ہے تو کسی عارضہ کی وجہ سے، مثلاً جو دن کسی بزرگ کی ولادت کی طرف منسوب ہوا اس کو سعد کہہ دیا گیا اور جس دن کسی بزرگ کی موت واقع ہو گئی اس کو نحس کہہ دیا گیا۔ اسی طرح جس دن کسی شخص پر مصیبت واقع ہوئی وہ دن اس کے لئے منحوس بن گیا جس طرح آیت مجیدہ میں ان دنوں پر نحوست کا اطلاق کیا گیا جن دنوں میں قوم عاد پر عذاب خداوندی نازل ہوا اور ان دنوں کو سعد قرار دیا گیا جن میں مصیبت دور ہوئی یا نعمت خداوندی کا نزول ہوا۔ اور اسی طرح دشمن کی خوشی کے دن کو نحس اور ان کی موت یا غمی کے دن کو اس کے مقابلہ میں سعد قرار دیا جاتا ہے۔

لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بطریق روایات احاد ایام کی سعادت و نحوست منقول ہے۔ ایام ہفتہ میں سے بعض سعد بعض نحس اور بعض کو میانہ کہا گیا ہے۔ اور ہر ماہ کی تاریخوں میں سعادت و نحوست نقل کی گئی ہے اور چونکہ سورج کی گردش

اور چاند کا سفر آسمانی برج کے راستے سے ہوتا ہے اور بروج کے درجات کی تاثیرات میں بھی ماہرین علم نجوم فرق بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا زمینی گردش کے ساتھ بھی مخصوص تعلق قابل انکار نہیں چنانچہ سورج جب برج عقرب میں ہو تو اس سالم چھینے میں اہل ارض پر نحوست چھانی رہتی ہے کیونکہ خزاں کا زمانہ ہوتا ہے اور یلیریائی بخار و امراض اسی زمانہ کی پیداوار ہیں اور چاند جب ہر ماہ میں کم و بیش اڑھائی دن برج عقرب میں آجائے تو اس کے اثرات اہل زمین پر اچھے نہیں رہتے۔ اور اسی بنا پر معصومین علیہم السلام کی طرف سے ان دنوں میں نکاح اور سفر سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے اور قمری تاریخوں میں بالعموم ۳-۵-۱۳-۱۴-۲۱-۲۲-۲۵ ہر ماہ کی تاریخیں محسوس بیان کی گئی اور ان کے مقابلہ میں بعض تاریخوں کو ہر ماہ میں سعد قرار دیا گیا ہے۔ بر کیفیت ان تفصیلات کے بعد اس قدر اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اگرچہ تمام ایام شمس کی گردش سے یکساں طور پر بنتے ہیں لیکن جس طرح پروردگار نے اور کسی مخلوق میں یکسانیت و مساوات کو جبکہ نہیں وہی انسانوں کے خواص انسانوں کے خواص الگ الگ ہیں۔ کوئی اچھا اور کوئی بُرا ہے۔ جنوں میں اچھے و بُرے ہیں زمین کے بعض حصے لائق اور نالائق ہیں۔ پانی بعض میٹھے بعض تلخ اور بعض مفید و بعض مضر ہیں۔ ہوا میں مضر و مفید اور سرد و گرم ہیں و علیٰ ذلہ القیاس اللہ کی تمام ارضی و سماوی مخلوق خواہ جواہر ہوں خواہ اعراف سب سعد و نحس اور نیک و بد میں منقسم ہیں تو بعید نہیں کہ زمانیات کی طرح خود زمانہ بھی افراد کے لحاظ سے سعد و نحس میں یکسانیت نہ رکھتا ہو لہذا بعض ایام کا ذاتی طور پر سعد اور اچھے اثرات کا حامل ہونا اور بعض ایام کا نحس اور بُرے اثرات کا حامل ہونا اگرچہ متیقن نہیں تو بعید از عقل بھی نہیں ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے ہدایت خلق پر مامور اس کے نمائندے اس امر کی تصریح کر دیں کہ زمانہ میں نحس و سعد کا فرق ہے تو پھر طبیعت میں یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ کی جاری کردہ سنت جو باقی مخلوق میں ہے وہ زمانہ کے افراد میں بھی ہے۔ پس بعض اوقات جس طرح زمانہ کی ذاتی سعادت کو عارضی نحوست نحس بنا دیتی ہے۔ اسی طرح زمانہ کی ذاتی نحوست کو بعض اوقات عارضی سعادت سعد بھی بنا دیتی ہے۔ جس طرح ۳ شعبان اور ۱۳ رجب ولادت معصوم کی وجہ سے سعد بن گئے اور دس محرم شہادتِ غلظیٰ حنیفہ کی وجہ سے نحس بن گئے۔

فَقَدْ يَهْدِيهِمْ - ہدایت کے معنی میں معزز اور شاعرہ کے دونوں فرقوں میں اختلاف ہے۔ اس کا معنی راہ دکھانا ہے یا منزل مقصود تک پہنچانا ہے چنانچہ آمَانَمُودَ فِهْدَ يَهْدِيهِمْ - میں ہدایت کا معنی راستہ دکھانا ہے اور اِنَّكَ لَدَّ تَهْدِي مَنْ اَخْبَتَ میں ہدایت کا معنی منزل مقصود تک پہنچانا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جہاں ہدایت کی نسبت اہل ایمان کی طرف ہو وہاں اس کا معنی ثابت قدمی اور منزل مقصود تک رسائی ہوتا ہے اور جہاں اس کی نسبت کفار کی طرف ہو وہاں راہ دکھانا ہی اس کا معنی ہوتا ہے لیکن ہدایت کا سلب جہاں بھی ہو گا وہاں یقیناً اس سے مراد اس کا جہری واکراہی ذرگرا خدا کسی کو ہدایت کی طرف مجبور نہیں کرتا یا حضور نبی اکرم بھی کسی کو مجبور کر کے راہِ راست پر نہیں لاتے۔

فہرست سعادت و نحوست ایام

صفر

۱	نخس
۲	جلد امور کے لئے مبارک
۳	نخس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵	نخس اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک - سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے مبارک
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر باعث فراوانی مال
۱۰	نخس
۱۱	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو نیک
۱۲	ہر کام کے لئے خوب
۱۳	نخس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض کی لین دین کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نخس
۱۷	درمیان - لیکن قرض کی لین دین کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	نخس - چہلم شہداء و کربلا
۲۱	نخس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے مبارک
۲۳	"
۲۴	نخس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے مبارک
۲۸	نخس بوجہ وفات رسول خدا
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کو خوب اور سفر موجب زیادتی مال
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

مخمس
جلد امور کے لئے سعد و مبارک

۱	جلد امور کے لئے سعد و مبارک
۲	"
۳	نخس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵	نخس اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک - خصوصاً سفر باعث زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے مبارک
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر باعث فراوانی مال
۱۰	"
۱۱	نخس
۱۲	مبارک ہر کام کے لئے
۱۳	نخس اکبر
۱۴	نخس
۱۵	قرض لینے دینے کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نخس
۱۷	درمیان لیکن قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	درمیان
۲۱	نخس اکبر
۲۲	نخس
۲۳	ہر کام کے لئے خوب
۲۴	نخس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب سفر باعث زیادتی مال
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ربیع الاول

۱	ہر کام کے لئے مبارک
۲	"
۳	نخن اکبر
۴	نخن
۵	نخن اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک - سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے مبارک
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک (شہادت امام عسکریؑ)
۹	ہر کام کو مبارک سفر موجب زیادتی مال
۱۰	نخن
۱۱	ہر کام کے لئے مبارک
۱۲	"
۱۳	نخن اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶	نخن اکبر
۱۷	درمیانہ اور قرض کے لئے بد
۱۸	ہر امر کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	نخن
۲۱	نخن اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے مبارک و خوب
۲۳	"
۲۴	نخن اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۲۷	ہر کام کے لئے مبارک
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک

ربیع الثانی

۱	نخن
۲	ہر کام کے لئے مبارک
۳	نخن اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵	نخن اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۸	نخن
۹	ہر کام کے لئے مبارک - سفر موجب زیادتی مال
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۱۱	نخن
۱۲	ہر کام کے لئے مبارک
۱۳	نخن اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶	نخن اکبر
۱۷	درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے مبارک
۱۹	"
۲۰	درمیانہ - سفر کے لئے خوب درخت لگانا اور مکان بنانا خوب
۲۱	نخن اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب مبارک
۲۳	ہر کام کے لئے خوب مبارک - سفر موجب زیادتی مال
۲۴	نخن اکبر
۲۵	"
۲۶	شادی نکاح کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے مبارک
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

جمادی الاولیٰ

۱	ہر کام کے لئے مبارک	۱
۲	"	۲
۳	سخن اکبر	۳
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۴
۵	سخن اکبر	۵
۶	ہر کام کے لئے مبارک - سفر موجب زیادتی مال	۶
۷	ہر کام کے لئے مبارک	۷
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۸
۹	ہر کام کے لئے مبارک - سفر موجب زیادتی مال	۹
۱۰	سخن	۱۰
۱۱	"	۱۱
۱۲	ہر کام کے لئے مبارک	۱۲
۱۳	سخن اکبر	۱۳
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک	۱۴
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۱۵
۱۶	سخن اکبر	۱۶
۱۷	درمیانہ قرض کے لئے بد	۱۷
۱۸	ہر کام کے لئے خوب و مبارک	۱۸
۱۹	"	۱۹
۲۰	درمیانہ لیکن سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب	۲۰
۲۱	سخن اکبر	۲۱
۲۲	ہر کام کو خوب	۲۲
۲۳	"	۲۳
۲۴	ہر کام کے لئے خوب اور سفر موجب زیادتی مال	۲۴
۲۵	سخن اکبر	۲۵
۲۶	"	۲۶
۲۷	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۲۷
۲۸	ہر کام کے لئے مبارک	۲۸
۲۹	"	۲۹
۳۰	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۳۰
۳۱	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۳۱

ایام وفات خاتون
برادیت ۵۵ھ

جمادی الثانی

۱	سخن	۱
۲	ہر کام کو مبارک	۲
۳	ایام وفات خاتون برادیت ۵۵ھ	۳
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کو مبارک	۴
۵	سخن اکبر	۵
۶	ہر کام کو مبارک - سفر موجب زیادتی مال	۶
۷	ہر کام کو مبارک	۷
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کو مبارک	۸
۹	ہر کام کو مبارک - سفر موجب زیادتی مال	۹
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو مبارک	۱۰
۱۱	سخن	۱۱
۱۲	سخن	۱۲
۱۳	سخن اکبر	۱۳
۱۴	ہر کام کے لئے خوب	۱۴
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۱۵
۱۶	سخن اکبر	۱۶
۱۷	درمیانہ قرض کے لئے بد	۱۷
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	۱۸
۱۹	"	۱۹
۲۰	درمیانہ لیکن سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب	۲۰
۲۱	سخن اکبر	۲۱
۲۲	ہر کام کو خوب	۲۲
۲۳	"	۲۳
۲۴	سخن اکبر	۲۴
۲۵	"	۲۵
۲۶	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کو مبارک	۲۶
۲۷	ہر کام کو مبارک	۲۷
۲۸	"	۲۸
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۹
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۳۰

رجب

۱	ہر کام کے لئے خوب	۱
۲	"	۲
۳	نخس اکبر	۳
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۴
۵	نخس اکبر	۵
۶	ہر کام کے لئے مبارک - سفر موجب زیادتی مال	۶
۷	ہر کام کے لئے خوب	۷
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۸
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر موجب فراوانی مال	۹
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۱۰
۱۱	نخس	۱۱
۱۲	"	۱۲
۱۳	" مگر بوجہ ولادت امیر المؤمنینؑ مسعد ہو گئی	۱۳
۱۴	ہر کام کے لئے خوب	۱۴
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۱۵
۱۶	نخس اکبر	۱۶
۱۷	درمیانہ - قرض کے لئے بد	۱۷
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	۱۸
۱۹	"	۱۹
۲۰	درمیانہ - مگر سفر - درخت لگانا مکان بنانا خوب	۲۰
۲۱	نخس اکبر	۲۱
۲۲	ہر کام کو مبارک	۲۲
۲۳	نخس اکبر	۲۳
۲۴	نخس اکبر	۲۴
۲۵	"	۲۵
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کو مبارک	۲۶
۲۷	ہر کام کے لئے خوب	۲۷
۲۸	"	۲۸
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۲۹
۳۰	سفر کے علاوہ	۳۰

شعبان

۱	ہر کام کے لئے خوب	۱
۲	"	۲
۳	نخس اکبر (ولادت امام حسینؑ کی وجہ سے سحر)	۳
۴	نخس	۴
۵	نخس اکبر	۵
۶	ہر کام کے لئے خوب - سفر موجب زیادتی مال	۶
۷	ہر کام کے لئے خوب	۷
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۸
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر موجب فراوانی مال	۹
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو مبارک	۱۰
۱۱	ہر کام کے لئے خوب	۱۱
۱۲	"	۱۲
۱۳	نخس اکبر	۱۳
۱۴	ہر کام کے لئے خوب	۱۴
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب (ولادت قائم)	۱۵
۱۶	نخس اکبر	۱۶
۱۷	درمیانہ - قرض کے لئے بد	۱۷
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	۱۸
۱۹	"	۱۹
۲۰	نخس	۲۰
۲۱	نخس اکبر	۲۱
۲۲	ہر کام کے لئے خوب	۲۲
۲۳	"	۲۳
۲۴	نخس اکبر	۲۴
۲۵	"	۲۵
۲۶	نخس	۲۶
۲۷	ہر کام کے لئے مبارک	۲۷
۲۸	"	۲۸
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۹
۳۰	سفر کے علاوہ	۳۰

رمضان مبارک

۱	ہر کام کے لئے خوب
۲	نحس
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵	نحس اکبر
۶	نحس
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	نحس
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر موجب زیادتی مال
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱	ہر کام کے لئے خوب
۱۲	"
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے خوب
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے مبارک
۱۹	"
۲۰	درمیانہ مگر سفر درخت، لگانا مکان بنانا خوب
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	"
۲۴	نحس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

۱	ہر کام کے لئے خوب
۲	"
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵	نحس اکبر
۶	ہر کام کے لئے خوب - سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر موجب زیادتی مال
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو خوب
۱۱	ہر کام کے لئے خوب
۱۲	"
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے خوب
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کو خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	شہادت امیر علیہ السلام
۲۰	نحس
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	"
۲۴	نحس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کو خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ذوالقعدہ

۱	ہر کام کے لئے مبارک	۱
۲	"	۲
۳	سخن اکبر	۳
۴	سفر کے علاوہ	۴
۵	سخن اکبر	۵
۶	سخن	۶
۷	ہر کام کے لئے خوب	۷
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک	۸
۹	ہر کام کے لئے خوب - سفر موجب زیادتی مال	۹
۱۰	سخن	۱۰
۱۱	ہر کام کو مبارک	۱۱
۱۲	"	۱۲
۱۳	سخن اکبر	۱۳
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک	۱۴
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۱۵
۱۶	سخن اکبر	۱۶
۱۷	درمیانہ - قرض کے لئے بد	۱۷
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	۱۸
۱۹	"	۱۹
۲۰	درمیانہ مگر سفر و رخت لگانا سکان بنانا خور	۲۰
۲۱	سخن اکبر	۲۱
۲۲	ہر کام کے لئے خوب	۲۲
۲۳	"	۲۳
۲۴	سخن اکبر	۲۴
۲۵	"	۲۵
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۶
۲۷	ہر کام کے لئے خوب	۲۷
۲۸	سخن	۲۸
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۹
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۳۰

ذوالحجہ

۱	ہر کام کے لئے خوب	۱
۲	"	۲
۳	سخن اکبر	۳
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۴
۵	سخن اکبر	۵
۶	ہر کام کے لئے خوب - سفر موجب زیادتی مال	۶
۷	ہر کام کے لئے خوب	۷
۸	سخن	۸
۹	ہر کام کے لئے خوب - سفر موجب زیادتی مال	۹
۱۰	دخول علی السطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۱۰
۱۱	ہر کام کے لئے خوب	۱۱
۱۲	"	۱۲
۱۳	سخن اکبر	۱۳
۱۴	ہر کام کے لئے خوب	۱۴
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۱۵
۱۶	سخن اکبر	۱۶
۱۷	درمیانہ - قرض کے لئے بد	۱۷
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	۱۸
۱۹	"	۱۹
۲۰	سخن	۲۰
۲۱	سخن اکبر	۲۱
۲۲	ہر کام کے لئے خوب	۲۲
۲۳	"	۲۳
۲۴	سخن اکبر	۲۴
۲۵	"	۲۵
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۶
۲۷	ہر کام کے لئے خوب	۲۷
۲۸	"	۲۸
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۲۹
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	۳۰

دکوع نمبر ۱ یوزعون یعنی ان کو روک دیا جائے گا تاکہ سب جمع ہو لیں۔ تجاء وھا یعنی جب جہنم میں پہنچیں گے تو اس پہلے انکے خلاف انکے اعضا کی گواہی ہو چکی ہوگی۔ اور تمام اعضا میں سے کان اور آنکھ کو مخصوص کر لیا گیا ہے کیونکہ ان دو کے ذریعے سے انسان حق کی آواز سننا ہے اور حق کے دلائل اس تک پہنچتے ہیں اور آنکھ کے ذریعے سے انسان حق کے مناظر اور معجزات و کرامات کا معائنہ کرتا ہے پس جب یہ عذر پیش کریگا کہ میں نے

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَمِنْهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٢٠﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا

اور جس دن آنکھ کے بجائے اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف پس وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے

شَهِدَتْ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢١﴾

تو ان پر ان کے کان آنکھیں اور چمڑے گواہی دینگے جو وہ عمل کرتے تھے

وَقَالُوا الْجُودُودُهُمْ لَمْ شَهِدْنَا لَكُمْ عَيْنًا قَالُوا انْظُرُوا إِلَيْهِمُ الْيَوْمَ

اور اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ تو کہیں گے ہمیں اللہ نے برتنے کی طاقت دی ہے۔ جس

النَّاطِقَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَالْيَوْمَ تَرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ وَمَا كُنْتُمْ

نے ہر شیء کو گویا دی ہے اور اسی نے ہی تمہیں پہلی بار تیار کیا اور اس کی طرف تم پٹائے جاؤ گے اور تم نہیں چھپ سکتے

تَسْتَرُونَ أَنْ تَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا

تھے اس بات سے کہ گواہی دیں گے تمہارے خلاف تمہارے کان اور نہ چھپ سکتے تھے اپنی آنکھوں اور

جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

اپنے چمڑوں سے لیکن تمہارا خیال تھا کہ تحقیق اللہ نہیں جانتا تمہارے اکثر اعمال کو

وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَمْ رَبُّكُمْ فَأَصْبَحْتُمُ

اور یہ تمہارا خیال جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا ہوا تھا اسی نے تمہیں ہلاک کیا ہے

اور یہ متعلق ہوگا اور

کان اور آنکھیں تمام حجت کے علاوہ اپنے متعلقہ اعمال کے متعلق بھی گواہ ہوں گے۔

پس عالم بے چارگی میں کافر لوگ ازراہ حیرت اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں کر

گواہی دی حالانکہ تم میں تو برفتنے کی طاقت نہیں تھی پس وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اللہ نے طاقت گویا دی ہے۔ اور

بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جس طرح انسان کی آوازیں ہضائیں محفوظ رہتی ہیں چنانچہ آلاتِ سانس کے ذریعے سے

حق کی آواز اور حق کے اثبات کی دلیلیں نہیں سستی تھیں تو کان گواہی دیں گے کہ ہم نے حق کی آواز اور اس کے دلائل سننے تھے اور اگر عذر پیش کرے گا کہ میں نے حق کے نشانات و معجزات نہیں دیکھے تھے تو آنکھ اس کے خلاف گواہ ہوگی کہ بے شک ہم نے سب کچھ دیکھا تھا اور باقی بدن کے تمام اعضا اپنے متعلقہ اعمال کی گواہی دیں گے اور جلودہم سے مراد جسم کے باقی اعضا ہیں مثلاً ہاتھ پیر اور زبان وغیرہ ہر اس عمل کی گواہی دیں گے جو ان سے متعلق ہوگا اور

ان کو ضبط بھی کر لیا جاتا ہے جس طرح آج کل کی ریڈیائی آوازیں یا ٹیلی ویژن کے مناظر یا ٹیپ شدہ تقاریر وغیرہ اس کی شاہد ہیں۔ اسی طرح انسان کے جملہ حرکات و سکنات فضائے بسیط میں محفوظ ہوتے ہیں گویا انسان کی پوری زندگی کے حرکات و سکنات کی ریلیں فضائے بسیط میں محفوظ ہیں جو کرانا کابتین کی نگرانی میں ہیں اور بروز محشر جب انسان اپنے کردار فاسد کا انکار کرے گا تو وہی ریلیں اس کو دکھادی جائیں گی۔ اور یہی اس کی وہ کھلی ہوئی کتاب ہے جس کو وہ خود پڑھ لے گا۔ اور یہی وہ اعمال نامہ ہے جو بروز محشر منظر عام پر پیش ہوگا اور یہی اس کے اعصاب کی گواہی ہے جس کو وہ کسی طرح جھٹلانا سکے گا۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اپنے اعمال فاسدہ

کو دوسروں سے تو چھپائے نہیں

تم اپنے قانون آنکھوں اور دوسرے اعضا

سے کس طرح چھپاؤ گے اور انکی گواہی

سے کیسے چوگے اور تمہارا تو یہ گمان

تھا کہ اللہ تعالیٰ باتو کو نہیں جانتا۔

یعنی اللہ کے پاس ہمارے

اعمال کی لسٹ محفوظ نہ ہوگی

حالانکہ تمہاری پوری زندگی

کے حرکات و سکنات محفوظ

ہوتے ہیں اور تمہارے اسی

گمان نے ہی تم کو ہلاکت کے

مَنْ الْخَيْرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَإِنْ

پس تم خسارہ پائیو لے ہو گئے پس اگر صبر کریں تو آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ

لَيْسَتْ تُعْتَبَرُ وَأَفْئِدَاهُمْ مِنَ الْمَعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَقِيضْنَا لَهُمْ قُرْآنًا فَزَيَّنُوا

معافی مانگیں تو ان کو معافی نہیں دی جائے گی اور بدلہ میں دے ہم نے ان کو ایسے ساتھی کر لیے

لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ

انہوں نے مزین کیا ان کے لئے وہ جو ان کے سامنے ہے اور وہ جو ان کے پیچھے ہے اور ثابت ہوا ان پر قول عذاب ان

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَيْرِينَ ﴿٢٦﴾

گروہوں میں جو ان سے پہلے گذر گئے جنوں اور انسانوں میں سے تحقیق وہ خسارے میں تھے

راستہ پر ڈال دیا تھا۔ نیز ایسے ساتھی اور دوست بھی ان کو مل جاتے ہیں جو ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کرتے ہیں یعنی آگے

آنے والی قیامت کے متعلق بھی ان کے حوصلے وہ بلند کرتے ہیں کہ تم جو چاہو کرتے رہو تمہیں کون پوچھتا ہے، اور گذشتہ کے متعلق

بھی ان کو مطمئن کرتے ہیں پس وہ توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ دائمی خسارہ پائیو لے ہیں

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور نے فرمایا بروز قیامت ایک آدمی

اللہ پر حسن ظن کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھے گا پس اللہ کا حکم ہوگا کہ اس کو بٹھرا لو۔ چنانچہ

ارشاد باری ہوگا کہ تو نے پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا ہے تو وہ عرض کرے گا اے پروردگار میرا تیرے متعلق یہ گمان ہو گیا تھا۔ پس اللہ

فرمائے گا کہ تیرا میرے متعلق کیا گمان تھا تو وہ کہے گا کہ میرا تیرے متعلق بخشش کا گمان تھا اور یہ کہ تو مجھے اپنے فضل و کرم سے جنت

میں بھیجے گا پس خدا فرشتوں سے فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اس نے کبھی میرے متعلق یہ گمان نہیں کیا تھا ورنہ اگر اس کا

میرے متعلق یہ گمان ہوتا تو میں اس کو آتش جہنم سے خوف زدہ نہ کرتا تاہم اب اس کو چھوڑ دو اور جنت میں جانے دو۔ اس کے لہ

حضرت نے فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ پر حسن ظن رکھے اللہ اس کو حسن ظن کا بدلہ دیتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ - یعنی کفار نے جب دیکھا کہ جو لوگ قرآن سننے ہیں وہ فوج در فوج کھج کھج کر اسلام کے حلقے میں داخل ہو جاتے ہیں پس انہوں نے تجویز سوچی کہ جب حضور قرآن کی تلاوت کریں اُس وقت شور مچایا جائے

رکوع نمبر ۱۸

یا پیشیاں اور تالیاں بجائی جائیں یا کوئی دوسرا لغو مشغلہ اختیار کیا جائے تاکہ لوگوں کے کانوں تک قرآن نہ پہنچ سکے اور اس طریقہ سے اسلامی تعلیم لوگوں تک نہ پہنچ سکے گی اور ہم کامیاب ہوں گے۔

وَلَكِنِّيَقِيْنَ - یعنی دنیا میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ

اور کافروں نے کہا کان نہ دھرو اس قرآن کے لئے اور لغو باتیں کرو اس میں

کریں گے اور آخرت میں ان کو اپنے شرک اور اعمالِ فاسدہ کی بدترین جزا دیں گے پس دنیاوی عذاب جنگِ بدر میں

لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ ﴿۲۷﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا

تاکہ تم کو غلبہ حاصل ہو پس البتہ ضرور چکھائیں گے کافروں کو سخت عذاب

قتل ہونا اور قید ہونا تھا۔ اور آخری سزا ہمیشہ کا جہنم ان کے لئے ہے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ الْعَدَاءِ

ان کو سزا دینے کے لئے اس کا جو وہ کرتے ہیں یہ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے

علیہ السلام سے منقول ہے کہ ولایت علی بن ابی طالب کو ترک کرنے والے کافروں کو دنیاوی زندگی میں بھی سخت

اللَّهُ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ كَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲۹﴾

دوزخ کو اس میں ان کا ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِينَ أُضْلِنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

اور کہیں گے کافراے رب ہمیں دکھا وہ دو جنوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں اور انسانوں میں سے

ترین عذاب دیا جائے گا۔ اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے کیونکہ وہ آیات پروردگار کا انکار کرتے ہیں۔ اور آیات پروردگار ائمہ طاہرین میں مقصد یہ کہ آیات کی تنزیل اگرچہ کفار مکہ کے لئے تھی لیکن ان کی تاویل دشمنانِ اہل بیت کے لئے تاقیامت جاری رہے گی۔

وَقَالَ الَّذِينَ - ایک روایت میں ہے کہ جنوں میں سے پہلا گمراہ کن ابلیس ہے۔ اور آدمیوں میں سے قابل ہے اور بعض مفتخرین نے کہا ہے کہ جنوں اور انسانوں میں سے ہر گمراہ کرنے والا اس جگہ مراد ہے پس ان کے پیچھے چل کر جو لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ ہم ان کو روندنا چاہتے ہیں جنوں نے ہمیں گمراہ کر کے جہنم کا راستہ

دکھایا تھا۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے راوی حدیث سورہ بن کلیب سے فرمایا۔ خدا کی قسم اس آیت میں وہی دو آدمی مراد ہیں اور تین دفعہ آپ نے قسم کھا کر اس فقرہ کو دہرایا اور آرض میں فرمایا کہ ہم آسمان و زمین میں اللہ کے خزانہ دار ہیں۔ ایک دوسری حدیث ظریل میں آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو آگ کے تازیانوں سے پٹیا جائے گا کہ اگر تازیانہ سمندر پر پڑے تو اس کا تمام پانی کھول جائے۔ اور ایک پہاڑ پر پڑے تو وہ خاکستر ہو جائے۔ پس ان کی اتباع کرنے والے کہیں گے کہ ہم

اب ان کو اپنے پاؤں کے نیچے روندنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا عذاب سخت تر ہو جو تَنْزِيلٌ - احادیث

میں ہے کہ یہ آیت شیخان آل محمد کے حق میں ہے کہ مرتے وقت ان کو فرشتے

جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کوئی مومن موالیٰ ترابہ تو جناب رسول خدا حضرت

امیر المؤمنین اور جنین شریفین

جَعَلَهَا حَتَّىٰ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَ مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۳۰﴾ اِنْ

تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں تاکہ وہ ذلیل ہوں بے شک

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَنْزِيلٌ عَلَيْهِمُ الْمَلَكَةُ

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (یہ کہتے ہوئے)

الَّتِي تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ

کرتے ڈرتے اور غم نہ کرو اور تم کو جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ

تُوعَدُونَ ﴿۳۱﴾ مَن أَوْلِيَاكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

کیا کیا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی

الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَىٰ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ﴿۳۲﴾

اور تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم مانگو

اس کے پاس پہنچ کر خوشخبری سناتے ہیں۔ الحدیث۔ اور تفسیر امام حسن عسکری سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ملک الموت مومن کے پاس پہنچتا ہے اور اس کو حالت اضطراب میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ایسے شخص کو گھبرانے

کی کیا ضرورت ہے جس سے ایک کھوٹا روپیہ جلا جائے اور لاکھوں گھرے روپے مل جائیں۔ ذرا اوپر کی طرف نگاہ تو اٹھاؤ پس مومن منازل جنت کو دیکھے گا تو ملک الموت کہے گا کہ دنیاوی منازل کے بدلہ میں یہ جنت کے مکانات اور نعمات تیرے

لئے اور تیری نیک اولاد کے لئے ہیں کیا تجھے یہ پسند نہیں تو مومن کہے گا بے شک مجھے یہ پسند ہیں اور میں راضی ہوں پھر دوبارہ ملک الموت کہے گا کہ نگاہ اٹھاؤ تو مومن اپنے سامنے حضرت رسالت مآب حضرت امیر المؤمنین اور آل اہل ہار

علیم السلام کو دیکھے گا پس فرشتہ کہے گا کہ تیرے سردار موجود ہیں تو کیا دنیا کے بدلہ میں تجھے ان کی رفاقت منظور نہیں

تو من کہے گا خدا کی قسم مجھے ان کی رفاقت پسند ہے پس فرشتہ اس کو خوشخبری جنت کی دے گا۔ اور اس کی روح قفس عنقریب سے پرواز کر جائے گی (ملخص از برہان)

نَزَّلًا۔ یا تو مفعول مطلق ہے یا فاعل کے معنی میں حال ہے اور مروی ہے کہ جنتی جب کسی شے کی خواہش کرے گا تو اس کے اظہار کرنے سے پہلے وہ چیز اس کو مبیا کر دی جائے گی۔

رکوع ۱۹ وَمَنْ أَحْسَنُ

آیت مجیدہ میں خداوند کریم نے تبلیغ دین کرنے والوں کی

مدح فرمائی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم

نیکیوں میں سے بہت بڑی

نیکی دین خداوندی کی تبلیغ ہے بشرطیکہ تبلیغ کرنے والا خود

بھی عمل صالح کرنے والا ہو اور اللہ کی طرف دعوت دیتے

ہوئے خود بھی اس کی طرف پوری طرح جھکنے والا ہو۔ اور

تفسیر صافی میں بدایت عیاشی مذکور ہے کہ یہ آیت حضرت

علی علیہ السلام کے حق میں اتری ہے۔

إِذْ نَعَمْ بِالَّتِي - دشمن کی

نَزَّلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿۳۳﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا

درحالیکہ یہ میزبانی ہے غفور رحیم کی جانب سے اور اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہے جو اللہ کی

إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۴﴾ وَلَا

طرف دعوت ہے اور نیک عمل بجالاتے اور کہے کہ میں پیروی کرنے والوں میں سے ہوں اچھی اور

تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا

برسی بات ایک جیسی نہیں ہوا کرتی تم دفاع کرو اچھے طریقے سے تو وہ شخص کہ

الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَلْقَاهَا

یرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے مثل قریبی دوست کے ہر جائے گا اور نہیں عطا ہوتا

إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يَلْقَاهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ﴿۳۶﴾ وَإِنَّمَا

یہ طریقہ مگر حوصلہ مند لوگوں کو اور نہیں عطا ہوتا مگر بڑے صاحب بخت کو اور اگر

يَنْزِعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نُرُوجًا فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۷﴾

دوسرے محسوس ہو تجھے شیطان کی طرف سے کوئی سادہ سوسہ تو اللہ سے پناہ مانگو تجھتو وہ سننے جاننے والا ہے

بہ خلقی اور بدکلامی کا جواب خوش خلقی اور نرمی سے دیا جائے تو زیادہ مرثر ہوا کرتا ہے۔ پس آیت مجیدہ میں ارشاد ہے کہ مخالف کی بات کا دفاع احسن طریقہ سے کرو یعنی ان کے باطل کو حق سے ان کی جہالت کو حوصلے سے۔ اور ان کی برائی کو اچھائی سے دور کرو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا اعلانہ دشمن بھی ایک دن تمہارے سامنے جھک جائے گا اور دشمن کے بجائے تمہارا دوست اور اجنبی کے بجائے تمہارا قریبی ہو جائے گا لیکن تبلیغ اور دفاع کا یہ طریقہ وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو حوصلہ مند ہوں کہ دشمن کی سخت کلامی سے طیش میں نہ

اس کی عبادت میں مشغول ہیں (فرشتے)

خَاشِعَةً - بارش کی تاثیر کی وجہ سے زمین پر بوجھلکی اور سبست سی ظاہر ہوتی ہے اس کو خشوع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ - آیاتِ خداوندی میں الحاد کرنے کی کئی صورتیں ہیں (۱) جب حضور تلامذت کرتے تھے تو وہ لوگ سیٹیاں بجانا شروع کر دیتے تھے تاکہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکے (۲) آیات کے معانی میں خاص رو بہ دل کر کے اور غلط تعبیریں کر کے لوگوں کو منحرف کرتے تھے (۳) یا یہ کہ توحید پروردگار کی دلیلیں سننے سمجھنے کے باوجود ازراہ عناد اس سے انحراف کرتے تھے پس ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ خدا ان کی سب حرکتوں کو جانتا ہے اور اپنی مصلحت سے ان کی فوری گرفت نہیں کرتا اور لوگوں کے لئے ہر قدم

کے آدمیوں کے بارے میں دعوتِ فکر کا انتظام ہے تاکہ جہنم میں جانے والوں اور پر اس محشر ہونے والوں کے انجام میں غور کر کے اپنے لئے صحیح راستہ کی تعیین کر لیں۔ اسی لئے فرمایا کہ کسی کو کوئی مہجوری نہیں جو یا ہو عمل کر و خدا سب کے اعمال سے واقف و خبردار ہے۔

تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ

زمین کو خشک دیکھتے ہو پس جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو جھومتی اور پھولتی ہے

وَرَبَّتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحِي الْمَوْتِ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(ہمزبور کی وجہ سے) تحقیق وہ جس نے اس کو زندہ کیا مردوں کو زندہ کرتا ہے بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے

﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُكْفَرُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ

تحقیق وہ لوگ جو کج روی اختیار کرتے ہیں ہماری آیات میں ہم پر وہ پریشیدہ نہیں ہیں تو کیا جس کو آگ

يَلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرًا مِّنْ يَّاتِيهِمُنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِعْمَلُوا

ہیں والا نہائے وہ بہتر ہے یا جو بروز قیامت پڑا من حاضر ہو؟ کرو جو

مَا سَأَلْتُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

چاہر تحقیق وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے تحقیق جن لوگوں نے انکار کیا

بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّ لَهُمْ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤٢﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ

قرآن کا جب وہ ان کے پاس آیا حالانکہ وہ کتاب عزیز ہے کہ نہیں جھٹک سکتا اس پر باطل

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ - اس کی کئی تاویلیں بیان کی گئی ہیں (۱) باطل سے مراد شیطان ہے یعنی شیطان اس سے حق کو کم کرنے اور اس میں باطل کے اعضاء کرنے پر قادر نہیں ہے (۲) اس کو باطل کرنے والی کوئی کتاب نہیں خواہ اس سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا - اس جگہ ان کی خبر یا تو مذکور ہے یعنی جو لوگ قرآن کا انکار کرتے ہیں ان کو اپنے انکار کی سزا دی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں اُولئِكَ يَأْتِيهِمُ الْبَاطِلُ کہ اس کی خبر قرار دیا جائے

یعنی کوئی کتاب اس کے مضامین و معانی کو باطل ثابت نہیں کر سکتی (۳) گزشتہ یا آئندہ کی خبروں میں سے کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن مجید میں ہو اور اس کو غلط ثابت کیا جاسکے۔ (۴) پہلے اترنے والی آیتوں اور بعد میں آنے والی آیتوں میں کہیں بھی غلطی و بطلان کی کوئی گنجائش نہیں ہے (۵) قرآن مجید کی آیات میں کسی جہت سے کوئی کمزوری و نقص نہیں ہے مثلاً بیان حقائق الفاظ و معانی قصص تاریخ فصاحت و بلاغت اور اوامر و نواہی وغیرہ میں کہیں بھی انگشت نمائی کی جگہ نہیں ہے اور کتاب ہر لحاظ سے

شک و شبہ سے بالکل

اور یہ کتاب تاقیامت ہر دور

کے انسانوں کے لئے مکمل

ضابطہ حیات ہے جس کا

کوئی صحیح الفطرت باضمیر

انسان انکار نہیں کر سکتا

قَدْ اَنَا اَعْجَبِيًّا۔ یعنی

اگر قرآن مجید عربی زبان کے

علاوہ کسی دوسری زبان میں

ہوتا تو عرب لوگوں کے

پاس انکار کرنے کا ہر سانس

دستیاب ہو جاتا کہ کتاب

اعجمی ہے اور رسول عربی یہ

کیونکر ہو سکتا ہے؟ پس

خدا نے انہی کے خاندانوں

میں سے ایک اعلیٰ خاندان

کے اعلیٰ فرد کو انہی کی زبان

عربی میں قرآن دے کر بھیجا

تا کہ ان کے لئے انکار کا

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَيْكِهِ حَمِيدٌ

آگے سے نہ پیچھے سے نازل کردہ ہے اس حکمت والے کی جانب سے

۴۳ مَا يُقَالُ لَكَ الْاَمَّا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنْ

جو مجید ہے تجھے نہیں کہا جاتا مگر وہ کچھ جو رسولوں کو کہا جاتا رہا ہے تجھ سے پہلے تحقیق

رَبِّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَّذُو عِقَابٍ اِيْمٍ ۴۴ وَّلَوْ جَعَلْنَاهُ

تیرا رب تجھنے والا ہے (مومنوں کو) اور دردناک عذاب دینے والا ہے (منکروں کو) اور اگر کرتے ہم اس کو

قُرْاٰنًا اَعْجَبِيًّا لَقَالُوْا لَوْلَا فِصْلَتْ اٰيٰتُهُ اَعْجَبِيٌّ وَّ

قرآن عجیب تو کہتے کافر کیوں نہیں بیان کیا گیا اس کی آیات کو (عربی میں) یہ کیسے کہ کتاب عجیب اور

عَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدٰى وَّسَفٰهًا وَّالَّذِيْنَ لَا

رسول عربی و کدوک بیان کے لئے جو ایمان لائیں ہدایت اور سفاہ ہے اور جو ایمان نہ لائیں ان

يَوْمِنُوْنَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَّقُرْءٰنُهُمْ عَلَيْهِمْ عَمٰى اَوْلٰئِكَ يٰۤاٰدُوْنَ

کے کانوں میں پردے ہیں اور یہ ان پر اندھیرا ہے ایسے لوگ بلائے جاتے ہیں

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۴۵ وَّلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَاخْتَلَفَ فِيْهِ

دور کے مکان سے اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تو اس میں اختلاف کیا گیا

کوئی بہانہ نہ بن سکے۔

هُدٰى وَّسَفٰهًا۔ یعنی خالی الذہن انسان کے لئے قرآن ہدایت ہے اور کفر و نفاق و شرک کی بیماریوں میں مبتلا انسانوں

کے لئے قرآن مجید شفا و تندرستی کا پیغام ہے۔

وَالَّذِينَ - یعنی جو لوگ

قرآن پر ایمان نہیں لاتے

گو یا قرآنی ہدایت کے

سننے سے ان کے کان بہرے

ہیں اور قرآنی حقائق ان

کے سامنے تاریکی میں ہیں

اور ہدایت کی آواز ان کو

یوں معلوم ہوتی ہے جس

طرح کوئی دور سے بلارا

ہو اور اس کی آواز سمجھی نہ جاسکتی ہو۔

فَاخْتَلَفَ فِيهِ - یعنی آپ سے پہلے حضرت موسیٰ کو کتاب دی گئی تو بعض مان گئے اور بعض لوگ انکار پر ڈٹ گئے

اور اس قسم کا نظریاتی اختلاف ہمیشہ ہوتا رہا ہے لہذا گھبرانے کی بات نہیں آپ بے فکر ہو کر تبلیغ میں مشغول رہیں کوئی مانے

تو اس کو فائدہ ہوگا جو نہ مانے گا جہنم میں جائے گا۔ اگر ایک وقت تک عذاب کے موخر کرنے کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو

ان پر بھی عذاب بھیج دیا جاتا تاہم آپ ان کے ضد و انکار کی پرواہ کے بغیر امور تبلیغ کو انجام دیتے رہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضَىٰ بِدِينِهِمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي

اور اگر بات نہ ہو چکی ہوتی تیرے رب کی طرف سے تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور تحقیق یہ لوگ

شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿۳۷﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَ

اس کے متعلق گہرے شک میں ہیں جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لئے اور

مَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۳۸﴾

جو برا کرے گا تو اپنے لئے اور نہیں ہے تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا

پارہ ۲۵

رُكُوعًا وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ - یعنی بروز محشر کفار و مشرکین سے ازراہ سرزنش سوال ہوگا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے تھے تو مشرکین اس کے جواب میں اپنے شرک کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کے شریک ہونے کی شہادت دے اور دنیا میں جو اپنے بنائے ہوئے شریکوں کے متعلق گمان رکھتے تھے کہ قیامت کے دن وہ ہمیں چھڑائیں گے اُس وقت وہ بات اُن کے ذہن سے اتر جائے گی اور یقین ہوگا کہ اب چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

صورت نہیں ہے۔

لَا يَسْمُومُ - بعض مفسرین

نے کہا ہے کہ اس جگہ انسان

سے کافر لوگ مراد ہیں کہ وہ دنیا

میں اس قدر لاپٹی ہوتے ہیں

کہ اپنے لئے رزق اور جان و

مال کی صحت و فراوانی کی دعا

سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور

کسی درجہ پر پہنچ کر ان کو

فتاعت و حوصلہ حاصل نہیں

ہوتا بلکہ ہر موجودہ صورت

سے آگے بڑھنے کی فکر میں

رہتے ہیں لیکن جب ان کو

کوئی تکلیف پہنچے تو فوراً

مایوسی و ناامیدی کا شکار ہو

جاتے ہیں پس خیر و شر کی

دونو حالتوں میں ان کو کبھی

سکون قلب نصیب نہیں

ہوتا اور پھر جب تکلیف و

إِلَيْهِ يَرُدُّ عِلْمَ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنَ الْكُمَاهِهَا

اُسی کی طرف رو کیا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غنوں سے نہیں نکلتا

وَمَا تَحِيلُ مِنْ أَنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْدِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ آيُنْ

اور سونت حاملہ ہوتی ہے اور نہ اس کا وضع حمل ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کے علم میں ہے اور جس دن ان کو پکارے گا

شُرَكَائِي قَالُوا أَذْنَاكَ مَا مَنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۝۴۸ وَضَلَّ عَنْهُمْ

کویرے شریک کہاں ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نے تجھے بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے

مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ حِيصٍ ۝۴۹

اور ختم ہو جائیگا ان کا وہ دعویٰ جو کرتے تھے پہلے اور ان کو یقین ہوگا کہ ان کا چھٹکارا نہیں ہے

لَا يَسْمُومُ الْإِنْسَانَ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ

نہیں تھکتا انسان خیر کے مانگنے سے اور اگر اس کو اس کی تکلیف تو یا نوس و

فَيُؤْسُ قَنُوطٌ ۝۵۰ وَلَئِنْ أَذْنَاكَ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ

تا امید ہوتا ہے اور اگر اس کو ہم اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں اس تکلیف کے بعد

ضَرًّا عَمَّتَهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً

جو اس کو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے اور میں نہیں یقین کرتا کہ قیامت قائم ہوگی

مصیبت کے بعد خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے اُن کی مشکل کو آسان کر دے تو وہ بجائے اس کے کہ خدا کا شکر ادا کرتے اللہ بے شکری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا فرض ہے اور ہماری ذاتی کوششوں کی وجہ سے ہماری مصیبت ختم ہوئی ہے

وَمَا أَظُنُّ - اس جگہ ظن سے مراد یقین ہے یعنی ان کو قیامت کے آنے کا قطعاً کوئی یقین نہیں ہوتا۔ اور کہتے ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آجھی جائے تو جس طرح دنیا میں ہم پر نعمات کی بارش رہی ہے اسی طرح قیامت کے دن بھی ہم کو نعمات ملیں گی۔ اور اللہ ان کے اس خیال کی تردید میں فرماتا ہے وہ غلط سمجھے بیٹھے ہیں بلکہ ان کو ان کے اعمالِ ناسدہ کی ضرور سزا ملے گی۔

وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنْبَسَنَّ

اور بالفرض اگر میں اپنے رب کی طرف پلٹا یا بھی گیا تو اس کے پاس میرے لئے اچھائی ہوگی پس

الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنْدِيْقَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ

مذور ہم کافروں کو خبردار کریں گے اپنے اعمال سے اور ان کو چکھائیں گے سخت قسم کا عذاب

۵۱) وَإِذَا النُّعْمَانَا عَلَىٰ الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر تو اعراض کرتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے (شکر سے)

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرْفُ ذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝۵۲) قُلْ أَرَأَيْتُمْ

اور جب اس کو چھولے تکلیف تو لمبی چڑھی دعائیں مانگنے والا ہوتا ہے کہہ دو کہ تمہاری کیا رائے ہے

إِنْ كَانَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ تَهْ كَفَرْتُمْ بِهِ مَن أَضَلُّ مِمَّن

کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور پھر تم اس کا انکار کرو تو کون زیادہ گمراہ ہے ایسے شخص سے

هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۳) سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ

جو گری بدبختی میں ہو عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں گرد و نواح میں اور

بدبخت انسان ثابت ہوگے۔ شقاق مضاعف ثلاثی ہے اور اس کا معنی دشمنی کیا جاتا ہے۔ یعنی تمہارا یہ اختلاف اللہ سے دشمنی متصور ہوگا جس کی سنگین سزائیں بھگتنی پڑے گی۔

فی الآفاق - خداوند کریم کی قدرت و حکمت کی نشانیاں جس طرح آفاق میں موجود ہیں اسی طرح ہر انسان کے اپنے وجود کے اندر بھی وہ سب کچھ موجود ہے جس میں غور و فکر کرنے والا انسان عقیدہ توحید تک باسانی پہنچ سکتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

أَعْرَضَ - یعنی جب کسی کافر نے پر خدا کا احسان ہو تو شکر خداوندی سے منہ پھیرنا ہے اور پہلو تہی کر کے متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے لیکن جب اسی کو خدا کی تکلیف میں مبتلا کر دے تو پھر بڑھی بڑھی دعائیں مانگتا ہے اور اللہ کے سامنے پورے خستہ و خنوع کا اظہار کرتا ہے۔

إِنْ كَانَ - یعنی ان کفار کو دعوتِ فکر دیجئے کہ اگر بالفرض یہ قرآن یا یہ دین اللہ کی جانب سے ہی ہو تو ایسی صورت میں تمہارے انکار کا نتیجہ کیا ہوگا یعنی اس کا یہی نتیجہ ہوگا کہ تم نہایت

اَقْرَبُ عَمَّا دُنَاكَ جِدْمٌ صَغِيرٌ وَفِيكَ النُّطْوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ الَّذِي بِاَحْرَافِهِ
يُظْهِرُ الْمُضْمَرُ - ترجمہ - کیا تو اپنے آپ کو چھوٹا سا جسم سمجھتا ہے حالانکہ تجھ میں عالم اکبر کی تفصیلات کا خلاصہ موجود
ہے۔ اور تو وہ کتاب میں ہے جس کے تمام حروف رموز قدرت و راز ہائے فطرت کو عیاں کرتے ہیں۔

اور اس کی مزید توضیح و تشریح ہم نے تفسیر کے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ آفاق اور انفس میں غور کرنے کے

بعد انسان صحیح طور پر یہ نتیجہ حاصل

کر سکتا ہے کہ عقیدہ توحید

پروردگار بالکل ناقابل انکار

ہے۔ اور اللہ ہر شے پر شہید

گواہ ہے اور ہر شے پر علم و

قدرت کے لحاظ سے محیط

وحدی ہے۔

آفاق و انفس میں خدا کی

نشانیوں دکھانے کی چند

فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَهُمُ أَنْتَهُ الْحَقُّ أَوَّلَهُمْ

ان کے اپنے نفسوں میں یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے لئے کہ یہ سچ ہے کیا نہیں کافی

يَكْفِيكَ بِرَبِّكَ إِنَّتَهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۵۴﴾ أَلَا إِنَّهُمْ فِي

تیرے رب کے لئے کہ وہ ہر شے پر شہید ہے آگاہ ہو تحقیق وہ شک

صِرِيَّةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّتَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿۵۵﴾

میں ہیں اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں آگاہ ہو تحقیق وہ ہر شے پر احاطہ کرنے والا ہے

تاویلیں کی گئی ہیں۔ دلا ہم ان لوگوں کو اپنی توحید پر ناقابل تردید براہین دکھائیں گے جو آفاق عالم اور اقطار ارض میں پھیلی ہوئی ہیں
مثلاً سورج و چاند کی گردش ستاروں کی چمک اور ان کی حرکات متناسبہ اسی طرح نباتات و اشجار اور دریا و پہاڑ وغیرہ کے متعلق
مختلف پہلوؤں پر غور و خوض اور خود انفس انسانی میں حکمت و مصلحت کی صنعت کاریوں میں تدبیر اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ وہ اللہ
ایک ہے جو ان تمام کا خالق اور مدبر و متقن ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۲۔ حضرت رسالت مآبؐ کی نبوت کی صداقت کے شواہد اطراف مملکت کی فتوحات میں بھی ہم ان کو دکھائیں گے۔ اور
آپ کی صداقت کا لوہا خود ان کے نفسوں سے بھی منوائیں گے جو فتح مکہ کے دن ظاہر ہوا۔

۳۔ آفاقی آیات سے مراد امم ماضیہ اور قرون گذشتہ کے واقعات سے عبرت دلا نا مقصود ہے اور انفسی آیات سے
جنگ بدر کے نتیجے سے عبرت حاصل کرنا مقصود ہے۔

۴۔ آفاقی آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضورؐ نے ان کو حادثہ گذشتہ کے متعلق یاد دلانے تھے اور انفسی
آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو انہوں نے خود حضورؐ سے طلب کئے تھے مثلاً شتی القمر کا معجزہ۔

۵۔ آفاقی آیات سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ امتوں نے تکذیب رسل کے نتیجے میں جو عذاب برداشت کیا جن کے نشانات
اب تک صغیر ارض پر باقی ہیں۔ اور انفس میں غور و فکر کی دعوت دے کر ان کو عقیدہ توحید کی طرف لے جانے کا الگ انتظام

لیا گیا ہے کہ جب انسان اپنی خلقت میں غور کرتا ہے کہ پہلے لطف پھر علقہ پھر مضغہ اس کے بعد ہڈیاں گوشت پوست اور پھر اس ساری انسانی تاریک عمارت میں فانوسِ عقل کے ذریعے روشنی کا انتظام یہ سب ایسے امور ہیں جو ہر صاحبِ ضمیر اور منصف مزاج انسان کو توجیدِ خالق کی دعوت دیتے ہیں اور اعضاء انسانی میں سے ہر ایک کا اپنے موزوں و مناسب مقام پر ہونا تدبیرِ خالق کی بولتی ہوئی زبان ہے ورنہ اگر یہ تخلیق اتفاقی ہوتی اور اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہ ہوتا یا یہ کہ پیدا کرنے والے متعدد ہوتے تو اس قسم کی یکسانیت ناممکن تھی بلکہ ایک عضو کی جگہ غلطی سے دوسرا عضو لگ جاتا تو کان کی جگہ آنکھ اور آنکھ کی جگہ کان دعویٰ بنا لیتا۔ اور ایسا کبھی بھی نہ ہوتا اس امر کی دلیل ہے کہ پیدا کرتے والے نے اپنی حکمت کاملہ اور تدبیرِ اتم کے پیش نظر اپنے حسن اختیار سے یہ تخلیقی کارنامہ انجام دیا اور یہ اس کا محض فضل و کرم ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گا کہ اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں پس النفس و آفاق میں غور و فکر کی دعوت سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اور ان میں غور و فکر کرنے کے بعد بھی جو توجید پروردگار کے عقیدہ تک رسائی نہ حاصل کر سکے اس جیسا کوئی کم سمیت بلکہ بد بخت نہیں ہے۔

بِرَبِّكَ - فاعل ہے اور بار بارہ زائد ہے اِنَّ اِلٰی اَرْضِهِ رِبْكٌ سے بدل ہے یعنی کیا تیرے رب کا ہر شے پر شاہد ہونا کافی نہیں؟

سُورَةُ حَمِصِقْ

یہ سورہ مکہ ہے اور اس کا دوسرا نام شورہ بھی ہے اور اس کی صرف چار آیتیں مدنی ہیں۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا سِوَا الَّذِيْ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ لَئِيْ اَتَى الْاِنْسَانَ مَضْغٌ مِّنْ عَرَبِيٍّ مُّطْمَئِنٍّ

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چوں ہے۔

جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ سورہ حمصیق کی تلاوت کرنے والا ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جن پر فرشتے درود

پڑھتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص حمصیق کی تلاوت کرے تو بروزِ عشر اس کا چہرہ چودہویں

کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا جب دربارِ خداوندی میں پیش ہو گا تو ارشاد پروردگار ہو گا کہ تو نے حمصیق کی تلاوت کی

اور تجھے یہ تپہ نہ تھا کہ اس کا اجر کیا ملے گا ورنہ تجھے اس سورہ کی تلاوت سے کبھی تھکاؤٹ محسوس نہ ہوتی۔ اب میں

تجھے اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اس کو جنت میں داخل کرو۔ پس اس کو یاقوتِ سرخ کا

ایک محل عطا ہوگا جس کے دروازے سیڑھیاں اور روشن دان بھی یا قوت سرخ کے ہوں گے۔ اور اس قدر شفات ہوگا کہ اس کی دیواروں سے نظر آ رہا ہو سکے گی۔ اور اس کو اس میں دو کشاوہ و سیاہ چشم خوریں عطا ہوں گی نیز ایک ہزار کینزیں اور ایک ہزار غلام بھی خدمت گزار ہی کے لئے عطا ہوں گے (جمع)

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر بارش کے پانی سے دھوئے پھر اسی پانی میں سرکہ کو کھل کر کے خشک کرے تو وہ سرکہ آنکھ کی ہر بیماری کے لئے باعث شفا ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس میں رہنے کا اور جو شخص اس کو دھو کر پی لے تو سفر میں با امن رہے گا۔

رحم - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ کے ناموں سے مخففت ہے یعنی الحکیم رکوع نمبر ۲ المثبت العالم السميع القادر القوی بہر کیف یہ صروف مقطعات ہیں اور ان کا صحیح علم را سخن فی العلم کے پاس محفوظ ہے جس قدر سورے حم سے شروع ہوئے ہیں ان میں حم کے بعد قرآن مجید کا ذکر ہے لیکن اس سورہ میں حم کے بعد عشق مذکور ہے اس قیاس کے پیش نظر بعضوں نے کہا ہے کہ عشق قرآن مجید کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

كذلك - یعنی جس طرح

تیرے اوپر گذشتہ ایام میں ہم

نے وحی بھیجی اسی طرح ہر زمانہ

میں ہمارا وحی کا قاعدہ یہی رہا

ہے خواہ تیری طرف ہر ایک شتہ

انبیاء کی طرف ہو۔ یا یہ مقصد

ہے کہ اس سورہ مجیدہ کے

مضامین سابق انبیاء کی طرف

بھی وحی کئے گئے تھے۔ جس

طرح تیری طرف وحی کئے گئے

میں یا یہ کہ جس طرح حضورؐ کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (د شروع کرتا ہوں)

حَمْدٌ ② عَسَقٌ ③ كَذٰلِكَ يُوحٰی اِلَیْكَ وَاِلٰی الَّذِیْنَ مِنْ

حَمْدٌ عَسَقٌ اسی طرح وحی کرتا ہے تیری طرف اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے

قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ④ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

تھے وہ اللہ جو غالب حکمت والا ہے اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین کے اندر

الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ⑤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ

ہے اور وہ بلند و بزرگ ہے قریب ہے کہ آسمان بھٹ جائیں

جانب ناقابل تردید براہین و دلائل کے ذریعے سے محکم و متقن احکام و فیہ امت تک پہنچائے گئے۔ اسی طرح سابق انبیاء کو بھی سرائح

حکمہ و مشقہ کی تبلیغ پر مامور کیا گیا تھا۔ اور عزیز و حکیم کی فصل اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ خدا ایسا کرنے پر قادر و غالب ہے۔ اور وہ جو

کچھ کرتا ہے حکمت کے ماتحت کرتا ہے۔ اور آسمان وزمین کی تمام تر مخلوق اس کی قدرت تمامہ اور حکمت شاملہ کا ہی کرشمہ ہے۔
تَكَادُ السَّمَوَاتُ - یعنی کفار نے جو اللہ کے لئے بیٹیوں کی تجویز کی تھی اس قدر سخت اور ناروا بات تھی جس سے قریب تھا کہ آسمان
شکاقت ہو جائیں۔ یا یہ معنی مراد لیا جائے کہ اللہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آسمان بھی بھٹ جائیں تو بعید نہیں منی فوقہت
کا معنی یہ ہو گا کہ وہ ذات جو ان سے فرق ہے اور اس کی حکومت ان پر حاوی ہے اس کی عظمت کی بدولت آسمان کا بھٹ جانا
بعید نہیں ہے۔

يَسْتَغْفِرُونَ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرشتوں کی دعا مغفرت صرف مومنوں کے لئے ہے اور
تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس کا مضمون صرف توبہ کرنے والے شیعوں مومنین کے لئے مخصوص ہے اگرچہ لفظ کے لحاظ سے عام ہے
(نور الثقلین)

مَنْ فَوْقَهُنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يَسْبِحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَلَا يَسْتَغْفِرُونَ

اوپر (بے والوں) سے اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور دعائے مغفرت کرتے ہیں

لِمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا اللَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۶ وَالَّذِينَ

زمین والوں کے لئے آگاہ ہو تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جن لوگوں نے

اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيفٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

بنائے ہیں کے علاوہ اولیاء تو اللہ محفوظ رکھنے والا ہے ان کے اعمال کو اور تو نہیں ہے

بِوَكِيلٍ ۝۷ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

ان پر جو کسب اور اسی طرح ہم نے وحی کی

قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ

قرآن عربی کی تاکہ ڈرائے اہل مکہ کو اور اس کے گرد و نواح والوں کو اور ڈرائے

أَوْلِيَاءَ - اس جگہ اولیاء سے مراد وہ معبود ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کو اپنے تمام معاملات میں کارساز حاجت روا اور شکل کشا جانتے تھے۔
حَفِيفٌ - یعنی غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کے جمیع اعمال و کردار اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور نوت شدہ ہیں جن کا وہ انکار نہ کر سکیں گے اور اللہ پر ان میں سے کوئی شے مخفی نہیں ہے بلکہ ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا۔

أُمَّ الْقُرَى - اس سے مراد مکہ ہے چونکہ سب سے پہلے مکہ کی زمین کو پانی کی سطح پر بچایا گیا تھا اس لئے اس کو اُمّ القری کہا گیا ہے یعنی تمام شہروں کی ماں اور اس جگہ مراد اہل مکہ ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اہل مکہ اور گرد و نواح والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔ اور یوم حشر کا ان کو خوف دلاؤ کہ جہاں اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا اور تمہارا دفتر اعمال کھلے گا اس وقت کی شمر ساری اور وقت

سے بچ جانے کی کوشش کرو کیونکہ لازماً اُس دن انسانوں کی ایک جماعت جنت میں اور دوسری جہنم میں جائے گی۔
 وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ - یعنی اگر اللہ شہیت تکوینی سے ہر ایک کو دین حق پر مجبور کرتا تو سب ایک دین پر ہوتے لیکن جزا و سزا کا قصہ باطل
 ہو جاتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اپنے اختیار سے کوئی چاہے تو جنت میں جائے اور چاہے تو دوزخ میں جائے اسی لئے دوسری جگہ
 مَنْ يَشَاءُ مِنْكُمْ فَلْيُؤْتِرْ لِي بِسَبْعَةِ أَلْفِ شَرْكٍ أَوْ تِسْعَةِ أَلْفِ شَرْكٍ أَوْ تِسْعَةِ أَلْفِ شَرْكٍ أَوْ تِسْعَةِ أَلْفِ شَرْكٍ أَوْ تِسْعَةِ أَلْفِ شَرْكٍ
 نیک لوگوں کی جہا جنت اور

يَوْمَ الْجُمُعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فِرْيَقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفِرْيَقٌ فِي

قیامت کی پیشی سے جس میں کوئی شک نہیں ہے ایک ٹولہ جنت میں اور ایک ٹولہ دوزخ

السَّعِيرِ ۸ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ

میں ہوگا اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا (زبردستی) لیکن وہ

يَدْخُلُ مِنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا

داخل کرتا ہے جسے چاہے اپنی رحمت میں اور ظلم کرنے والوں کا کوئی کارساز مددگار

نَصِيرٍ ۹ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ

مددگار بلکہ انہوں نے بنائے ہیں اس کے علاوہ اولیاء پس اللہ ہی ولی ہے

يُحْيِي الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۱۰

اور وہی زندہ کرتا ہے مڑوں کو اور وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ

اور ہر وہ شے جس میں تم کو اختلاف ہو تو اس کے فیصلہ کا حق اللہ کو ہے وہی اللہ میرا رب

رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۱۱ فَاطِرُ السَّمَوَاتِ

ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے ایجاد کرنے والا ہے آسمانوں

بدکاروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور
 اس میں ان کو کوئی اختیار نہ
 ہوگا پس نہ ان کا کوئی ولی
 ہوگا اور نہ ان کا کوئی ناصر ہوگا

رُكُوعًا

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ - یعنی دین
 یا دنیا کی جس بات میں تم
 جھگڑا کرتے ہو اُس میں حق اور
 باطل کا صحیح فیصلہ کرنے کا حق
 صرف اللہ کو ہی حاصل ہے
 لہذا اس کی ہدایت کی طرف
 رجوع کرنا ہر انسان پر فرض
 ہے پس جس کو وہ حق قرار
 دے اُس کو مان لینا چاہیے
 یعنی دینی یا دنیاوی امور میں
 آئین سازی کا اور حکومت کا
 حق صرف اللہ کی ذات کے
 سزاوار ہے۔

يَذَرُكُمْ فِيهِ - یعنی انسان ہوں یا جو پاتے ہوں ہم نے سب کی نسل کی بقا اور ترقی کو زود مادہ کی باہمی زندگی کا مہربان مشت قرار
 دیا ہے اور اسی کو طریقہ افزائش و پیدائش قرار دیا ہے۔

لَهُ مَقَالِيدُ - یعنی آسمانوں اور زمین میں رزق کی چابیاں اللہ کے اختیار میں ہیں پس آسمان سے بارش برسا کر اور زمین میں قوت نامیہ

وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ

اور زمین کا اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے بنائے اور چوپاؤں میں سے بھی جوڑے

أَزْوَاجًا يَذُرُّكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

بنائے تمہیں پیدا کرتا ہے اس طریقہ سے اس جیسی کوئی شے نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے

۱۲ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ

اسی کی حکمت میں ہیں آسمانوں اور زمین کی چابیاں وسعت دیتا ہے رزق میں جس کے لئے چاہے

وَيَقْدِرُ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۱۳ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا

اور تمہیں دیتا ہے (جسے چاہے) وہی سہ بات کو جاننے والا ہے تمہارے لئے اس نے وہی دین بنایا جس

وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ

کے متعلق نوح کو حکم دیا اور جس کی تمہیں وحی کی اور جس کا حکم ابراہیم

وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى

اور موسیٰ و عیسیٰ کو دیا کہ قائم رکھو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو گواہ ہے مشرکوں

الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ

پر وہ بات جس کی تو ان کو دعوت دیتا ہے اللہ برگزیدہ کرتا ہے اپنی طرف سے جسے چاہتا ہے

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۱۴ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ

اور ہدایت کرتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرے اور ان لوگوں نے تفرقہ نہیں ڈالا مگر علم آجانے

الْعِلْمُ لَعِبًا بَيْنَهُمْ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ مُسْتَمَيَّرٍ

کے بعد سرکش کرتے ہوئے اپنے اندر اگر بات نہ ہو چکی ہوتی تیرے رب کی طرف سے ایک مدت مہینہ تک تو

کے سپرد نہیں فرمایا پس خدا نے تمہیں اس طرح چن لیا ہے جس طرح تجھ سے پہلے انبیاء کو چنا تھا اور یہ اسی کا اپنا ہی کام ہے

نصوین کر کے اُس نے اپنی مخلوق کے رزق کا بندوبست کیا ہے اور اسی طرح رزق کی وسعت یا تنگی بھی اُسی کے ہی حیطہ اختیار میں ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ - یعنی تمہارا دین کوئی نیا نہیں بلکہ دین ایک ہے جس کا حضرت نوح اور اس کے بعد تمام انبیاء کو یکے بعد دیگرے مبلغ بنا کر بھیجا گیا تاکہ اُس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے اور یہی دین جس میں توحیدِخالص بنیادی حیثیت رکھتی ہے مشرکین پر بہت شاق ہے۔

لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں اور نہ کفار کے اعتراضات سے تنگ عمل ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ رسالت اور نبوت کے عہدہ کے لئے جسے چاہے چن لیا کرتا ہے اور یہ چناؤ اُس نے بندوں کے سپرد نہیں فرمایا پس خدا نے تمہیں اس طرح چن لیا ہے جس طرح تجھ سے پہلے انبیاء کو چنا تھا اور یہ اسی کا اپنا ہی کام ہے

اور شرع کا معنی بیان کرنا اور ظاہر کرنا ہوتا ہے **مَشْرَعُ الدِّينِ** کا معنی ہے اُس نے دین کو بیان کیا اور اُسے ظاہر فرمایا۔
بَغْيَابِئِهِمْ یعنی جان بوجھ کر ازراہ برکشی و عناد انہوں نے دین میں اختلاف و انتشار پھیلایا اور اگر اللہ کی جانب سے ایک وقت معین تک کے لئے ان کو مہلت دینے کا فیصلہ نہ کیا گیا ہوتا تو ان کو فوراً گرفتار عذاب کر لیا جاتا۔
وَإِنَّ الدِّينَ - یعنی حضرت نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے بعد جو لوگ ان کی کتابوں کے وارث ہوئے وہ حضور نبی اکرم ص کی نبوت اور قرآن کے متعلق شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔

فَلِذَا لِكَ - اس کا ایک معنی

تو وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے لیکن اگر لام کو تعیل کے لئے قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ چونکہ لوگ شکوک میں پڑے ہوئے ہیں لہذا ان کو دین اسلام کی ڈٹ کر تبلیغ کرو اور قطعاً ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور واضح طور پر کہہ دو کہ میں ان کی تمام کتابوں پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں اور میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنے پر مامور ہوں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ تین چیزیں نجات دینے

لَقَضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوْرثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَنُفِرُّ

فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان اور تحقیق وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق

شَكِّ مِنْهُ مُرِيبٌ ۝۱۵ فَلِذَا لِكَ فَادَعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أَمَرْتَ

گمراہے شک میں ہیں پس اس کے لئے دعوت دو اور ڈٹ جاؤ جس طرح تجھے حکم ہوا ہے

وَلَاتَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ أَمِنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ

اور نہ پیچھے چلو ان کی خواہشات کے اور کہہ دو کہ میں ایمان لایا اُس پر جو اللہ نے نازل فرمائی کتاب

وَأَمَرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے

أَعْمَالِكُمْ لِحُجَّةٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَالْيَهُ

لئے تمہارے عمل ہیں ہمارا اور تمہارا ذاتی کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف

الْصَّيْرُ ۝۱۶ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ

بارگشت ہے اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ ان کی بات قبول کر لی گئی

والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی تین چیزیں یہ ہیں (۱) رضا و غضب کی ہر دو حالتوں میں عدل کو قائم رکھنا (۲) غنا اور فقر کی ہر دو حالتوں میں اپنی میانہ روی کی حیثیت کو برقرار رکھنا (۳) پوشیدہ اور ظاہر کی ہر دو حالتوں میں خوفِ خدا رکھنا اور تین ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں (۱) بخل کے پیچھے چلنا (۲) خواہشِ نفس کی اتباع کرنا (۳) خود پسندی۔
مِنْ بَعْدِ مَا - چونکہ یہ دو نصاریٰ مسلمانوں سے ہر وقت دین اسلام کے موضوع پر جھگڑا کرتے تھے تو ان کے متعلق فرماتا

ہے کہ جو لوگ دین اسلام کی صداقت کو مشکوک نہا ہوں سے دیکھ کر خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں جب کہ حضور رسالت مآب کی تبلیغ موزہ ہرچکی ہے

اور لوگ ان کی دعوتِ اسلام کو قبول کر چکے ہیں اب ان کا جھگڑنا فضول ہے اور بے بنیاد ہے کیونکہ دین موسیٰ اور دین عیسیٰ کی صداقت ثابت ہو جائے تو اس کا اسلام کی صداقت کے ساتھ کوئی تضاد نہیں کیونکہ وہ دین اپنے اپنے وقت میں درست تھے لیکن اب منسوخ ہو چکے ہیں پس ان کی محبت اب ساقط اور ناقابل قبول ہے اور اسلام کی مخالفت کرنے میں اب وہ مستحقِ غضب اور سزاوارِ عذاب ہو چکے ہیں۔

حَجَّتْهُمْ دَاحِضَةً عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ

تو ان کا جھگڑنا فضول ہے ان کے پروردگار کے نزدیک اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے

شَدِيدٌ ﴿۱۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِي اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ

سخت عذاب ہے اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو نازل کیا سچی کے ساتھ اور میزان کو (نازل کیا) اور تجھے

وَمَا يَذُرِّيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۸﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا

کیا تیرے شاید قیامت قریب ہو؟ اس کی جلدی تو وہی لوگ چاہتے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ فِيْهَا وَ

ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ الْاِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ

جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے آگاہ ہو جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت میں

لَفِيْ صَلٰىءٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۹﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ يَعْبَادُهَا يُرْزَقُ مِنْ نِّسَاْنِ

البتہ وہ گہری گلاہی میں ہیں اللہ لطف کرنے والا (مہربان) ہے اپنے بندوں پر جسے چاہے رزق دیتا ہے

میزانِ علی ہے

وَالْمِيزَانَ - یعنی اللہ نے برحق کتاب بھی اور میزان بھیجا۔ اور تفسیر برہان میں ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام میزان کے مصداق ہیں جہاں دوسری جگہ آتا ہے وَوَضَعَ الْمِيزَانَ - وہاں بھی میزان سے مراد امام ہے قَالَ اللهُ هُوَ الْوَلِيُّ - کے ذیل میں تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب مروی ہے کہ ایک دفعہ اہل مین کی ایک جماعت بارگاہ رسالت میں پہنچی اور انہوں نے عرض کی ہم حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے بقایا افراد کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے نبی کا وحی سام بن نوح تھا اور ہم نے اپنے نبی کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ہر نبی صاحب معجزہ ہوا کرتا ہے اور اس کا وحی اُس کا صحیح قائم ہوتا ہے لہذا آپ فرمائیں کہ آپ کا وحی کون ہے؟ پس آپ نے علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ میرا وحی ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ اگر ہم درخواست کریں تو یہ ہمارے لئے سام بن نوح کو زندہ کر کے دکھا دے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ کے اذن سے بے شک ایسا ہی ہوگا۔ پس علی کو حکم دیا کہ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر محراب کے پاس جا کر پاؤں سے ٹھوکہ مارو چنانچہ حضرت علی داخل مسجد ہوئے اور محراب کے قریب دو رکعت نماز پڑھنے

کے بعد پاؤں کی ٹھوکہ ماری تو زمین شکافتہ ہوئی اور ایک لحد اور تابوت ظاہر ہوا۔ اور تابوت سے ایک بزرگ کھڑا ہوا جس کا چہرہ چودھویں کی رات کے چاند کی طرح درخشندہ تھا اس کی ڈار مٹی لمبی تھی اور وہ اپنے سر اور ہالوں سے مٹی کو جھاڑ رہا تھا پس اس نے عیسیٰ کا سلام کیا اور توجید و نبوت کی شہادت کا کلمہ پڑھنے کے بعد علی کے وصی ہونے کا اقرار کیا اور کہا کہ میں سام بن نوح ہوں پس ان لوگوں نے اپنے پاس موجود صحیفے کھولے اور سام بن نوح کا حکم پڑھا تو مان گئے پھر مینیوں نے خواہش کی کہ ہمیں اپنے صحیفہ میں سے کچھ سنائے تو جناب سام نے ایک سورہ تلاوت کی پھر حضرت علی پر سلام کہہ کر سو گیا اور زمین اُپر سے بل کر ہموار ہو گئی۔

بعض لوگوں نے میزان سے مراد انصاف لیا ہے یعنی اللہ نے عدل و انصاف کا حکم نازل فرمایا اور بعض مفسرین نے اس سے ترازو مراد لیا ہے کہ اللہ نے لوگوں کو صحیح وزن کرنے کے لئے پہلے پہل آسمان سے ترازو نازل کیا پھر لوگوں نے اس کی نقل زمین میں بنائی۔ اور بعض مفسرین نے اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے اور یہی قول زیادہ قرین عقل ہے کیونکہ کتاب کے ساتھ میزان کے بھیجنے کا ذکر اسی قول سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے ورنہ کتاب میں عدل و انصاف کے جملہ احکام و قوانین جب موجود ہیں تو الگ میزان یعنی حکم انصاف بھیجنے کی کیا ضرورت ہے اور ترازو والا قول اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ پس قرآن کے ساتھ ایک ناطق ہادی کی ضرورت ہے جو معانی قرآنیہ کو صحیح طور پر لوگوں کے ذہن نشین کرے اور خود اس کے مطابق عمل کر کے لوگوں کے لئے ایک اسوہ حسنہ کی تشکیل کرے اور ان کو میزان کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا وجود لوگوں کے لئے حق و انصاف کا میزان ہے کہ اس کے ذریعے سے حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کیا جاسکتا ہے پس حضرت رسالت مآب اپنے زمانہ میں میزان تھے جس طرح کہ ہر سنمیر اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے حق و باطل کے امتیاز کا میزان تھا۔ اور چونکہ کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتا لہذا ہر زمانہ میں اس نوعیت کے میزان کی ضرورت ہے۔ پس حضرت رسالت مآب کے بعد آپ کا صحیح جانشین ہی حق و باطل کے درمیان امتیاز کا میزان قرار پائے گا۔ اور وہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں۔ اس مقصد کی مزید وضاحت کے لئے ایک روایت نقل کرنا خالی از فائدہ نہیں ہے جس کو تفسیر برہان میں اسی سورہ کی آیت کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو جب اطلاع ملی کہ معاویہ ایک لاکھ لاکھ لشکر جبارے کے حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا ان کو اہل شام کے بجائے اہل شوم کہا کرو۔ یہ مصر کی اولاد ہیں جن پر حضرت داؤد علیہ السلام نے لعنت کی تھی۔ اور اللہ نے ان کو سورا اور بندر کی شکل میں مسخ کیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیچ میں مروانے کے بجائے ہم دونوں کو آپس میں لڑ لینا چاہیے۔ اگر میں نے تجھے قتل کر ڈالا تو تو یقیناً جہنم میں جائے گا اور باقی لوگ تیرے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن اگر میں قتل ہو گیا تو میں سیدھا جنت میں پہنچوں گا اور باقی لوگ قتل سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کا اللہ نے تورات اور انجیل میں رسول اللہ کے ناصر کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور میں ہی شجرہ کے نیچے سب سے پہلے رسول اللہ کا بیعت کرنے والا ہوں جب معاویہ نے یہ خط اپنے بھروسے دربار میں پڑھا تو ہم نشینوں نے فوراً کہہ دیا کہ واقعی علی نے تجھے

صحیح مشورہ دیا ہے اور انصاف کے مطابق دعوت دی ہے معاویہ نے کہا میں ایک لاکھ فوج کو ساتھ لے کر ضرور لڑوں گا اگرچہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ اے علی اگر مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فوجیں تیرے ساتھ لڑیں تب بھی تو طغریاب ہو گا پھر ایک ہمنشیں نے جرات کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اس پیشین گوئی کے باوجود اور باطل پر ہونے کے بعد تو علی سے لڑنا کیوں ہے جب کہ وہ حق پر ہے بہر کیف ابھی جنگ صفین کی تیاریاں جاری تھیں کہ بادشاہ روم کو مسلمانوں کی اس خانہ جنگی کی اطلاع ملی کہ امیر کوفہ اور امیر شام آپس میں آمادہ جنگ ہیں پس عرب تجار جو ان دنوں ملک روم میں اپنے کاروباری سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ شاہ روم نے ان کو بلوا کر حضرت علی اور معاویہ کے متعلق مزید تفصیلات معلوم کیں اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ ان دونوں کا امتحان لیا جائے تاکہ روز روشن کی طرح واضح ہو سکے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟ اگرچہ اپنے حساب میں وہ جان چکا تھا کہ حق پر علی ہے اور باطل پر معاویہ پس اُس نے دو خط ایک معاویہ کو اور دوسرا علی کو لکھ کر روانہ کئے کہ اپنے خاندان میں سے سب سے زیادہ عالم روانہ کریں تاکہ دونوں کے حالات کا جائزہ لے کر میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر سکوں اور انجیل کے مطابق تم کو اطلاع دوں کہ حکومت کا صحیح حق دار کون ہے؟ چنانچہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اور حضرت علی نے اپنے لخت جگر امام حسن کو روانہ فرمایا۔ جب یزید دربار شہ روم میں داخل ہوا تو اُس نے بادشاہ کے ہاتھ اور پیشانی کا بوسہ دیا اور بیٹھ گیا۔ پھر حضرت امام حسن علیہ السلام بیٹھے تو انہوں نے یہ لفظ اپنی زبان پر جاری فرمائے کہ اے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہودی نصرانی اور مجوسی نہیں بنایا اور نہ مجھے اُس نے شمس و قمر اور گائے یا بٹ کی پرستش کرنے والا بنایا ہے بلکہ مجھے پکا مسلمان بنایا ہے۔ اے۔ پس آپ تشریف فرما ہو کر کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے تو بادشاہ روم نے دونوں کو الگ الگ قیام گاہوں میں آرام کرنے کا فیصلہ سنایا اس کے بعد اس نے پہلے پہل یزید کو اپنے پاس طلب کر کے تین سو تیرہ صندوقیں منگوائیں جن میں انبیاء کی تصویریں محفوظ تھیں۔ پس ایک تصویر کرپش کر کے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ تو وہ نہ بتا سکا پھر دوسری تیسری حتیٰ کہ سب تصویریں یکے بعد دیگرے اس کے سامنے پیش کیں لیکن وہ جاہل کسی ایک کے متعلق بھی کچھ نہ بتا سکا اس کے بعد مخلوق کے ارازا اور مومنین و کافرین کے ارواح کے متعلق پوچھا لیکن وہ جواب میں کچھ نہ بتا سکا۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام کو طلب کیا اور بطور معذرت خواہی کے کہنے لگا کہ میں نے یزید سے پہلے اس لئے سوال کیا ہے تاکہ مجمع عام میں اُس کو اپنی جہالت کا علم ہو سکے اور آپ کے فضل و علم کا اعتراف کرنے میں لوگوں کو آسانی ہو حالانکہ اُس کے باپ اور آپ کے والد ماجد ہر دو کے اوصاف سن چکا ہوں اور انجیل کے ذریعے جانتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ اللہ کے برحق رسول ہیں اور علی ان کا وزیر ہے پس تیرا باپ ہی رسول اللہ کا صحیح وصی ہے۔ اس کے بعد اُس نے حسب سابق ایک تصویر نکالی اور پوچھا کہ یہ کس کی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ علیہ اور زنگ حضرت آدم کا ہے۔ پھر اُس نے دوسری تصویر نکالی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت حوا کی شکل ہے۔ تیسری شکل کے متعلق فرمایا کہ یہ حضرت آدم کے فرزند حضرت شیث کی تصویر ہے جو ایک ہزار پالیس برس زندہ رہ کر چل بسے تھے۔ چوتھی تصویر کے متعلق فرمایا کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی شکل ہے جو دو ہزار چار سو برس زندہ رہے تھے اور نو سو پچاس برس تک اُمت کو تبلیغ کرتے رہے تھے۔ پھر

حضرت ابراہیم - حضرت یعقوب - حضرت اسمعیل - حضرت یوسف - حضرت موسیٰ - حضرت داؤد - حضرت شعیب - حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی تصویریں یکے بعد دیگرے اُس نے پیش کیں اور امام حسن علیہ السلام نے ہر صاحب تصویر نبی کا نام بتایا اس کے بعد اور انبیاء کی تصویریں اُس نے ظاہر کیں جس کا جواب امام نے شافی دیا۔ اس کے بعد گذشتہ بادشاہوں کی تصویریں اُس نے پیش کیں تو آپ نے فرمایا کہ ان تصویروں کے متعلق تو رات - انجیل - زبور اور قرآن مجید میں کوئی تذکرہ نہیں ہے لہذا یہ دنیاوی بادشاہوں کی تصویریں ہی ہوں گی۔ یہ سن کر بادشاہ روم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل بیت رسول ہو۔ اس کے بعد شاہ روم نے ایک اور تصویر نکالی جس کو دیکھتے ہی حضرت امام حسن علیہ السلام پر سخت گریہ طاری ہوا۔ اور آپ نے فرمایا اسے بادشاہ یہ میرے جدِ نادر حضرت رسالت مآب کی تصویر باتویر ہے جن کی ڈاڑھی گھنی سینہ کشادہ گرون لمبی پیشانی کھلی ناک بلند روانت موتیوں کی طرح منظم چہرہ خوبصورت بال گھنگرا لے تو شبہ پاکیزہ کلام حسین اور زبان فیض کے مالک تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جن کی شان تھی۔ آپ ۶۳ برس کی عمر میں دنیا سے تشریف لے گئے آپ کی انگوٹھی کا نقش کَلَّا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تھاجس کو دابنے ہاتھ پہنتے تھے۔ آپ اپنی ذوالفقار چھڑی ادنی جبہ اور ادنی چادر کو بطور ترکہ چھوڑ کر دنیا سے گئے۔ بادشاہ نے سوال کیا میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے نو اسوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی سچ ہے لیکن وہ پہلے دن سے برسراقتدار جماعت نے ہم سے چھین لیا تھا۔ الخ۔

پھر بادشاہ نے پوچھا وہ کونسی سات چیزیں ہیں جو اللہ نے پیدا کیں لیکن شکرِ مادر میں ان کو رہنا نصیب نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ آدم - حوا - ابراہیم کا دنبہ ناقہ مصالح الہیں ملعون سانپ جو آدم کے ہمراہ آیا۔ اور گواہی نے قابیل کو ہابیل کا دفن کرنا سکھایا تھا اس کے بعد اُس نے مخلوق کے رزقوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا انتظام چوتھے آسمان پر ہے کہ خدا اپنی مشیت اور اندازہ سے اس کو نازل فرماتا ہے پھر اُس نے ارواح کفار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا امین کے علاقہ میں جو وادی برہوت ہے وہ آہیں جاتے ہیں اور ارواح مومنین کے متعلق فرمایا کہ بیت المقدس کے قریب رہتے ہیں (اقول دوسری روایات میں ارواح مومنین کا ٹھکانا وادی سلام بیان کیا گیا ہے جو بھف اشرف کا علاقہ ہے) پس جب قیامت ہوگی جنہی بہنم میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے۔ پس بادشاہ روم نے یزید سے مخاطب ہو کر کہا تم ان چیزوں سے جاہل ہو کیونکہ یہ باتیں نبی یانہی کا وحی ہی بتا سکتا ہے لہذا تیرا باپ بھوٹا اور ظالم ہے۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام کو العمام واکرام کے ساتھ واپس روانہ کیا اور یزید بھی خائب و خاسر واپس آیا۔ شاہ روم نے امیر المومنین علیہ السلام اور امیر شام کو الگ الگ خطوط لکھے معاویہ کو لکھا کہ تورات - انجیل - زبور اور قرآن کی رو سے تمہارے پیغمبر کا صحیح جانشین علی ہے لہذا تجھے اس دعویٰ سے باز آجانا چاہیے۔ اور علی علیہ السلام کو لکھا کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور نبوت کے علوم کے وارث آپ ہیں پس آپ بے شک لڑائی میں حق بجانب ہیں اور آپ کا دشمن آتش دوزخ کا مزدار ہے اور انجیل میں وہ اللہ ملائکہ اور مومنین کی جانب سے لعنت کا مستحق ہے بلکہ آسمانوں اور زمین کی جملہ مخلوق ان پر لعنت بھیجتی ہے۔

رکوع ۴ - صَن كَانَ - یعنی جو لوگ آخرت کا ارادہ کرتے ہیں خدا ان کو دنیا کا رزق بھی پورا دیتا ہے اور آخرت بھی ان کی ہوگی لیکن جو لوگ صرف دنیا چاہتے ہیں ان کو صرف دنیا ملے گی اور وہ آخرت کے نعمات سے بالکل محروم ہوں گے۔

كَلِمَةُ الْفَصْلِ - یعنی اللہ کی طرف سے اس کی مشیت

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿۲۰﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ

اور وہ طاقت ور غالب ہے جو چاہے کھیتی آخرت کی تو ہم بڑھاتے ہیں

کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ گند گاؤں کی سزا کے لئے قیامت کا

نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا

اس کی کھیتی کر اور جو چاہے کھیتی دنیا کی تو اس کو ہم اُسی سے دیتے ہیں

ہی دن مقرر ہے ورنہ اگر فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو دنیا میں سرکش

وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿۲۱﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شِعُوا

اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے

لوگوں کو سرکشی کا مزہ چکھا یا جاتا

لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ

بنایا ان کے لئے دین جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا اور اگر بات تاخیر عذاب کی نہ ہوتی

مُشْفِقِينَ - یعنی قیامت کے دن کفار کا عذاب سے

لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۲﴾ تَرَىٰ

تران کا فیصلہ کیا جاتا اور تحقیق ظالموں کے لئے دروناک عذاب ہے تو دیکھو گا

ڈرنا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا اور وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔

الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعُ بِهِمْ وَالَّذِينَ

ظالموں کو ڈرتے ہوں گے اس سے جو انہوں نے کیا یا حالانکہ وہ ان پر واقع ہوگا اور جو لوگ

دَوْصَاتِ الْجَنَّتِ رَوْضَةٍ اور جنت میں یہ فرق ہے کہ روضہ اس زمین کو کہا جاتا ہے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّتِ لَهُمْ مَا

ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے رب

جو لہلہاتے ہوئے سبزوں کی وجہ سبزہ زار بنی ہوئی ہو اور جنت اس زمین کو کہتے

يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾ ذَلِكَ

کے نزدیک ان کے لئے وہ کچھ ہوگا جو چاہیں گے یہ بہت بڑا فضل ہے یہ وہی ہے

ہیں جس میں میوہ دار اور سایہ دار درخت بکثرت

موجود ہوں۔

موجود ہوں۔

کلا آمسککھضنا اس کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات وارد ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام

مودت اجر رسالت

ستحکم بنیادوں پر ترقی کرنے لگا تو انصار نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ آپ کو اس عظیم مشن کی خاطر بہت کچھ ذمہ داریوں سے عہدہ برہا ہونے کے لئے اخراجات کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے لہذا ہم اپنے ذاتی اموال برضا و رغبت پیش خدمت کرتے ہیں اور حضور کو ان میں تصرف کی مکمل اجازت دیتے ہیں۔ آپ نے انصار کی بات سنی کہ وہی کا انتظار فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر صافی میں ہے۔ انصار نے عرض کی کہ

الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهَ عِبَادَةَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ

آپ کی بدولت خدا نے ہم

پر احسان فرمایا اور ہمیں شرف

بخشا اور آپ کی وجہ سے ہی

ہمارے دوست خوش ہوئے

اور دشمن ذلیل ہوئے اور اب

دائرہ اسلام کی وسعت کے

پیش نظر گرد و نواح سے مختلف

دفعہ کی آمد لازمی ہے لہذا

ان کے اخراجات کے لئے

ہم اپنے اموال کا ایک تہائی

حصہ خوشی خوشی آپ کے پیش

کرتے ہیں جسے آپ ضرور

قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی

فرمائیں پس ان کے جواب

میں یہ آیت نازل ہوئی۔

جس کی خوشخبری دیتا ہے اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں کہہ دیجئے

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ

میں نہیں مانگتا تم سے اس کا اجر مگر محبت قرابت داروں میں اور جو ماحصل کرے

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۴﴾ أَمْ

نیکی ہم اس کے لئے اس کے حسن میں اعنا ذکر کرتے ہیں تحقیق اللہ بخشنے والا شکر کی جزا دینے والا ہے بلکہ

يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ

وہ کہتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے پس اگر اللہ چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا

قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ

اور مٹاتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت رکھتا ہے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ تحقیق وہ

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۵﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ

دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے اور وہ ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی

بروایت قرب الاسناد ایک دن حضرت نبی اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم پر ایک فرض عائد فرمایا ہے کیا تم اس کو

ادا کرو گے تو لوگوں پر ایک سناٹا چھا گیا۔ آپ نے پھر دوسرے دن بھی ایسا ہی ایک خطاب فرمایا اور لوگوں پر سکتہ طاری رہا۔ پھر

تیسرے دن بھی سامعین سے مہر خاموشی نزلتی تب آپ نے وضاحت فرمائی کہ سونا چاندی یا کھانے اور پینے کا مطالبہ نہیں

ہے تب یک زبان بولے حضور پھر فرمائیے وہ کون سا فریضہ ہے؟ پس آپ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی تو کہنے لگے

ہم یہ فریضہ ضرور ادا کریں گے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سوائے سات آدمیوں کے اس عہد کی

دفا کسی نے نہ کی۔ سلمان۔ ابوذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ مقداد بن اسود کندی۔ جابر بن عبد اللہ انصاری۔ زید بن ارقم اور ساتواں

حضور نبی اکرم کا ایک غلام اور ایک روایت میں بے مہاجرین و انصار نے حضور سے مشترکہ خواہش کی تھی کہ آپ اسلام کی حلقہ اثر کی وسعت کے پیش نظر مرکزی انتظامی امور میں اخراجات کے لئے حسبِ منشا ہمارے اموال میں سے حصہ لے لیں جس کے جواب میں بذریعہ وحی حضور نے آیت مجیدہ کی تلاوت کی۔

آیت مجیدہ کی تفسیر میں تین اقوال مجمع البیان میں ذکر کئے گئے ہیں (۱) میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری نہیں طلب کرتا سوائے اس کے کہ آپس میں قرب پروردگار کی خاطر محبت و پیار سے رہو اور اپنے مابین ہر قسم کی دشمنیاں ترک کرو۔ (۲) میری تبلیغ رسالت کی مزدوری یہ ہے کہ میری قرابت اور رشتہ داری کے پیش نظر مجھ سے معاذانہ رویہ اور حاسدانہ سلوک کے بجائے محبت و پیار کا سلوک کرو یعنی اگر تم مجھے رسول نہیں مانتے تو نہ سہی کم از کم تمہارا شہری ہوں اور خونی رشتہ میں تمہارا قریبی ہوں۔ پس اس قرابت کے پیش نظر مجھ سے نفرت کے بجائے محبت سے پیش آؤ۔ (۳) حضرت امام زین العابدین حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے منقولہ روایات میں ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں تم سے اجر رسالت اس کے علاوہ اور کچھ طلب نہیں کرتا کہ میرے قریبوں رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرو اور علمائے شیعہ کے نزدیک اسی آخری معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب حضور نبی اکرم حجۃ الوداع سے واپس مدینہ میں پہنچے تو انصار نے جمع ہو کر حضور کو ان کی تبلیغی خدمات کے صلے میں کچھ مال پیش کرنے کی پیشکش کی۔ ان کے کافی اصرار کے بعد آپ نے حکم پروردگار یہ آیت تلاوت کی تو فوراً مناہتین میں چہرے گویاں شروع ہو گئیں کہ یہ سب اپنے چا زاد کی برتری جتلانے اور اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا ہی بہانہ ہے چنانچہ کل کی بات ہے کہ حج سے واپسی پر من گھٹت مولاء فعلیٰ مولاء کا اعلان کیا تھا اب مودۃ فی القربیٰ کو اجر رسالت کے طور پر طلب کر رہا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کو متشعہ منقطع قرار دیا ہے کیونکہ مودۃ فی القربیٰ ہر اس شخص پر واجب و لازم ہے جو دائرہ اسلام میں قدم رکھے لہذا اس کو رسالت کا اجر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ متشعہ متصل ہے اور مودۃ القربیٰ کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے اور بعینہ اس طرح ہے جس طرح ایک شخص گھسی کے سامنے اپنی حاجت پیش کرے اور وہ اس کے سامنے کھانا رکھ دے تو اس کو کھنا پڑتا ہے کہ بھائی جان میرا کھانا میری حاجت براری ہے آپ میری حاجت پوری کر دیں تو میں اسی کو آپ کی دعوت قرار دے دوں گا۔ پس یہاں بھی یہی مقصد ہے کہ آپ روپے پیسے سے میری کوئی مدد نہ کریں اور نہ مجھے کوئی اس قسم کا اجر دیں بلکہ میرا اجر اور میری امداد یہ ہے کہ میرے قریبوں کے ساتھ دوستی رکھیں حالانکہ اس محبت کا نفع بھی اُمت کے لئے ہی ہے چنانچہ دوسرے مقام پر صریح ارشاد ہے قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ۔ ترجمہ۔ کہہ دیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے بطور اجر کے طلب کیا ہے وہ تمہاری بھلائی و بہتری کے لئے ہے گویا جس طرح تبلیغ رسالت حضور کی طرف سے اُمت پر ایک احسانِ عظیم تھا اسی طرح جس چیز کو رسالت کا اجر قرار دیا وہ بھی چونکہ اُمت کی بھلائی کی خاطر تھا گویا اجر رسالت حضور کی جانب سے اُمت پر دوسرا احسان ہے کیونکہ اس طریقہ سے اُمت کے لئے تاقیامت مگر اسی سے بچنے کی ضمانت دی گئی ہے جیسا کہ حدیث ثقلین میں اس کی تصریح موجود ہے

پس جن لوگوں نے حضرت نبی اکرم کو نبی مانا اور اجر رسالت یعنی مودۃ فی القربیٰ سے گریز کیا انہوں نے دوہرا نقصان اٹھایا کیونکہ ایک طرف تو وہ اجر رسالت ادا نہ کر کے اسلام لانے کے ثواب سے محروم ہو گئے اور دوسری طرف چونکہ اس کا نفع انہی کو حاصل ہوتا اور وہ تھنا تا قیامت مگر اسی سے بچنا پس آل رسول سے محبت نہ کر کے وہ ایمان و اسلام میں ثبات و استقامت نہ پیدا کر سکے اور قیامت تک راہ مستقیم سے بھٹکا رہنا ان کی تقدیر بن گیا۔

احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو قیدی دیکھ کر ایک شامی نے خوشی کا اظہار کیا تھا تو امام نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ لَہٗ اِسْنِیْنَ جَوَاب دیا کہ میں نے پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا وہ لوگ ہم ہیں جن کی مودت کو خدا نے اجر رسالت قرار دیا ہے چنانچہ وہ شخص تائب ہو گیا (مختصراً) کتاب عیون الاخبار سے مروی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے بھرے دربار میں علمائے اسلام کی موجودگی میں یہ آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں ایک خصوصیت حضرت پیغمبر کی ہے جس میں ان کا کوئی نبی شریک و سہم نہیں ہے اور دوسری صفت آل رسول کی ہے جس میں کسی نبی کی آل و قرابت ان کی شریک و سہم نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نبی کو نبوت و رسالت کا اجر طلب کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ انہوں نے صاف اعلان کیا کہ ہم تم لوگوں سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں طلب کرتے بلکہ ہمارا اجر اللہ دے گا پس حضور کی ہی خصوصیت ہے کہ آپ کو اجر رسالت طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور تبلیغ رسالت کی طرح اجر رسالت کا سوال بھی حضور پر واجب و لازم قرار دیا گیا پس جس طرح امور رسالت میں سے اگر کسی امر کی تبلیغ میں کوتاہی کرتے تو جو تیر ہوتا بعینہ اگر اجر رسالت طلب نہ کرتے تو بھی وہی نتیجہ ہوتا۔ اسی طرح کسی نبی کی عزت کی محبت و مودت کو اجر رسالت کی حیثیت سے طلب نہیں کیا گیا پس آل رسول اس شرف میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ بلا اجرت کام کرنے والا اس سے افضل ہوتا ہے جو اجرت لے کر کام کرے لہذا اس سے دوسرے انبیاء کی برتری ثابت ہوتی ہے جنہوں نے بلا اجرت تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیا تو اس کا جواب اولاً تو یہ ہے کہ وہ اجرت خلوص اور قربت میں مخل ہوتی ہے جس کا نفع اجیر کو پہنچتا ہو۔ اور ہم نے بیان کیا ہے کہ اس اجرت کا نفع خود امت کے لئے مخصوص ہے کہ ان کا قیامت تک گراہی سے بچنے کا انتظام کر دیا گیا ہے لہذا یہ اجرت درحقیقت اجرت نہیں بلکہ حضور کی طرف سے امت پر دوسرا احسان ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ حضور نے اجر نہیں مانگا بلکہ اجر رسالت کا طلب کرنا جملہ ذالض نیوت کی طرح حضور پر ایک فریضہ کی حیثیت سے عائد کیا تھا جس کی تعمیل تبلیغ نبوت کا ایک حصہ تھی لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ انبیاء کی عزت کی محبت کو یہ حیثیت کیوں نہ دی گئی اور حضور کی آل کو یہ خصوصیت کس لئے ملی۔ تو اس کا واضح حل یہ ہی ہو سکتا ہے کہ حضرت رسالت کا اب کی آل اظہار کو خصوصی طور پر یہ نمایاں شرف حاصل ہے کہ مودۃ فی القربیٰ فرض کر کے خداوند کریم نے ان کے متعلق ضمانت دی ہے کہ یہ کسی وقت بھی دینی تقاضوں سے انحراف کر کے باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوں گے اور ان کی محبت اور مودت ہی اسلام کے صحیح پرستاروں کے لئے باطل پرستوں کی چیرہ دستیوں سے بچنے کا سامان و اہم کرنے کا بلند کردار ادا کرے گی چنانچہ دینا نے دیکھ لیا اور

اہل انصاف نے پرکھ لیا کہ اسلام پر جب بھی مشکل وقت آیا اور اہل اسلام کو جب بھی باطل پرستوں کے ہوشربا مظالم کے سائے میں طاغوتی بتوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا اور پوری انسانیت کو زندہ صفت حکمرانوں نے اپنے اقتدار ناپائیدار کے سامنے دم بخود کر دیا تو اُس وقت صرف حضور نبی اکرمؐ کی آل اطہار ہی تھی جس نے باطل کو لاکھوں سالوں کا اور ظالم سلاطین کے رویے کو چیلنج کر کے زندگی سے بے نیاز ہو کر میدان میں نکل کھڑی ہوئی اور باطل کی غوغا آرائی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے طوفانِ ظلم کے سامنے کوہِ گراں بن کر جم گئی۔ بے شک ان کو وقتی طور پر شہادت کا جامِ شیریں نوش کرنا پڑا اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو معرضِ قتل میں پیش کرنا پڑا۔ نیسندہ خواتین حرم کی در بدری کا درد بھی سہنا پڑا لیکن یہ سب کچھ گوارا کر کے باطل کے سامنے ہتھیار ڈالنا اپنی غیرت و حمیت کے منافی سمجھا۔ اور نتیجہ یہ نکلا۔ ظلم و استبداد کی بنیادوں پر کھڑا ہونے والا باطل کا پورا اقلعہ پاش پاش ہو گیا اور اسلام کے رخ پر جمی ہوئی باطل کی ساری گرد کیبار دھل گئی اور آنے والی نسلیوں نے ایک بار اسلام کو اپنے اصلی خد و خال میں دیکھ لیا۔ تاریخِ عالم شہادے کے بڑی سے بڑی جنگوں کی داستانیں چند روز بعد پرانی سمجھی جاتی ہیں اور ان کو پڑھنا اور سننا نفعیہ اوقات قرار دیا جاتا ہے لیکن بخلاف اس کے معرکہ کربلا میں حتیٰ و باطل کی نصف یوم کی جنگ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی پرانی نہیں ہوئی کیونکہ اس میں کردارِ انسانی کی وہ مشعلیں ضوؤ فشاں ہیں جو رہتی دنیا تک ہر انسان کو انسانیت کے صحیح خطوط کی نشان دہی کرتی رہیں گی۔ اور تعلیماتِ اسلامیہ سے وابستگی رکھنے والے ہر معاشرہ کو تاقیامت اپنے فیوض سے بہرہ ور کرتی رہیں گی۔

اور مودۃ فی القربیٰ کا جو بے تبلیغ رسالت کا جزو اہم ہے کیونکہ تاقیامت بقا رسالت اس سے وابستہ ہے اور آیت مجیدہ سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور نبی اکرمؐ کے بعد امامِ امت بھی آلِ رسولؐ سے ہونا چاہیے جن کی مودت فرض ہے۔ کیونکہ اگر اطاعت کسی اور کی فرض ہو اور مودت کسی اور کی واجب ہو تو بعض اوقات ان میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ پس جن کی مودت فرض ہے انہی کی اطاعت فرض ہونا ضروری ہے لہذا مودت فی القربیٰ کے ذریعہ کی ادائیگی صحیح طور پر اسی وقت ہو سکتی ہے جب انہی کو اپنا پیشوا، ہادی اور امام مانا جائے اور انہی کو حضورؐ کا صحیح قائم مقام تسلیم کیا جائے۔

ایک طرف حدیث نبوی میں ہے من مات علیٰ حق ال محمد مات شہیداً۔ یعنی جو آلِ محمدؐ کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف حدیث ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاهلیة یعنی جو شخص امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مرتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ پس پہلی حدیث کا منطوق اور دوسری حدیث کا مفہوم ایک دوسرے پر تب منطبق ہو سکتے ہیں کہ امام اور ہادی امت آلِ محمدؐ سے ہو جن کی محبت واجب و لازم ہے۔

وَمَنْ يَّقْتِرِفْ - اقتواف اکتساب کے معنی میں ہے یعنی جو شخص نیکی کاٹے اور اس جگہ حسنہ سے مراد آلِ محمدؐ کی محبت ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا کہ وہ وہ اہل بیت ہیں جن کی مودت پروردگار نے واجب قرار دی ہے اس کے بعد آپ نے آیت مودت کی تلاوت فرمائی اور وَمَنْ يَّقْتِرِفْ حَسَنَةً پیرینچ کر فرمایا حسنہ سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد اہل بیت ۱۲ اور

اصحاب کسا ہیں۔ تفسیر نور الثقلین میں منقول ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری عزت سے محبت نہ رکھے وہ یا تو منافق ہوگا، یا اولادِ زمانہ سے ہوگا۔ یا ناپاک ایام میں اُس کا حمل ٹھہرا ہوگا۔

اَمْ يَقُولُونَ - جب حضورؐ نے آیت مودت پڑھی تو منافقین میں چہرے گویاں شروع ہو گئیں اور کہنے لگے کہ اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا منصوبہ ہے اور یہ اللہ کا حکم نہیں بلکہ اپنی طرف سے اپنے خاندان کی برتری کا اعلان کر رہے ہیں تب یہ آیت اتری۔

يَخْتَمُ عَلَىٰ قَلْبِكَ - یعنی اگر تو نے افرابا ندھا ہونا تو خدا پر گڑبھلت نہ دیتا بلکہ قرآن کو تیرے دل سے اٹھا لیتا لہذا کافروں اور منافقوں کے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو آگے بڑھاتے چلو۔ اور میرا حکم سناتے چلو پس حضورؐ نے مسلمانوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کی تو وہ کہنے لگے حضور! اس قسم کی باتیں کی جا چکی ہیں تو آپ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی پس وہ رونے لگ گئے اور بعضوں نے توبہ کر لی تب یہ آیت اتری ھُوَ الَّذِي يُقْبَلُ التَّوْبَةَ لِمَن يَشَاءُ وَيَسْتَجِيبُ تفسیر صافی

یہیں امام محمد باقر علیہ السلام سے

مروی ہے کہ یہ ان لوگوں کی

شان میں ہے جو غالباً نہ طور

پر مومن بھائیوں کے لئے

دعائیں مانگتے ہیں تو فرشتے

آمین کہتے ہیں اور خدا فرماتا

ہے کہ میں نے اس مومن کی

حاجت بھی پوری کر دی جس

کے لئے تو نے دعا کی ہے

اور اس سے دو گنی تیری حاجت

وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۶﴾

اور معاف کرتا ہے برائیوں کو اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور

يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم

دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اور ان کو زیادہ دیتا ہے

مِّنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۷﴾ وَلَوْ سَـَّطَ

اپنے فضل سے اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہوگا اور اگر وسعت دیتا

اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَّوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِن يُنَزِّلُ بِقَدْرِ

خدا رزق میں اپنے بندوں کے لئے تو وہ سرکش ہو جاتے زمین میں لیکن وہ نازل کرتا ہے (رزق) اندازے سے

کو بھی پورا کروں گا اور اپنے فضل سے زیادتی کا یہ معنی ہے کہ جن جن لوگوں نے اس پر احسان کیا ہوگا۔ اس کی سفارش سے ان کو بھی بخش دے گا اگرچہ ان پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی

وَأَوْبَسَطَ اللَّهُ - مقصد یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کا رزق اپنی صوابدید پر رکھا ہے ورنہ اگر ہر انسان کو اس کی مراد کے مطابق

رزق میں وسعت دی جائے تو لوگوں میں ظلم و فساد عام ہو جائیں اور ابن عباس نے بَعَثُوا کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ اور آگے بڑھ

جائیں گے یعنی جس قدر خدا اس کو رزق دیتا جائے گا وہ اور آگے بڑھنے کی دعا مانگتا جائے گا اور کسی حد پر نہ رُکے گا ایک منزل

کے بعد دوسری منزل ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور ایک لباس کے بعد دوسرا لباس طلب کرتا رہے گا اور اس کا جی نہ بھریگا جس طرح ایک حدیث قدسی کا بیان ہے کہ بنی آدم کو کوئی شئی سیر نہیں کر سکتی سوائے قبر کی مٹی کے۔ پس خداوند کریم اپنی منشاء و مصلحت کے پیش نظر اپنے بندوں کو کم یا بیش رزق عطا فرماتا ہے وہ جسے چاہے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جسے چاہے اس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے اور وہ اپنے نظام و تدبیر میں باظہار سے بالاتر ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں ہے جسے نور الثقلین میں نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے

مَا يَسْتَأْذِنُ اللَّهَ بِعِبَادِهِ خَيْرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ

جو چاہے تحقیق وہ اپنے بندوں سے باخبر آگاہ ہے اور وہ ہے جو آواز داتا ہے

الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قُتِلُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ

بارش کو بعد اس کے کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو اور وہ لائق تعریف

الْحَمِيدُ ﴿٢٩﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

حاکم ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو پھیلا دے

فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذْ يَأْتِيهِمْ قَدِيرٌ ﴿٣٠﴾ وَمَا

ہیں ان میں حیوانات اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے اور جو بھی

أَصَابَكُمْ مِنْ مَّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوعَنْ كَثِيرٍ ﴿٣١﴾

پہنچے تم کو کوئی مصیبت تو وہ اسکی وجہ سے ہوگا جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت سی چیزوں سے تو وہ درگزر کرتا ہے

لئے بجاری اچھی ہوتی ہے اگر اس کو تندرستی دید جائے تو وہ فساد کرنے لگے گا اور اس کے برعکس بعض لوگوں کے لئے تندرستی اچھی ہوتی ہے اور وہ بجاری میں بگڑ جائیگا۔ اسی طرح بعض بندوں کے لئے دو لہندی میں بھلائی ہوتی ہے اور فخر میں اس کا فساد ہوتا ہے اور اس کے برعکس بعض کے لئے فقیر اچھا ہوتا ہے اور دولت مندی میں اس کا گھاڑ ہوتا ہے۔

اور اللہ اپنے علم کے تحت اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے۔ نیز بعض اوقات ظالموں کو اسباب کی فراوانی اور مظلوموں اور بے کسوں کو احتیاج میں رکھنا بھی اس کی مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ خداوند کریم رزق کی فراوانی سے انسان کا شکر آزماتا ہے اور تنگی رزق سے بعض اوقات انسان کا صبر آزماتا ہے نیز بعض اوقات کافروں کو فراوانی رزق اور مومنوں کو تنگی رزق دے کر دنیاوی نعمات کی بے قدری کو ظاہر فرماتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر مال دنیا میں ذرہ بھر بھی بہتری ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا یا کافروں کو ایک ٹھکرے پر کے برابر بھی نہ دی جاتی نیز بعض اوقات کافر کی کسی نیکی کا بدلہ اس کو دنیا میں دیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں اس پر عذاب ستمی ہو جائے اور مومن کا بدلہ آخرت میں رکھا جاتا ہے تاکہ دنیاوی تکالیف سہہ کر اس کی لغزشوں کی سزا دنیا میں ہو جائے اور آخرت میں اس کو جنت سے روکنے والی کوئی شے نہ ہو۔

دکوۃ ۵۔ - وَمَا أَصَابَكُمْ - تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت رسالت مآب نے فرمایا اے علی! دنیا میں انسان

کو کوئی خراش یا پاؤں کی لغزش کا صدر کسی نہ کسی گناہ کے بدلہ میں ہوتا ہے اور اللہ کے عدل سے بعید ہے کہ پھر دوبارہ اس کو اس گناہ کی سزا میں گرفتار کرے اور یہ آیت گنہگاروں کے لئے ہے ورنہ معصومین علیہم السلام کو جو مصائب و تکالیف پہنچتی ہیں وہ ترقی حسانت اور بلندی درجات کے لئے ہوتی ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اصبح بن نباتہ سے فرمایا عبد مومن کو جب دنیا میں کسی گناہ کی سزا ملتی ہے تو اللہ کے حکم جو اور مجھ سے بعید ہے کہ دوبارہ اس کو بروز قیامت اسی گناہ کی سزا دے اور مروی ہے کہ دنیا میں جب کبھی کسی مومن کو تکلیف پہنچتی ہے وہ کسی نہ کسی گناہ کی

سزا ہوتی ہے پس وہ اس گناہ کی آخری سزا سے بچ جاتا ہے۔

بروایت خصال حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا گناہوں سے بچو کیونکہ انسان

پر جب بھی کوئی تکلیف یا تنگی رزق کی مصیبت آتی ہے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہی

ہوتی ہے یہاں تک کہ معمولی خراش اور زمین پر گر پڑنا بھی کسی گناہ کے کفارہ کے طور پر ہوتا ہے اسی طرح جب

کوئی نعمت اور سہولت چلی

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور تم نہیں عاجز کرنے والے اس کر زمین میں اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۳۲ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ

کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں چلنے والی کوہ بیکر

كَالْأَعْلَامِ ۝۳۳ إِنْ يَشَاءُ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَنَ رَوَاكِدَ عَلَى

کشتیاں اگر وہ چاہے تو روک دے ہوا کو تو وہ بھی ٹھہری رہیں گی (پانی کی لپٹ

ظَهْرَهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝۳۴ أَوْ

پر سختی اس میں نشانیاں ہیں ہر حوصلہ مند شکر گزار کے لئے (یا چاہے تو)

يُؤَيِّقُنَّ يَمًا كَسَبُورًا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۝۳۵ وَيَعْلَمُ

ان کو ہلاک کر دے ان کے اعمال کی وجہ سے اور وہ بہت سوں سے درگزر کر لیا کرتا ہے اور جانتے ہیں

الَّذِينَ يَجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ حَافِظٍ ۝۳۶ فَمَا

وہ جو جھگڑتے ہیں ہماری آیات میں کہ ان کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے پس جو کچھ

جاتی ہے تو کسی گناہ کی سزا ہی ہوتی ہے ورنہ اگر گناہ کے بعد اس کا تدارک توبہ اور دعا سے کیا جائے تو آنے والی مصیبت دفع ہو جایا کرتی ہے (مخصوصاً از نور الثقلین)

اسی بنا پر وار د ہے کہ صدقہ کرنا بہت سی آنے والی مصیبتوں کو دفع کر دیا کرتا ہے ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ انسان کو رزق کی سہولتوں سے محروم کر دیتا ہے

الجوار جاری کی جمع ہے اس کا موصوف سُفُنْ مَحذوف ہے (جاری ہونے والی کشتیاں) دو والد۔ جمع ہے راکد کی جن کا معنی ہے ٹھہرا ہوا یعنی اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک دے پس کشتیوں کی روانی غور بخود ختم ہو جائیگی۔
لِلَّذِينَ آمَنُوا۔ توحید کے بارے میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ تم دنیاوی نعمات پر گھمنڈ نہ کرو کیونکہ یہ دنیاوی زندگی تک محدود ہیں۔ اور اللہ نے نیک لوگوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ ان دنیاوی نعمات سے بدرجہا بہتر بھی ہیں اور دیر پا بھی ہیں اور وہ نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہوں گی جو مندرجہ ذیل صفات اپنے اندر رکھتے ہوں گے۔

أُوْتِيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

تم دئے گئے ہو زندگی کا دنیا کا فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور

وَالَّذِي لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ

دیر پا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔ اور وہ لوگ جو گناہان

يَحْتَبِئُونَ كِبٰٓرًا اِلٰثْمًا وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْهُمْ

کبیرہ سے بچیں اور برائیوں سے بھی اور جب غصہ میں آئیں معاف

يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

کر دیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کا حکم مانیں اور نماز کو قائم کریں اور

اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنِهِمْ وِمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۹﴾

آپس میں مشورہ کر کے کام کریں اور ہمارے دئے ہوئے سے خرچ کریں

- ۱۔ ایمان ۲۔ اللہ پر بھروسہ
- ۳۔ گناہان کبیرہ سے اجتناب
- ۴۔ ہر قسم کی برائیوں سے پرہیز
- ۵۔ غصہ کے وقت درگزر کی صفت ۶۔ اللہ کے حکم کی اطاعت ۷۔ نماز کی پابندی
- ۸۔ باہمی مشورہ کر کے امور کی انجام دہی ۹۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ ۱۰۔ دوسروں کی طرف سے زیادتی کی صورت میں ان کو صرف بدلہ دینا اور ان پر زیادتی نہ کرنا۔

بعض عطا کے نزدیک ہر گناہ کبیرہ ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ خداوند کریم کی نافرمانی کو چھوٹا کہا ہی نہیں جاسکتا البتہ گناہوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے تو ایک دوسرے کے مقابلہ میں بعض کبیرے اور بعض صغیرے ہوتے ہیں۔ پس جن جن گناہوں کے متعلق قرآن مجید میں آتش جہنم کی پیش کش کی ہے وہ ان گناہوں سے کبیرہ ہیں جو ان کے علاوہ ہیں۔
وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا۔ یعنی جب ذاتیات کے معاملوں میں ایک دوسرے پر رنجش ہو تو معاف کر دینا اچھی صفت ہے لیکن اگر ایک شخص حقوق خداوندی کو پامال کرتا ہے اور اعلانیہ فاسق و فاجر ہے تو اس کی غلطی پر ناراض ہونا مومن کی شان ہے اور کسی صورت میں اس کو معاف نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ توبہ کے ذریعے سے اللہ سے معافی نہ مانگ لے لیکن اگر اس پر شرعی تعزیر یا حد واجب ہو تو اس کو بھی معاف نہیں کیا جاسکتا خواہ توبہ بھی کر لے اور فواحش سے مراد زنا اور بدکاری ہے اور اس کا الگ ذکر کرنا اس کے باقی تمام

گناہوں میں سے بدتر ہونے کی دلیل ہے۔

اَوْ رَهْمًا شُوْرًاۙ اِنَّ لِبَعْضِ الْمُنْفَرِيْنَ نَصْرًا مِّنْ رَّبِّكَ لَئِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ مَوَدَّةَ النَّبِيِّ وَرِءْيَا الْاٰیٰتِ الْكٰرِمٰتِ لَتَكُوْنُنَّ فِیْ اَرْضٍ غٰرِبَةٍۙ اَوْ رَهْمًا شُوْرًاۙ اِنَّ لِبَعْضِ الْمُنْفَرِيْنَ نَصْرًا مِّنْ رَّبِّكَ لَئِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ مَوَدَّةَ النَّبِيِّ وَرِءْيَا الْاٰیٰتِ الْكٰرِمٰتِ لَتَكُوْنُنَّ فِیْ اَرْضٍ غٰرِبَةٍۙ

اور اس آیت مجیدہ میں جملہ مسلمانوں کو باہمی مشورہ سے امور کی انجام دہی کا درس دیا گیا ہے۔ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر درپہی صورت کا نام ہی سورہ شوریٰ رکھا گیا ہے لیکن اس کو اصول اسلام کے طے کرنے کے لئے اجماع کی حجیت پر دلیل قائم کرنا غلط ہے کیونکہ باہمی مشورہ سے کام کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شرعی معاملات میں باہمی مشورہ سے دین سازی کا جواز پیدا کیا جائے پس جس طرح مناز و روزہ وغیرہ فروعی مسائل میں باہمی مشورہ سے رد و بدل کرنا ناجائز ہے ایسے ہی اصولی مسائل میں باہمی مشورہ کے ذریعے سے رد و بدل نہیں کیا جاسکتا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور خلافت کا مسئلہ چونکہ اسلام میں ایک بنیادی اور اصولی مسئلہ ہے لہذا باہمی مشورہ سے اس کو

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَزَاءُ اِ

طے نہیں کیا جاسکتا بلکہ جس طرح نبی بنا نا باہمی مشورہ سے

اور وہ لوگ کہ جب ان کو تکلیف پہنچے بغاوت کی تڑ بدل لیں اور برائی کا

سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلَهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْحٰۤهٗ فَاجْرَةٌ عَلٰی اللّٰهِ اِنَّهٗ

ناجائز ہے اسی طرح اس کا قائم مقام باہمی مشورہ سے

بدلہ اتنی ہی برائی ہے پس جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے تحقیق

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَمِنۡ اَنْتَصَرَبَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

آیت مجیدہ میں شوریٰ کی مدح اس بنا پر ہے کہ مومنوں

وہ نہیں دوست رکھتا ظالموں کو اور جو بدلے لے لے بعد مظلوم ہونے کے تو ایسے لوگوں کو

مَا عَلَيْهِمْ مِّنۡ سَبِيْلٍ ﴿۴۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلٰی الَّذِيْنَ

کی شان یہ ہے کہ آپس میں پر خلوص ہو کر رہیں اور اپنے ذاتی معاملات میں رنجش تک

کرتی عوج نہیں ہے عوج تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ

ذمّت ہی نہ آنے دیں تاکہ مل جل کر باہمی مشورہ سے امور کی انجام دہی سے گریز نہ کریں اور

کرتے ہیں اور بغاوت کرتے ہیں زمین میں ناحق طور پر ایسے

باہمی اختلاف کی صورت میں بھی اپنے برادری کے فیصلوں کے سامنے جھک جائیں اور جھگڑا و فساد تک کسی بات کو نہ جانے دیں۔

يَنْتَصِرُوْنَ۔ مومن کی بلند شان تو یہ ہے کہ اگر کوئی اس پر زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دے لیکن اگر اس کو صورت اس کی زیادتی کا بدلہ دینے پر اکتفا کرے اور خود زیادتی نہ کرے تو یہ صفت بھی ممدوح ہے اور بدلہ کی صورت یہ ہے کہ جس قدر اس نے اس پر ظلم کیا تھا

انتہا ہی اس کو بدلہ دیا جائے لیکن معاف کر دینا پھر بھی اللہ کو زیادہ پسند ہے اور سیئہ کے بدلہ کو سیئہ قرار دینا صرف نما ثلت کی وجہ سے ہے ورنہ ظلم کرنا برا ہوتا ہے لیکن ظلم کا بدلہ دینا برائیا نہیں ہوتا بلکہ مظلوم حق پر ہوتا ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا کہ بروز محشر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس جس شخص کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے وہ جنت میں چلا جائے تو پوچھا جائے گا کہ کن لوگوں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَعَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ

کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے تو جواب ملے گا کہ وہ وہ لوگ

عَزَمِ الْأُمُورِ ﴿۲۴﴾ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّليٍّ مَنْ

ہیں جنہوں نے دنیا میں لوگوں کو اپنے حقوق معاف کر دئے تھے پس وہ لوگ بلا حساب

بَعْدَهُ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَى

جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تفسیر صافی میں کافی سے

سَرَدٍ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿۲۵﴾ وَتَرَهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ

منقول ہے کہ حضور نے فرمایا ایک دوسرے پر درگزر کرنے کی عادت بناؤ کیونکہ درگزر

مِنَ الدَّالِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرَفٍ خَفِيٍّ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا

کرنا عزت میں زیادتی کا موجب ہے۔ ہوں گے ذلت سے کہ تپھی نظر سے جھانکتے ہونگے اور مومن کہیں گے تحقیق

إِنَّ الْخٰسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ

رُكُوعًا وَقَدَرَى الظالمين۔ تفسیر صافی میں حضرت امام

الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ﴿۲۶﴾ وَمَا كَانَ

محمد باقر علیہ السلام سے ان آیات کی تاویل اس طرح مذکور

لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ

ہے کہ جن لوگوں نے آل محمد پر ظلم کیا تھا جب بروز محشر عذاب کو دیکھیں گے تو ازراہ

كُوْنِي دُوسْت ن ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کے بغیر اور جن کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے

صحت کہیں گے کہ ہمیں ایک دفعہ دنیا میں واپس پلٹ جانے کا موقع دیا جائے تو ہم علی سے محبت رکھیں گے اور شرمندگی سے سر جھکائے

ہوئے تڑپھی نگاہ سے مایوسانہ طور پر دیکھیں گے تو ان کی حالت زار کو ملاحظہ کرنے کے بعد مومنین کہیں گے کہ ان ظالموں کو دائمی عذاب میں ہونا چاہیے جنہوں نے آل محمد پر ظلم کے سوا کراٹے تھے۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت فضال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس میں تین خصلتیں ہوں تو اس کا ایمان کامل ہے ۱۔ ظلم پر صبر کرے ۲۔ غصہ کو ضبط کرے ۳۔ اور معاف کرنے کی عادت بنائے۔ ایک حدیث میں حضرت رسالت نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ اگر تم ان پر ظلم نہ کرو گے تو وہ تم پر ضرور ظلم کریں گے۔ ۱۔ کینہ فطرت انسان۔ ۲۔ زوجہ ۳۔ مملوک غلام۔ وَمَنْ يَنْسَلْ - خدا کی طرف سے صلالت کی نسبت اس لئے ہے کہ خدا کسی کو ہدایت پر مجبور نہیں کرتا اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ جس کو گراہی میں چھوڑ دے

فِرْحَانٌ مِّمَّا آتَىٰ

میں انسان کی کم ظرفی کو بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ اس پر کوئی نعمت نازل فرمائے تو وہ خوش ہو جاتا ہے

لیکن جب اس کے اعمال زشت کی بدولت اس پر کوئی مصیبت آجائے تو

رحمت خدا سے مایوس ہو کر کفر کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ انسان کو حالت نعمت میں

شاکر اور حالت آزمائش میں صابر ہوتے ہیں۔

۲۱۸

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ - امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ بیٹے کے مال میں بیٹے

فَمَالَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۝۳۷ اِسْتَجِيبُوا رَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

اس کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے مان لو حکم اپنے رب کا قبل اس کے کہ وہ

يَا تِي يَوْمَ لَامرَدَلَهٗ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلَجًا يَوْمَئِذٍ

دن آجائے جس کو کوئی پٹا نہیں سکتا اللہ سے نہ کوئی تمہارا ٹھکانا ہوگا اس دن اور

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيرٍ ۝۳۸ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

نہ تم اس کو ٹھکرا سکو گے پس اگر نہ مانیں تو ہم نے تم کو ان پر نگراں کر کے نہیں بھیجا

حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِثًا

ہے تم پر نہیں فرض مگر صرف پہنچا دینا اور ہم جب چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّمَّا قَدَّمَتْ اَيْدِيَهُمْ

تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر پہنچے ان کو تکلیف بجز اس کے جو بھیجا ان کے ہاتھوں نے

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝۳۹ لِلّٰهِ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو بے شک انسان کفر کرنے والا ہے اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا ملک

کی اجازت کے بغیر بھی باپ تصرف کر سکتا ہے اس کی کیا دلیل ہے تو آپ نے اس آیت مجیدہ سے استدلال فرمایا کہ خداوند کریم نے اولاد کو باپ کے لئے مہر قرار دیا ہے اور مہر شدہ مال میں تصرف کرنا جائز ہے پس جب بیٹا خود باپ کیلئے مہر کی

حیثیت رکھتا ہے تو بیٹے کا مال بھی باپ کے لئے مہر کی حیثیت سے ہے پس جس طرح چاہے اس میں تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ اس کو حق حاصل ہے اسی بنا پر حضور کا فرمان ہے **أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ** یعنی تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کی ملکیت میں ہے۔ تمہذیب الاحکام سے منقول ہے ایک شخص خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے باپ نے میرے غلام کو مجھے ستانے کے لئے آزاد کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کو اللہ نے مہر کیا ہے لہذا اس کو تیرے جسم میں اور تیرے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے حالانکہ تجھے اس کے جسم و مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔ جب تک وہ خود

اجازت نہ دے (لور الثقلین)

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنْ أَرَادَ إِذْ يَبْرَأُ

أَذْيُزُوجَهُمْ - یعنی

وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے بخشتا ہے جسے چاہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہے

بعض لوگوں کو خدایا بیٹیاں دیکر

الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَّا لَنَجْعَلُ مِنْ

بیٹوں سے محروم رکھتا ہے

اور بعض کو بیٹے دے کر بیٹیوں

بیتے یا دو عطا کرتا ہے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے

سے محروم رکھتا ہے اور بعض

کو بیٹے اور بیٹیاں ہر دو قسم

لِشَاءٍ عَقِيمًا ۝ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ

کی اولاد سے سرفراز فرمانا

ہے۔ **يُزَوِّجُ** کا معنی

ہے کہ ان کو جوڑے عطا کرتا

باجمجہ بنا دیتا ہے تحقیق وہ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے اور کسی بشر کے لئے یہ بات نہیں کہ اللہ

يَكَلِمُهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ

ہے۔ یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونو

قسم کی اولاد دیتا ہے اور یہ معنی

بھی ہو سکتا ہے کہ رحم مادر

میں بیٹے اور بیٹی کو پیدا کر کے

جوڑوں پیدا کر دیتا ہے اور

یہ سب کچھ اس کی مشیت

اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجتا ہے قاصد

رَسُولًا فَيُوحِي بِأُذُنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَ

رفرشتہا پس وہ وحی کرتا ہے اُس کے اذن سے جو چاہے تحقیق وہ بلند دانہ ہے اور اسی طرح

كَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي

ہم نے وحی کی تیری طرف روح (قرآن) کی اپنے امر سے کہ تو نہیں جانتا تھا

کے فیصلہ پر منحصر ہے اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کو بالکل اولاد سے محروم کر دیتا ہے اور وہ عقیم یعنی باجمجہ ہوتے ہیں۔ پس

بعض اوقات مریح اور عورت باجمجہ ہوتی ہے اور بعض اوقات عورت صحیح اور مرد باجمجہ ہوتا ہے اور اللہ ہر شی پر قادر ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ - یعنی کسی بشر کے ساتھ اللہ کلام نہیں کرتا مگر ان تین طریقوں سے جو بعد میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

۱- وحی ۲- پس پردہ ۳- بذریعہ جبریل۔ لعنت کے لحاظ سے وحی اشارہ کے معنی میں ہوتی ہے یعنی منہ سے لفظ ادا کئے بغیر

کسی کو کسی بات کی اطلاع دینا یا تنبیہ کرنا پس البام اور القامریا خواب کے ذریعے سے کسی مطلب کا سمجھانا اسی قسم سے قرار دئے جاسکتے ہیں۔ اور ان سب کو وحی کہا جاسکتا ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی وحی البام والقام کے طریقہ سے ہوئی تھی اور پس پردہ کلام سے مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق سے وہ کلام پوشیدہ ہو اور صرف وہی اس کو سمجھ سکے جس کے ساتھ کلام ہو رہی ہو جس طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی کہ سوائے ان کے کوئی نہ سمجھ سکتا تھا یا دوسری دفعہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھ والے شتر آدمی سن رہے تھے اور ان کے علاوہ کوئی نہ سن سکتا تھا۔ اور وراہ حجاب کا یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ جس جگہ سے بات نکلتی ہو اس کو پوشیدہ رکھا جائے۔ چنانچہ کہہ طور پر وادی کی ہر جانب سے کلام ہو رہی تھی کہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کونسی خاص جگہ سے ہے اور پس پردہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا پر وہ کے اندر ہو اور بول رہا ہو کیونکہ یہ صفات مخلوق میں سے ہے اور خالق اس سے اجل وارفع ہے۔ اسی طرح

مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي مَنْ نَشَاءُ

کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ اور کیا ہم نے اس (قرآن) کو نور جس کے ذریعے سے ہدایت کرتے ہیں

مَنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۳﴾ صِرَاطِ

ہم جسے چاہیں اپنے بندوں سے اور تحقیق تو ہدایت کرتا ہے سیدھے راستے کی طرف اس اللہ کے

اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

راستے کی طرف جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے

الْإِلَهِ اللَّهُ تَصِيرُ الْأُمُورِ ﴿۵۴﴾

آگاہ ہو اللہ کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے

شب معراج پس پردہ کلام ہونے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ کلام باقی تمام سے محبوب تھی اور اس کو صرف حبیب خدا ہی سن اور سمجھ رہے تھے ایسا ہرگز نہیں کہ خدا ایک پردہ کے پیچھے تھا اور حضور پر وہ کے اس طرف تھے اور کلام ہو رہا تھا کیونکہ اس سے خدا کی جہانیت اور محدود ہونا لازم

آتا ہے اور اس قسم کی باتیں وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خدا کو مجسم سمجھتے ہوں اور توحید پروردگار کی قدروں سے ناواقف ہوں۔ اسی طرح بعض غیر فہم دارو اعظیمن اور جاہل شعراء کا نخیل پردہ اور اندر سے ہاتھ یا انگلی کا ظاہر ہونا بالکل غلط اور نامعقول نظریات کی ترجمانی ہے۔ جس کا تحقیق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اور ارسال رسل کلام خدا کا تفسیر ا طریقہ ہے یعنی فرشتہ کو بھیج کر اپنے احکام پہنچاتا ہے جس طرح جناب رسالت مآب کی بارگاہ اطہر میں حضرت جبریل کلام خدا لاتے تھے۔ آیت مجیدہ سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام پر بشر کا اطلاق حقیقی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء کی نوع الگ ہے اور باقی انسانوں کی نوع الگ ہے آیت مجیدہ میں اس کی کھلی تردید موجود ہے بلکہ انبیاء بشر ہیں اور ان کے ساتھ خدا کے کلام کرنے کی تین صورتیں ہیں جو ذکر کی جا چکی ہیں۔ اور کلام کا معنی ہے

ایسا طرز عمل اور ایسا ذریعہ جس کی بدولت اپنا مقصد دوسروں تک پہنچایا جاسکے۔ مثلاً درختوں کا کلام ان کی حیثیت کذائی ہے۔ چنانچہ ان کی سرسبزی ان کی خوشحالی کی ترجمانی ہے اور ان کی خشکی ان کی بدحالی کا بیان ہوتا ہے۔ اور حیوانات کا کلام ان کی شان کے مطابق اپنے مقاصد کے اظہار کے مختلف طرق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جمادات و باقی اقسام موجودات کا کلام ان کی حیثیت کے مطابق ہے جس طرح اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حکم دیا تو انہوں نے جواب دیا یعنی اپنی زبان حال سے ظاہر کیا **أَتَيْنَا طَائِعِينَ** کہ ہم اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہیں۔ اسی طرح جنوں اور ملائکہ کا کلام اپنی شان و حیثیت کے مطابق اظہار مافی الضمیر کے طریقوں سے ہوتا ہے اور انسان کا کلام صرف زبانی بیان سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے اظہار مافی الضمیر کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے۔ پس خدا کا کلام کرنا مخلوقات کے کلام کی مثل نہیں تاکہ ان پر قیاس کیا جاسکے کہ چونکہ کلام کرنے میں انسان زبان کا محتاج ہے لہذا اللہ بھی کلام کرنے میں زبان کا محتاج ہوگا اس قسم کا نظریہ صرف کو تاہ نظری اور خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس اللہ کا کلام اس کی اپنی شان الوہیت کے مطابق ہے کہ وہ جس طریقہ اور ذریعہ سے اپنے احکام و جملہ فرمائشات اپنے بندوں تک پہنچائے وہ اس کا کلام کہلاتا ہے چنانچہ بعضوں کے دل میں القاء والہام کرتا ہے بعضوں کو خواب میں ایک نظریہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔ بعضوں کو باق غیبی سے تنبیہ فرماتا ہے اور بعضوں کو فرشتہ بھیج کر اپنے ارشادات سے مطلع کرتا ہے برکھیف وہ چاہے تو کلام کو پیدا کر دے خواہ درخت سے یا پتھر و دیوار سے ہی کرے اور چاہے تو بغیر صوت و الفاظ کے دل ہی دل میں اپنی بات پہنچا دے اور ان سب پر کلام کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اور تفسیر کی تیسری جلد میں بھی اس پر مختصر سا نوٹ لکھا جا چکا ہے۔

الْأَوْحِيَّاتِ۔ یہ مستثنا منقطع ہے اور ان یوحی کی تاویل میں ہے اور بعد والے ان یرسل کا اس پر عطف ہے۔

أَوْحِينَ وَرَاءَ۔ یہاں من جبارہ کا متعلق لیکلم فعل محذوف ہے۔

وَكَذَلِكَ۔ یعنی جس طرح ہم نے سابق انبیاء کو بذریعہ وحی کے شرائع دینیہ عطا کئے اسی طرح آپ کو بھی بذریعہ وحی کے اپنے امر سے قرآن عطا فرمایا جو روح حیات ہے یعنی کفر و انسان کے لئے موت کا حکم رکھتا ہے قرآن روح حیات کا کام دے کر انسان کو حقیقی زندگی بخشتا ہے۔ اور محقق بحرانی نے ذکر کیا ہے کہ وحی کا ہونا بھی نبی کی صداقت کے ثبوت کے لئے ایک علمی معجزہ ہے کیونکہ خدا نظر تو انہیں سکھاتا ہے انبیاء کے ساتھ اس کا کلام تین مراتب میں ہوا ہے۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نبی کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے اور نبی خود اس کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نبی کے دل میں بات بھی ڈالتا ہے اور ہا لقت غیبی کے ذریعے اس کے کانوں تک آواز بھی پہنچاتا ہے پس لفظ اور معنی دونوں خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بلند ہے وہ یہ کہ خدا دل میں معنی کا القاء کرتا ہے اور فرشتہ سامنے دکھائی دیتا ہے جو الفاظ کی بھی وحی کرتا ہے۔

رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا۔ روح سے مراد قرآن یا روح القدس یا ایک فرشتہ ہے جو جبریل و میکائیل سے عظیم تر ہے جو حضرت رسالت مآب کے ساتھ رہتا تھا اور ان کے بعد آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اور یہی آخری قول حضرت نام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے۔

مَا كُنْتُ تَنذِرِي - تفسیر زمان میں ہے ابو حمزہ ثمالی سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس آیت مجیدہ کے متعلق تیرے ساتھیوں کا کیا خیال ہے کہ حضور کسی وقت میں کتاب اور ایمان کو نہیں جانتے تھے؟ راوی نے عرض کی حضور اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا تو آپ نے فرمایا بے شک یہ درست ہے کہ ایک حالت ایسی تھی جس میں کتاب و ایمان کو نہ جانتے تھے یہاں تک کہ خداوند کریم نے آپ کی جانب روح کو بھیجا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پس اس کے بعد آپ کو سب کچھ معلوم ہو گیا۔ اور خدا جس کو وہ روح عطا فرمائے اُس میں علم و فہم آجاتا ہے۔

اس آیت مجیدہ کو پڑھ کر بعض نا اہل اور بے سمجھ لوگ گھبرا کر علماء سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتاب و ایمان کو نہ جانتے ہوں چونکہ کج ہمتی اور کج فہمی کی وبا عام ہے اور بعض جبلا نے علمی لبادہ اوڑھ کر علماء کا مقام اپنا لیا ہے پس اُن کا کام صرف یہ ہے کہ شکوک و شبہات کے ناخنوں سے وہ حقائق علمیہ کو ہر وقت لُختے اور کر دیتے ہیں اور عوام الناس سے اپنا علمی مقام منوانے کے لئے حقیقی علماء پر ہر گز ایک پتھر اچھالتے ہوئے اُن کو بدنام کرنا اپنا کمال سمجھتے ہیں چنانچہ آیت مجیدہ کا ترجمہ تو بالکل صاف صاف ہے نہ اس کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے اور نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے پس عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا آسان ہے کہ دیکھو علماء حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے علم کہتے ہیں چنانچہ کئی مرتبہ ایسے ناخدا ترس انسانوں سے آیت مجیدہ متذکرہ بالا کے متعلق تبادلہ خیال کا موقع ملا ہے تو وہ صاف اور کھلم کھلا علماء کو ہی معرض ضمن و شہینہ قرار دے کر کوسنے لگ گئے کہ علماء نے یہ کیوں لکھا اور اُن کو نہ ہر سمجھایا جائے کہ علماء نے نہیں لکھا بلکہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ ذرا ہوش کرو لیکن وہ اسی ایک ہی بات کی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ قرآن میں ہو تو ہو علماء کیوں لکھتے ہیں؟ تو اُن کو سمجھانے کا علمی طریقہ جو میں نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ علم اللہ کا عین ذات ہے اور حضرت رسالت مآب یا ائمہ طاہرین علیہم السلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا علم عظیم پروردگار ہے۔ پس لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ ایک وقت ایسا تھا خواہ وہ کس قدر ہی کم ہو جس میں حضور کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا گیا اور بعد میں علم سے نوازا گیا اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہم نہیں کہتے کہ چالیس سالوں سے کم و بیش عرصہ کے بعد آپ کو علم نبوت عطا کیا گیا سو بلکہ عالم انوار کی خلقت نوری ہی فرض کر لیجئے تب بھی ایک وقت خواہ ایک لمحہ کا بھی تصور کر لیں ماننا پڑے گا کہ پہلے آپ کی ذات تھی پھر صفت علم اُن کو عطا کی گئی اس لئے کہ علم اُن کا عطیہ پروردگار ہے نہ کہ عین ذات۔

علاوہ ازیں اس میں حضور کی کسر شان اور منقصت تب لازم آتی کہ یہ فقرہ ہماری طرف سے ہوتا۔ اگر خدا کہنے والا ہو تو اس میں کوئی منقصت ہے دیکھئے اگر بیٹا باپ کو کہے کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا ہوتا تو آپ بذات خود کچھ بھی نہ تھے تو یہ بیٹے کی طرف سے گستاخی ہے لیکن اگر باپ بیٹے کو کہے کہ اگر میں احسان نہ کرتا تو تیری کوئی حقیقت نہ تھی تو یہ بیٹے کی توہین نہیں ہے۔ اس مقام پر بھی اگر اُمت کے افراد میں سے کوئی کہے کہ حضور کچھ جانتے نہ تھے تو گستاخی لازم آئے گی لیکن اگر اللہ خطاب کر کے فرمائے کہ آپ کچھ نہ جانتے تھے اور میں نے ہی اپنی جانب سے روح کو اتارا اور آپ پر میرا ہی احسان ہے تو اس میں کوئی کسر شان نہیں ہے اور اللہ کی فرمائش پر ایمان رکھنا ہر انسان کا فرض ہے اور دوسرے مقام پر خود خدا نے اپنے حبیب کو تعلیم دی ہے دقت

دَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ یہ کہنا کہ وہ۔ اے رب میرے علم میں زیادتی فرما۔ اگر پہلے سے ہی سب کچھ معلوم ہوتو زیادتی علم کی وعاکس لئے تعلیم کی جارہی ہے۔ بہر کیف حضور رسالت مآب کے علم کے متعلق یہ تحدید کرنا کہ وہ کب سے عالم ہیں ہمارے عمدہ میں شامل نہیں اور نہ اُس کی ہم سے باز پرس ہوگی بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور کا علم تمام انبیاء و ملائکہ سے زیادہ ہے اور چونکہ حضور قرآن کے حامل و عالم ہیں اور قرآن میں اولین و آخرین کے علوم موجود ہیں اور تمام کتب سماویہ کے علوم بھی اس کے اندر موجود ہیں لہذا حضور کا علم اولین و آخرین کے علم پر اور تمام کتب سماویہ کے علوم پر حاوی ہے لیکن یہ کہنا کہ کب سے ہے اس کو وہ جانے جس نے حضور کو اس بلند مرتبہ پر فائز فرمایا ہے۔ پس اُس نے جب سے دیا ہے یہ تب سے عالم ہیں۔ اللہ کے نزدیک اگرچہ اس کی حد ضرور معین ہے لیکن ہمارا اُن کی مرعیین کرنا کوتاہ بینی اور ناقدر شناسی کے سوا اور کچھ نہیں۔ خداوند کریم ہمیں ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ۔ تفسیر اہل بیت علیہم السلام میں صراط مستقیم مراد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ہے۔

سُورَةُ الزُّحْرِ

یہ سورہ بکیہ ہے سوائے آیت نمبر ۵۵ کے۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کے ملانے سے نوے ہے اور یہ سورہ شوریٰ کے بعد نازل ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سورہ زحرف کی تلاوت کو جاری رکھے وہ قبر میں حشرات الارض سے محفوظ رہے گا اور فشار قبر سے بھی بچ جائے گا۔ اور بروز عشرت جنت میں داخل ہوگا (برہان)

حدیث نبوی میں ہے بلا حساب جنت میں جائے گا۔ (مجمع)

خواص قرآن میں سے ہے۔ حضور نے فرمایا جو شخص اس کو لکھ کر پئے گا اس کو کسی مرض کے لئے دوسرے دوا کی احتیاج نہ رہے گی۔ اور اگر مرگی والے شخص پر پھیرا جائے تو اس کو فوراً آرام ہوگا۔ اور اس کا شیطان جل جائے گا۔

(برہان)

رکوع ۷۔ حصہ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حمید مجید کا مخفف ہے اور مقطعات قرآن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

اُمّ الْکِتَابِ۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے اور مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ میں موجود ہے اور اس کی تاویل میں بروایت معانی اللخار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورہ فاتحہ میں صراطِ مستقیم سے مراد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل میں آپ نے اس آیت کو پیش فرمایا کہ اُمّ الْکِتَابِ سورہ فاتحہ کا ہی نام ہے اور علی حکیم سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور اگر اس کو

قرآن کی صفت قرار دیا جائے

تو مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید

باقی تمام کتب سماویہ سے درج

میں بلند ہے کیونکہ وہ فسوخ

اور یہ ناسخ ہے۔ نیز وہ بطور

معجزہ کے نہیں آتی محض

اور یہ معجزہ ہے نیز ان کا عمل

ختم ہو چکا ہے اور یہ باقی ہے

اور حکیم سے مراد چار حکمت

یا حکم ہے اور اس صفت میں

بھی قرآن مجید باقی کتب سماویہ

سے امتیازی حیثیت کا

حامل ہے۔

اَنْضُرِبْ۔ کفار مکہ کو

خطاب کر کے فرماتا ہے کہ

اگر تم لوگ اس قرآن مجید کی

ہدایت پر عمل نہ کرو تو کیا ہم

قرآن سنانا بھی چھوڑ دیں ؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حَمْدٌ ۲ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۳ اِنَّا جَعَلْنَا الْقُرْآنَ

کتاب میں کی قسم تحقیق ہم نے اس کو بنایا قرآن عربی

عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۴ وَاِنَّ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ لَدِيْنَ الْعِلْمِ

تاکہ تم سمجھو اور تحقیق وہ اُمّ الْکِتَابِ میں ہمارے پاس بلند حکمت

حَكِيْمٌ ۵ اَنْضُرِبْ عَنْكَ الَّذِيْ كَرِهْتُمْ

والا ہے کیا پھیر لیں تم سے ذکر و گردانی کرتے ہوئے اس لئے کہ تم زیادتی

قَوْمًا سْرِفِيْنَ ۶ وَكَمَا رَسَلْنَا مِنْ نَّبِيِّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۷

کرنے والے لوگ ہو ؟ اور کس قدر ہم نے نبی بھیجے گذشتہ لوگوں میں

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۸ فَاهْلَكْنَا

اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی نبی مگر وہ اس کے ساتھ مسخری کرتے تھے پس ہم نے ہلاک کر دیا

اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّقَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۹ وَلِيْنَ سَاَلْتَهُمْ

ان کو جو طاقت میں ان سے مضبوط تر تھے اور پہلے لوگوں کی مثال گذر چکی ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کہ

حالانکہ یہ بات ہرگز نہ ہوگی خواہ تم مانو یا نہ مانو ہم قرآن مجید کو ضرور نازل کریں گے۔

وَكَمَا اَرْسَلْنَا۔ یہ حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں آپ سے پہلے بھی ہم نے جس قدر نبی بھیجے اسی طرح

لوگ ان سے سخری کرتے رہے اور بالآخر ہم نے کفاریکہ سے بڑی جسامت اور مضبوطی وقت کے لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا اور ان لوگوں کی مثال ان کے سامنے موجود ہے اگر یہ نہ مانیں تو ان کا سخر بھی وہی ہوگا جو ان کا ہوا تھا۔

جَعَلَ لَكُمْ - یعنی اللہ نے زمین کو ہر لحاظ سے تمہارے نفع اٹھانے کے لئے سخر کر دیا ہے کہ اس میں آرام کر سکتے ہو اور اپنے مقاصد کی طرف سفر کر سکتے ہو اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے چل پھر کر عبرت حاصل کر کے راہ راست کی تلاش کر سکتے ہو تَذَكُّرًا وَنِعْمَةً - تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سواری پر سوار ہو جانے کے بعد اللہ کی نعمت کا ذکر بائیں طور کرے کہ میں اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کی دولت عطا فرمائی اور قرآن جیسی کتاب ہدایت ہماری طرف بھیجی اور حضرت رسالت مآب کی اُمت ہونے کا ہمیں شرف

مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيَقُولَنَّ خَلَقَهُ الرَّبُّ الْعَزِيزُ

آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو کہیں گے ان کو بنایا ہے اُس نے جو غالب

الْعَلِيِّ ۱۰ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ

جلنے والا ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنائے تمہارے لئے اس

فِيهَا سَبِيلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۱۱ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ

میں راستے تاکہ تم چل سکو (اپنے مقاصد کی طرف) اور وہ جس نے اتارا آسمان سے پانی اندازے

مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَدْدَةً مِّمَّا كَذَلِكَ تَخْرُجُونَ ۱۲

سے ہیں ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے ایک مردہ شجر کو اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْقُلُوبِ

اور وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب اور بنائے تمہارے لئے کشتیوں اور چرپاؤں میں

وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۱۳ لِيَتَسَوَّوْا عَلَى ظُهُورِهِمْ

سے وہ جن پر تم سواری کرتے ہو تاکہ ٹھیک ہو بیٹھو اس کی پشت پر پھر

تَذَكُّرًا وَنِعْمَةً رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ

یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جب ٹھیک بیٹھ جاؤ اس پر اور کہو پاک ہے وہ

الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۱۴ وَإِنَّا

جس نے مطلق کیا اس کو ہمارے لئے حالانکہ ہماری طاقت نہ تھی اور ہم

سجنا اور اس کے بعد پڑھے سُبْحَانَ الَّذِي تَأْتِيهِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَدْدَةً مِّمَّا كَذَلِكَ تَخْرُجُونَ اور بروایت کافی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر سواری پر بیٹھ کر انسان اس آیت مجیدہ کو پڑھے تو اگر گری بھی جائے تو اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ باذن اللہ

اور ایک روایت میں ہے سوار ہونے کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے اور اپنے گناہوں کی معافی بھی اللہ سے مانگ لے
 امام رضا علیہ السلام نے مصر کی طرف جانے والے ایک شخص سے فرمایا کہ اس جگہ کا پانی غیرت کو بٹاتا اور ذلت کو لاتا
 ہے اور آپ نے فرمایا کہ جانے سے پہلے مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کر لو اور سواری پر سوار ہو کر سُبحِی الَّذِی
 پڑھو کیونکہ اگر سواری سے انسان گر بھی جائے تو کوئی نقصان اس کو نہ پہنچے گا۔ مخلصاً۔

رُكُوعٌ -

وَإِذَا بُشِّرَ - یعنی وہ

ایسے ظالم ہیں کہ اپنے لئے
 تو بیٹے پسند کرتے ہیں
 اور خدا کے لئے انہوں نے

بیٹیاں تجویز کر لی ہیں۔ اور
 خود بیٹیوں سے اس قدر
 گھبراتے ہیں کہ جس کو اللہ

کے لئے مثال بناتے ہیں
 یعنی بیٹیاں دیکھو کہ اولاد

باپ کی مثل اور شبیہ ہوا
 کرتی ہے، اگر ان میں سے کسی
 کو بیٹی کی ولادت کی خبر سنائی

جائے تو غصے سے پُڑھ جاتا
 ہے اور اُس کا منہ کالا ہو جاتا

ہے۔

إِلَىٰ رَبِّنَا الْمُنْقَلِبُونَ ﴿١٥﴾ وَجَعَلُوا آلَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۗ

اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں اور مقرر کیا ان لوگوں نے اس کے بندوں میں سے ایک حصہ

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٦﴾ أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

(بیٹیاں تحقیق انسان صاف کفر کرنے والا ہے کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں پسند

بَدَتْ وَأَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ ﴿١٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا

کیں اور تم کو بیٹیوں کے لئے پسین لیا حالانکہ جب خبر دی جائے ان میں سے کسی کو اس کی

ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهَهُ مَسُودًا ۗ وَهُوَ

جو اللہ کے لئے اُس نے مثال قرار دی ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور وہ غصے سے

كَبِيمٌ ﴿١٨﴾ أَوْ مَنْ يَنْشَوٰ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

بھرتا ہے کیا اللہ کے لئے وہ تجویز کی (جو زیور وزینت میں اور جھگڑے میں اپنا مقصد بھی واضح

غَيْرِ مُبِينٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ

نہ کر سکے اور بنا لیا فرشتوں کو جو اللہ کے عبادت گزار ہیں

أَوْ مَنْ يَنْشَوٰ - یعنی کیا اللہ کے لئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جو زیب و زینت میں پرورش پانے والی ہو۔ اور اپنے مقابل
 سے جھگڑنے کے وقت اپنا مقصد بھی صحیح طور پر ادا کر سکنے پر قادر نہ ہو کیونکہ بالعموم عورت اپنی کمزوری کی بنا پر اپنے دل کی بات
 سمجھانے سے قاصر ہوتی ہے اور اپنے مقابل سے مرعوب ہو کر رہ جاتی ہے اور ممکن ہے کہ کفار کی بت پرستی کی مذمت
 ہو کہ تمہارے وہ بت جن کو تم زیور پہنائے رکھتے ہو اور تمہارے کسی جھگڑے کے وقت وہ اپنا فیصلہ سنانے سے بھی قاصر
 ہوتے ہیں ان کی پرستش کرنا کوئی عقلندی ہے پس اس سے سمجھ لو کہ عبادت کے لائق صرف وہ اللہ ہی ہے جس کا کوئی شریک

نہیں۔ اس کے بعد کفار کے اس نظریہ کی مذمت ہے کہ انہوں نے ملائکہ کو مونث قرار دیا تھا خدا فرماتا ہے کہ ان کے مونث ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا تم ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ہیں ان کی اس بات کو ٹوٹ کر لیا جائے گا اور قیامت کے روز ان سے باز پرس ہوگی کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟

وَقَالُوا - جب دلیلوں کا

جواب معقول نہیں دے سکتے

تو کھیمانے سے ہو کر غوٹے

بدراہبانہ بسیار کے طریقہ پر

عذر بارو بہ پیش کرتے ہیں

کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ان

کی عبادت نہ کر سکتے اور یہ

ان کی بات معقول جواب

نہیں صرف اندازہ ہی ہے

جو بالکل خلاف واقع ہے۔

أَمْ آتَيْنَاهُم - اس

کے بعد پھر سرزنش کے طور

پر فرماتا ہے کہ کیا قرآن مجید

سے پہلے ان کو کوئی کتاب

دی ہے جس میں بتوں کی

عبادت کے جواز کی ان کے

إِنَّا أَشْهَدُ وَآخِلَقُهُمْ سَتَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَيَسْأَلُونَ ﴿۲۰﴾

عورتیں تو کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پھر پوچھا جائیگا

وَقَالُوا الْوَسْأَاءُ الرَّحْمٰنِ مَا عٰبَدْنٰهُمْ مَا لَهُم بِذٰلِكَ مِنْ

اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی پوجا نہ کرتے حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم

عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرٰصُونَ ﴿۲۱﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِنْ قَبْلِهٖ

نہیں ہے وہ صرف اندازے سے بات کر لیتے ہیں کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے

فَهَمَّ بِهٖ مَسْتَمْسِكُونَ ﴿۲۲﴾ بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا

جس سے وہ تمسک رکھتے ہیں؟ بلکہ کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ

عَلٰى اُمَّةٍ وَاِنَّا عَلٰى اٰثَرِهٖمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۲۳﴾ كَذٰلِكَ مَا

پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر راہ چلنے والے ہیں اور اسی طرح نہیں بھیجا

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرِ الْاَقَالِ مُتْرَفُوْهَا

ہم نے تجھ سے پہلے کسی سببی میں کوئی نذیر مگر یہ کہ ان کے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ

ہم نے تجھ سے پہلے کسی سببی میں کوئی نذیر مگر یہ کہ ان کے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ

پاس کوئی سند ہو اور اس سے وہ تمسک رکھتے ہوں حالانکہ ایسا بھی نہیں ہے۔

بَلْ قَالُوا - جب ان کے پاس اور کوئی جواب نہیں بن آتا تو کہتے ہیں ہمارے باپ دادا اسی طریقہ پر چونکہ گامزن تھے

لہذا ہم انہی کے طریقہ پر قائم ہیں

كَذٰلِكَ - پیغمبر کو سبلی کے طور پر فرماتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے مشرکین کا یہی دستور رہا ہے کہ جس

زمانہ میں بھی ہم نے کوئی نبی بھیجا اس زمانہ کے عیش پرست لوگ یہی بہانہ بناتے تھے کہ ہمارے باپ دادا جس طریقہ پر تھے

ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام تک جس قدر انبیاء تشریف لائے سب کی بیان توحید تبلیغ کا مرکزی نقطہ عقیدہ توحید ہی تھا اور قرآن مجید کی جملہ تعلیمات میں سے نظریہ توحید کو ہی بنیادی حیثیت دی گئی ہے چنانچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں توحید سے ہی کلام کی ابتداء ہے اور سورہ توحید پر اس کا اختتام ہے اور آخری دو سوروں (معوذتین) میں کلمہ حق کے خلاف دوسرا سٹانے والے شیاطین سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اگر غور کیا جائے تو تمدن انسانی کی بقا و ارتقاء کا راز بھی اسی عقیدہ توحید میں مضمر ہے۔ لہذا مفاہد پرست طبقہ ہر دور میں عقیدہ توحید سے ہی برسرِ پیکار رہا ہے اور لا الہ الا اللہ ہی ایسا کلمہ ہے جو ہر دور میں باطل پرستوں کے اوہام کا نشانہ رہا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو جس قدر مصائب و آلام پہنچے پڑے ہیں اسی کلمہ توحید کی تبلیغ اس کی واحد وجہ تھی اور آج تک یہی سلسلہ جاری و ساری ہے اور علماء کے لئے کلمہ توحید کی تبلیغ ہی مقام امتحان ہے اگرچہ بت پرستی نہیں لیکن اللہ کے ساتھ شرکاء ماننے والوں کی دورِ حاضر میں بھی بتات ہے اور صرف ایک اللہ کا نام لینا ویسا ہی جرم ہے جس طرح سابق کے تاریک ادوار میں تھا خود شیعہ کبلانے والوں میں اگر کسی کام کی انجام دہی کی نسبت محمد و آل محمد کی طرف دی جائے اور کہا جائے کہ محمد و آل محمد کی مہرمانی سے میرا فلاح کام ہو گیا ہے تو خوشی سے بغلیں

بجاتے ہیں اور اس کو صحیح عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے میرا بانی فرمایا ہے تو چہروں کی رونق چھا جاتی ہے۔ بلکہ جاہل طبقہ میں آج کل یہ وبا عام ہو رہی ہے اور نام نہاد مولوی صاحبان کی تائید بھی ان کو حاصل ہے مثلاً کسی کو دعا کے طور پر کہتے ہیں تجھے

۲۴ **إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ**

ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو اس طریقہ پر اور ہم انہی کے نقش قدم پر ہی چلنے والے ہیں

قَالَ أَوْلَوْجِبَّتْكُمْ بِأُمَّدِي مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ

(نبی نے) کہا کیا اگر میں لایا ہوں زیادہ صحیح طریقہ اس سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو

أَبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كِفْرُونَ ۚ فَانقَبْنَا

پایا ہے تو پھر؟ کہتے گئے اُس کو نہیں مانتے ہم جو تم لائے ہو پس ہم نے ان سے

مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۚ

ان کا بدلہ لے لیا پس دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

عملی آباد رکھے یا تجھے حسین آباد رکھے وغیرہ اور اگر ان کو سمجھایا جائے کہ اس کے بجائے یوں تلفظ درست ہے تجھے علی وحسین کے صدقہ میں اللہ آباد رکھے تو جاہل دست و گریبان ہونے کو تیار ہو جاتے ہیں یہ دباؤ عوام میں جہالت کی وجہ سے ہر دور میں ہوا کرتی ہے لیکن دورِ حاضر میں چونکہ مفاہد پرست زقاصان منبر بھی علماء حق کو نینچا دکھانے کی خاطر جہلاء کی تائید کر دیتے ہیں پس وہ اپنے غلط رویہ کو ایک مستند عقیدہ قرار دے کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور عوام کو یہ باور کرا دیا جاتا ہے کہ خدا نے سب کچھ

محمد و آل محمد کے حوالہ کر دیا ہے پس کائنات کے جملہ امور میں مدبر و ناظم ہی ہیں اور اللہ اپنے مقام پر بالکل فارغ اور معطل ہے وہ ان کے اختیارات میں دخل دے سکتا ہے اور نہ ان کی بات کو موڑ سکتا ہے اور یہ تفویض کا بدترین عقیدہ ہے جس کی ائمہ اہل بیت نے متعدد مرتبہ نفی فرمائی اور اس سے برأت کا اعلان فرمایا ہے۔

اور لطف یہ کہ باپ دادا کی غلط سنت پر چلنے والوں کو جو لوگ بر ملا کوستے ہیں وہ خود اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتے اور مشرکین مکہ کی جس غلط روش کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اس سے بھی بدتر طرز عمل خود اپنائے ہوئے ہیں لیکن اس میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے چنانچہ اسی سورہ مبارکہ میں ابتدا سے ہی توحید کا بیان جاری ہے اور مشرکین مکہ کو تنبیہات کی جارہی ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ ان سے دریافت کرو کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ فوراً جواب میں کہیں گے کہ ان کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے لیکن باوجود اس کے پھر بھی جملہ تصرفات میں اللہ کو ایک کہنے کی جرات نہیں کرتے بلکہ اپنے من گھڑت معبودوں کو شریک ماننا اپنا آباؤ اجداد کی رسم قرار دیتے ہوئے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور آج کل کے جہلاء تو ان سے بھی ایک قدم آگے ہیں کہ خلق و رزق اور موت و حیات کی نسبت بھی اللہ کی طرف دینا ان کو پسند نہیں بلکہ ان امور میں وہ محمد و آل محمد کو مشارک سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے مشرکین مکہ کو مشرک کہتے ہیں اور اپنے آپ کو موحد قرار دیتے ہیں۔ پس اس پُر از تقن دور میں علماء حقہ کو کمر سمیٹ بانڈھ کر آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ باطل کی غوغا آراشیوں سے گھبرانے کی بندش سے آزاد ہو کر پرچم توحید کو بلند کرنا ان کا فریضہ ہے اور اس سلسلہ میں ہر نصیبت کا کھلے دل سے استقبال کرنا ان کی شان ہے اور اس صحیح عقیدہ کی ترویج ضروری ہے کہ تمام نظام کائنات کا واحد مالک اللہ ہے اور محمد و آل محمد اس کی بارگاہ تک رسائی کا بہترین وسیلہ ہیں پس یہ اس کے عبادت گزار بندے ہیں اور اشرف المخلوقات ہیں انسان کو سب کچھ ان کو وسیلہ قرار دے کر اللہ سے ہی مانگنا چاہیے کیونکہ دعاؤں کے سننے والا اور دینے والا صرف وہی ایک ہے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔

رکوع ۹ - لَبَّيْهِ

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۷﴾

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا میں اس سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو

إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۸﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً

مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی میری رہبری کریگا اور کیا اللہ نے اس کو (کل توحید) کلمہ باقیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نارخ تھا۔ اس جگہ باپ سے مراد چچا ہے اور سابق عبادوں میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

اِنِّي بَرَاءٌ - یہ صدر ہے واحد تشبیہ اور جمع اور مذکورہ ہونٹ سب پر حمل ہو سکتا ہے چنانچہ اِنِّي بَرَاءٌ نَحْنُ بَرَاءٌ کہہ سکتے ہیں اور اس کا معنی برائی ہے جس طرح عدل بمعنی عادل ہوتا ہے اور ذِيْذُوْ عَدْلٍ ذِيْذَانِ عَدْلٍ اور اِمْرًآءَ عَدْلٍ کہنا جائز ہے۔ یعنی ذُوْ عَدْلٍ ذُوْ عَدْلٍ اور ذاتِ عدل۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً - یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا اور پوری قوم کو لکارتے ہوئے اعلانیہ پرچم توحید بلند کیا تھا اور غرود جیسے سرکش اور مطلق العنان شمشاہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کے باطل خداؤں سے برأت کا اعلان فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں ہر آنے والی مصیبت کا کھلی پیشانی سے استقبال کر کے اپنے عزم و استقلال کا وہ لازوال مظاہرہ فرمایا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی قوت ارادہ نے باطل کے مضبوط و محکم محل کی بنیادیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں اور دیکھتی ہوئی غرودی آگ میں باطل پرستوں کی سطوت و دبدبہ کی خاکستر پر مسند نبوت لگا کر ایسی مشعل توحید روشن کی کہ رستی و دنیا تک اس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ پس اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے ثبات قدم کے صلہ میں کلمہ توحید ان کی نسل میں رکھ دیا۔ پس ان کے بعد جس قدر انبیاء

فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۹﴾ بَلْ مَنَعْتَ هُوَ لَا وَاٰ

اس کی پشت میں تاکہ وہ رجوع کریں بلکہ میں نے نفع دیا ان کو اور ان کے

اٰبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۳۰﴾ وَاٰ

باپ دادا کو بیان تک کہ ان کے پاس حق اور بیان کرنے والا رسول آیا اور

لَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّآيٰتُ كُفْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاٰ

جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے

آئے وہ سب حضرت ابراہیمؑ کی ہی اولاد سے تھے چنانچہ توحید پرستوں کا ایک سلسلہ حضرت اسمعیٰ کی نسل سے چلا اور حضرت عیسیٰ تک منتهی ہوا اور دوسرا سلسلہ حضرت اسمعیٰ کی اولاد میں قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور چونکہ حضرت اسمعیٰ کی اولاد میں توحید پرستوں کا یقینی سلسلہ حضرت عیسیٰ تک آکر ختم ہو گیا لہذا کلمہ باقیہ فی عقبہ کا مصداق حضرت اسمعیٰ کی اولاد کا سلسلہ ہی ہو سکتا ہے جو حضرت قائم آل محمد علیہ السلام تک جاری و ساری ہے۔ اور آیت مجیدہ صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت رسالت مآب اور حضرت علی علیہما السلام سے حضرت ابراہیمؑ تک ان کا آبائی سلسلہ سب کا سب توحید پرست تھا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ کلمہ توحید کو میں نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں باقی رکھا اور اس سلسلہ طاہرہ میں اگر کہیں شرک گھس جاتا تو کلمہ باقیہ اس کو نہیں کہا جاسکتا اور روایت اہل بیت میں کلمہ باقیہ سے مراد آل محمد کی امامت حقد ہے جو تاقیامت جاری رہے گی۔

تفسیر صافی میں بروایت مناقب جناب رسالت مآب سے منقول ہے جب آپ سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا امامت حسین کی نسل میں رہے گی اور اس کی صلب سے نو امام آئیں گے اور اس امت کا مدیٰ اپنی میں سے ہوگا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت ہمارے حق میں ہے اور امامت تاقیامت حضرت حسین علیہ السلام کی اولاد میں رہے گی (نور الثقلین)

لَعَلَّهِمْ يَرْجِعُونَ - کفار مکہ کی فمائش کے لئے ہے جن کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا تھا کہ ہم نے عہدہ

امامت و ہدایتِ خلق حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں قیامت تک کے۔ نئے رکھ دیا ہے تاکہ یہ لوگ جو اپنے آباء کے نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی طرف رجوع کہ لیں جو ان کا جدا علی تھا اور فرمایا کہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیاوی طور پر مال و دولت اور خوشحالی عطا فرمائی اور پیغامِ حق یعنی دعوتِ اسلام اپنے رسول کے ذریعہ ان تک پہنچائی لیکن وہ ازراہ انکار اس کو جادو کہہ کر راہِ حق سے دُور ہٹ گئے اس جگہ حق سے مراد قرآن مجید بھی لیا گیا ہے۔

تفسیر برہان میں سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں موجود تھے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف لائے اور ہمارے درمیان میں بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ سَلَوْنِي قَبْلَ أَنْ تَقْدُوْنِي سَلَوْنِي عَنِ الْقُرْآنِ فَإِنَّ فِي الْقُرْآنِ عِلْمَ الْآدَوِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ - لَمْ - یعنی مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ اور مجھ سے قرآن کے متعلق سوال کرو کیونکہ اس میں اولین و آخرین کے علوم موجود ہیں اور قرآن نے کسی کے لئے بات کرنے کی جگہ نہیں چھوڑی لیکن اس کی صحیح تاویل اللہ اور راسخون فی العلم ہی سمجھتے ہیں۔ ان میں سے ایک رسول اللہ تھے جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا اور انہوں نے مجھے سکھایا۔ اور یہ سلسلہ ان کی نسل میں قیامت تک رہے گا اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وَبَقِيَّةٍ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ الْيَحْيٰى اور فرمایا میری نسبت رسول اللہ سے اس طرح ہے جس طرح ہارون کی موسیٰ سے تھی سوائے نبوت کے اور علم قیامت تک ہماری نسل میں جاری رہے گا اور یہی آیت پڑھی۔ وَجَعَلْنَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ - پس حضرت رسول اللہ ابراہیم کے عقب سے تھے اور ہم اہل بیت محمد کے عقب ہیں۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے کَلِمَةً بَاقِيَةً کی تفسیر رسول اللہ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا اللہ نے امامت حسین کی نسل میں رکھی ہے پس نو امام ان کی اولاد سے ہوں گے جن میں اس اُمت کا مہدی بھی ہوگا اور اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان زندگی گزار دے لیکن اگر میری اہل بیت کے ساتھ بعض رکھتا ہو تو یقیناً دوزخ میں جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے جب حضور نے حدیث ثقلین بیان فرمائی تو اس کی وضاحت میں فرمایا ان میں ایک قرآن ہے پس جو اس کی اتباع کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اس کو ترک کرے گا وہ گمراہ ہوگا پھر فرمایا دوسرے میری اہل بیت ہے اور تین دفعہ اہل بیت کے متعلق لوگوں کو تسک کی ہدایت فرمائی۔ راوی حدیث کہتا ہے میں نے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ کیا اہل بیت سے مراد آپ کی بیویاں ہیں تو ابو ہریرہ نے جواب دیا نہیں اس سے مراد ان کے خاندان کے بارہ امام ہیں۔ جن کا قرآن میں ذکر ہے وَجَعَلْنَا كَلِمَةً بَاقِيَةً لَّهُمْ (برہان)

وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ

وَقَالُوا - تفسیر برہان میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے ایک

اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن دو بستروں (مکہ و طائف) کے کسی

طویل روایت کے ذیل میں منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ دوسری طرف اکابر قریش حج

ہو گئے جن میں ولید بن معیرہ مخزومی ابوالختر بن ہشام مخزومی ابوہبل بن ہشام مخزومی حاص بن وائل اور عبداللہ بن ابی امیہ کے علاوہ کافی لوگ تھے حضورؐ اپنے صحابہ کی مختصر سی جماعت کو قرآن سنا رہے تھے اور دینی مسائل کی تعلیم دے رہے تھے مشرکین نے حضورؐ کے معاملہ میں باہمی مشورہ شروع کر دیا آخر میں طے ہوا کہ حضورؐ سرور کائنات سے کھلے میدان میں بات کی جائے۔ ابوہبل نے سوال اٹھایا کہ ان سے

عَظِيمٌ ۳۲ اَمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ حُنْقًا قَسَمْنَا

بڑے آدمی پر ہا کیا وہ تقسیم کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو حالانکہ ہم نے ہی ان کے

بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

درمیان ان کی دنیاوی زندگی کی روزی تقسیم کی ہے اور بعض کو بعض پر درجات

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَخِرِيًّا وَ

میں بلندی دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور

رَحْمَتِ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۳۳) وَلَوْلَا اَنْ يَكُونَ

اللہ کا انعام اُس سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ

النَّاسُ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبِئْسَ مَا

ایک اُمت بن جاتے دُکھ پر جمع ہو جاتے تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی

سَقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۳۴) وَلِبِئْسَ مَا

کی کر دیتے اور پڑھیاں بھی جن پر پڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کے

اَبْوَابًا وَسُرَرًا عَلَيْهَا يَتَّكِنُونَ ۳۵) وَزُخْرًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا

دروازے اور چابھیاں جن پر تکیے لگاتے ہیں (یہ سب چاندی) اور سونے کے ہوتے اور یہ سب کچھ البتہ

مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۳۶)

زندگی دُنیا کے فائدہ کی چیزیں ہیں اور آخرت تیرے رب کے نزدیک متقی لوگوں کی ہے

مغیرہ کا اور طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی کا نام پیش کیا کہ عہدہ نبوت و رسالت کے لئے یہ دو شخص زیادہ موزوں تھے۔ ان

بات کو ان کرے گا تو عبداللہ

بن ابی امیہ مخزومی نے کہا کہ

مجادلہ اور مناظرہ کے میدان

میں بات میں ہی کروں گا چنانچہ

سب کے سب اٹھ کر چلے

گئے اور عبداللہ بن ابی امیہ

نے حضورؐ کا نام لے کر اپنی

طرف متوجہ کرتے ہوئے

آپ پر چند اعتراضات کئے

اور من جملہ ان کے ایک یہ تھا

کہ اگر خدا نے ہماری طرف

رسول بھیجا تھا تو مکہ اور طائف

کی دو بستیوں میں سے

کسی نامور شخصیت اور سربرآوردہ

انسان کو اُس نے کیوں نہیں

نامزد کیا کیونکہ اگر کوئی نامور

اور دولت مند بارسوخ آدمی یہ

کا انجام دیتا تو وہ زیادہ موثر

ہوتا اور اُس نے مکہ کے

سرداروں میں سے ولید بن

میں سے کسی ایک کو قرآن دے کر بھیجنا زیادہ مناسب تھا آپ نے نہایت متانت اور حوصلہ سے ان کی ساری بات سنی اور ایک ایک کا جواب شافی دیا اور اس مذکورہ سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح تم لوگ مال دنیا کو اہمیت دیتے ہو اللہ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت وقعت نہیں ہے بلکہ اگر مال دنیا کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک پانی کا گھونٹ بھی دنیا سے نصیب نہ ہوتا اور اللہ کی رحمت کی تقسیم تمہارے ہاتھ میں نہیں بلکہ وہ اپنی رحمت کو اپنے بندوں میں غور سے اپنی مشیت اور صوابدید سے تقسیم فرماتا ہے وہ تمہاری طرح کسی کی مالی حالت اور زر و دولت کی فراوانی سے مرعوب اور خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ اُس کو کسی کے مال میں طمع و لالچ ہے اور نہ خواہشات نفسانیہ کی بنا پر کسی سے محبت کرتا ہے تاکہ استحقاق کے بغیر کسی کو آگے بڑھائے اور کسی کو پیچھے ہٹائے بلکہ وہ تو عادل ہے جو اُس کی اطاعت کرے وہ اُس کا پیارا ہوتا ہے سزا و دنیاوی حیثیت سے مالدار ہو یا فقیر ہو اور خوشحالی اور مالدار ہی بھی اُسی کی طرف سے عطیہ ہے۔ اور مخلوق میں سے کسی کو اُس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پس اُس کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تو نے فلاں کو دولت دی ہے تو اُس کو نبوت بھی دے دے اور نہ اُس کو اس کے فیصلے کے خلاف مجبور کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے اُس نے ایک شخص کو دولت دے کر بد صورت بنا دیا اور دوسرے کو خوبصورت بنا کر دولت سے محروم کر کے فقیر بنا دیا۔ اسی طرح ایک کو عزت و شرف عطا فرما کر تنگدست کر دیا اور دوسرے کو دولت و ثروت دے کر عزت سے محروم کر دیا۔ پس غنی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کہ مجھے دولت مندی کے ساتھ خوبصورتی کیوں نہیں دی اور خوبصورتی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اُن صورت کے ساتھ دولت مندی کیوں نہیں دی گئی اسی طرح شریف اپنے شرف کے ساتھ کسی کو دولت کا سوال نہیں کر سکتا اور دولت مندی اپنی دولت کے ساتھ کسی کے شرف کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ کی تقسیم ہے وہ جس طرح چاہے اُس کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ اُس کو کوئی ٹوک سکتا ہے اُس کے افعال حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر طرح لائق حمد و ستائش ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے اے محمد: **أَهْمُ يَقْسِمُونَ دَحْمَةَ رَبِّكَ** کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنے والے ہیں ان کی دنیاوی معیشت کو تو ہم نے ہی تقسیم کیا ہے اور بعض کو بعض پر محتاج کر دیا تاکہ نظام عالم برقرار رہے۔ پس ایک کو دوسرے کے پیسے کا محتاج کیا ہے تو پیسے والے کو اُس کے مال کا محتاج کیا ہے اسی طرح ایک دوسرے کی دولت کا محتاج ہے تو دوسرا اُس کی خدمت کا محتاج ہے چنانچہ بڑے بڑے سلاطین اور دنیاوی بلند مراتب کے مالک غریب و فقرا کی طرف بعض امور میں محتاج ہیں کوئی ان کے پیشے کا محتاج ہے۔ کوئی ان کی خدمت کا محتاج ہے اور کوئی ان کے علم و حکمت کا حاجت مند ہے۔ اور بادشاہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے اللہ تو نے مجھے بادشاہی دی ہے تو علم و حکمت کیوں نہیں دی؟ اور فقیر و غریب یہ نہیں کہہ سکتا اے پروردگار تو نے مجھے علم و حکمت عطا فرمائی ہے تو دولت کیوں نہیں دی؟ پس فرمایا ہم نے بعض کو بعض پر بعض امور میں فوقیت دو درجات میں بلندی دے کر نظام عالم کو برقرار رکھا ہے تاکہ ایک دوسرے کی احتیاج سے تمدن برقرار رہے اور وہ ایک دوسرے کی خدمت کر سکنے کے قابل ہوں اور باہمی تعاون سے کام چلا سکیں **مُسَخَّرِينَ لِنَعْمَةٍ** سے ہے یعنی ایک دوسرے کی خدمت کر سکیں۔

تقسیم رزق

اَهُمْ يَقْسِمُونَ۔ اس جگہ رحمت سے مراد نبوت ہے۔ یعنی کسی کو نبوت عطا کرنا بندوں کا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے اور یہ تقسیم بندوں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اللہ کے قبضہ میں ہے جسے چاہے نبوت عطا فرماتا ہے۔ اور صرف نبوت نہیں بلکہ دنیاوی رزق اور معیشت کی تقسیم بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ جس کو اللہ نعمت نبوت سے سرفراز فرمائے اُس کو وسعت رزق اور فراوانی دولت بھی عطا کرے اور اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جس کو رزق واسع اور دولت زیادہ عطا کرے اُس کو دولت نبوت سے بھی بالامال کرے بلکہ یہ تقسیم اللہ کی مشیت سے ہے۔ پس اکثر انبیاء دنیا میں رزق ظاہری کی فراوانی و وسعت سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا دار اور عیش پرست طبقہ ہر زمانہ میں انبیاء کی تبلیغ کے آگے حائل ہونے کی کوشش کرتا رہا اور صرف چند نبی ایسے ہیں جو دنیاوی طور پر خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نبی بھی تھے اور حکمران بھی تھے۔ حضرت یوسف نے ایک زمانہ تنگ دستی اور مصائب میں گزارا لیکن دوسرے وقت میں برسر اقتدار بھی رہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نہایت خوشحال زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن اللہ نے بطور امتحان اُن سے ایک مدت تک خوشحالی سلب کر لی لیکن ان کے صبر و شاک میں ذرہ بھر فرق نہ آیا پھر دوبارہ ان کو حسب سابق بلکہ اُس سے بھی زیادہ خوشحالی عطا کی گئی۔ اسی طرح حضرت رسالت مآب کا ابتدائی دور غربت و افلاس کا دور تھا لیکن ہجرت کے بعد مدینہ میں شہنشاہ وقت کی حیثیت بھی آپ کو حاصل تھی۔ اور انبیاء نے غربت اور خوشحالی کے ہر زمانہ میں خوشنودی خدا کے پیش نظر بلند کردار کی وہ شعلیں روشن فرمائیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کی ارتقا کے لئے نضر راہ کا کام دیتی ہیں اور دنیا کے ہر طبقہ یعنی امیر و غریب کے لئے ہدایت کے روشن و بلند مینار کی حیثیت رکھتی ہیں پس دنیا کا غریب انسان اُن کی زندگی سے صبر کا درس لے سکتا ہے اور مصیبت زدہ انسان اُن سے راضی برھنائے خدا ہونے کا سبق لے سکتا ہے۔ اور مالدار اور دولت مند انسان اُن کے آسہ حسہ پر چل کر انسانی ہمدردی اور شکر خداوندی کو اپناتے ہوئے انسانیت کی صحیح خدمت میں مصروف ہو سکتا ہے اور تقسیم معیشت و رزق کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اس عمل و اسباب کی دنیا میں ہر انسان کو اپنی مشیت و مصلحت کے پیش نظر قوائے بذیہ عطا فرمائے اور اسباب ظاہریہ تک اس کی رسائی کو ممکن بنا دیا۔ پس ہر انسان خدا کی عطا کردہ قوت و طاقت اور علم و فراست کی بدولت تحصیل رزق و معیشت میں آگے بڑھ سکتا ہے اور توفیق پروردگار سے اپنے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار ہو ہو سکتا ہے۔ پس کسی کا دولت مند ہونا یا فقیر ہونا جہاں ایک طرف ان کی اپنی محنت و ہمت سے وابستہ ہے وہاں دوسری طرف توفیق پروردگار کو بھی اس میں غیر معمولی دخل حاصل ہے اور اس کی وجہ قرآن کریم نے ہی بیان کی ہے کہ تمدن انسان کی کامیابی اور زمین کی آبادی کا راز اسی میں ہی مضمر ہے کہ انسانوں کے درجات میں تفاوت اور امیر و غریب کا فرق موجود ہو۔ پس کوئی ذہین، کوئی کند ذہین، ایک محنتی دوسرا نکما، ایک لالچی دوسرا قانع، کوئی صابر کوئی بے صبر، اسی طرح بخیل و سخی، فضول خرچ و میانہ رو، طاقتور و کمزور وغیرہ کے فطری اور خلقی امتیازات اُس نے طبیعت انسانی میں ولعیت فرمادئے۔ نیز تحصیل رزق کے دوسرے وسائل میں بھی بنیادی اختلافات قائم کر دیئے۔ زمینوں میں سے بعض مالائی اور دوسری زرخیز اور پانیوں میں سے بعض مفید اور بعض غیر مفید

وغیرہ اس خالق کی قہری تقسیمیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس کے بعد فضلوں کی پختگی کے وقت ہواؤں کا رد و بدل اور بارشوں کی آمد یا انقطاع اور پھر بعض پختہ فصلوں پر آفتِ سماویہ کی تباہ کاری اور بعض کا محظوظ رہ جانا وغیرہ انسانی تدابیر سے بالاتر ہے اور یہ سب اللہ ہی کے کرشمہ قدرت کے مظاہر ہیں جن کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ پس غور و فکر کرنے والا اس نتیجہ تک باسانی پہنچ سکتا ہے کہ اسبابِ رزق اور تحصیلِ معیشت میں محنت و محنت کے ساتھ توفیق پروردگار تقسیمِ معیشت و رزق میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اسی بنا پر اس کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہی ان کی معیشت کو ان میں تقسیم کیا ہے تاکہ نظامِ عالم برقرار رہے۔

اگر سارے انسان ایک جیسے ہوتے اور کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا تو نظامِ رزق برہم ہو جاتا پس ارشاد فرمایا کہ ہم نے بعض کو بعض پر تقسیمِ رزق اور تقسیمِ رحمت میں فوقیت دے دی تاکہ ایک دوسرے کی احتیاج باقی رہے اور نظامِ قائم رہے پس تقسیمِ رزق سے مراد قوائے جہانیہ اور اسبابِ ظاہریہ میں تفاوت ہے۔ اور تقسیمِ رحمت سے مراد قوائے باطنیہ علم و دانشِ حلم و حوصلہ اسی طرح نبوت و رسالت اور ولایت و معرفت وغیرہ کے روحانی و عقلی مراتب میں فرق ہے پس امیرِ غریب کی خدمت کا محتاج ہے تو غریب امیر کی دولت اور ولایت کا محتاج ہے اسی طرح جاہلِ عالم کے علم کا محتاج ہے تو عالم جاہل کے کسب کا محتاج ہے و علیٰ ہذا القیاس۔ اور اسی سے پوری کائنات کا نظامِ رواں دواں ہے اور اس میں کسی کو چون و چیراں کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت۔ پس جس طرح دولت مند کا فر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں اللہ نے دولت دی ہے تو نبوت ہمیں کیوں نہیں دی۔ اسی طرح کسی نبی و ولی یا مومن فقیر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں روحانی دولت کے ساتھ مالی دولت کیوں نہیں عطا فرمائی پس یہ اللہ کی تقسیم ہے اور اس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اور آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کی بھی صراحت سے نفی ہو گئی ہے جو جاہل کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام یا محمد و آل محمد تقسیمِ رزق ہیں۔ پس یہ عقیدہ رکھنا باطل اور قرآن کی رو سے بالکل غلط ہے یکد شرک ہے۔ وَكَذَٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ گذشتہ آیت کے اختتام پر اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت و بنیادی مال و دولت اور ظاہری رزق سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگرچہ تقسیمِ رحمت اور تقسیمِ دولت دونوں میرے قبضہ میں ہیں لیکن میں نے رحمت کو دولت سے بہتر قرار دیا ہے۔ اور چونکہ لوگوں کی اکثریت کا رجحان دولت کی طرف زیادہ ہوتا ہے اسی لئے کفار و مشرکین کو حد سے زیادہ دولت نہیں دیتا اور مومنوں کو قطعی طور پر محروم نہیں کرتا تاکہ لوگ بنیادی کشش کی بدولت ایمان سے بالکل منحرف اور برگشتہ نہ ہو جائیں ورنہ دنیا کی ہر قسم کی رنگینی و زیبائش و آرائش کے سارے سامان میں کفار و مشرکین کے لئے مخصوص کر دیتا۔ پس ان کے گھروں کی چھتیں، دیواریں اور دروازے تک سونے کے ہوتے۔ اور مومنوں کو صرف قوتِ لایموت تک محدود رکھتا۔ لیکن چونکہ اس میں مومنوں کا امتحان سخت ہو جاتا اور بہت کم صاحبانِ نصیب دولت ایمان پر ثابت قدم رہ سکتے۔ اس لئے میں نے بنیادی نعمات کی تقسیم میں بھی توازن کو قائم رکھا ہے اور اس کا حصول اسبابِ ظاہریہ کا مہربان منت قرار دیا ہے تاکہ ہر شخص ان کے ماتحت اپنی محنت و محنت کے قدموں پر چل کر تاحد ضرورت بہرہ ور ہو۔ اور امیر و غریب پر شایانِ شان فرائض عائد کر دئے تاکہ حق و باطل میں امتیاز کے ہر شخص اپنا مستقبل معین کر سکے۔ اور ساتھ ساتھ دنیا کے انجام بد اور تقویٰ کے انجام خیر سے اطلاع دے دی چنانچہ پہلی آیت

کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کی رحمت یعنی روحانی مراتب و مدارج کی بلندی اُس سے بدرجہا بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں اور آخر میں فرمایا کہ ظاہری مال و دولت اور سونا اور چاندی زندگی کا کوئی دنیا کے منافع ہیں جن کا آخرت سے کوئی ربط نہیں ہے اور آخرت کی زندگی تقویٰ کرنے والوں کے لئے ہے۔

اور جن جن نبیوں کو پروردگار نے مال و دولت کے ظاہری اسباب میں زیادہ دسترس عطا فرمائی انہوں نے خوشنودی پروردگار کی خاطر اپنے عمل سے مال و دولت کی تحقیر و تذلیل اپنی امت کے سامنے پیش فرمائی چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ وقت ہونے کے باوجود ساری زندگی اپنی محنت شاقہ اور کٹید سے ہی اپنے انراجاتِ خانگی کو پورا فرماتے رہے۔ اور شاہی خزانہ رفاہ عامہ اور مساکین کی امداد کے لئے وقف رہا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام شہنشاہ زمان ہونے کے باوجود محنت و مزدوری سے اپنی اور اپنے عیال کی روزی کاتے رہے۔ اور بیت المال کو مستحقین کے لئے مخصوص رکھا۔ اور حضرت رسالت مآب نے مدینہ میں اقتدارِ اعلیٰ سنبھالنے کے بعد بھی امیرانہ و شاہانہ زندگی کے بجائے مسکینوں کی سی زندگی کو ترجیح دی اور حضور کی طرف یہ فقرہ منسوب ہے۔ دیتِ اٰحِبِّیْ مَسْکِیْنًا وَاَمَّتِیْ مَسْکِیْنًا وَاَحْسَبُ نِیْ فِیْ زُفْرَةِ الْمَسَاكِیْنِ۔ یعنی اے پروردگار مجھے مسکینوں کی سی زندگی اور مسکینوں کی سی موت دینا اور بروزِ محشر بھی مجھے مساکین کے زمرہ میں مشور فرمانا۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام مملکتِ اسلامیہ کے شہنشاہ ہونے کے باوجود اپنی مزدوری سے حاصل کردہ خشک نان جویں پر لمبے اوقات کرتے رہے اور بیت المال کو رفاہ عامہ کے لئے اور مساکین و محتاجوں کی امداد کے لئے مخصوص رکھا۔ اور اپنے اسوہ حسنہ سے قیامت تک کے انسانوں کے لئے زہد و تقویٰ اور قناعت کا وہ درس دے گئے کہ ہر دور میں انسانیت ان کی بتائی ہوئی سیرت کو اپناتے ہوئے اوجِ رفعت کی طرف قدم بڑھاتی رہے گی۔ خداوند کریم تمام مومنوں کو محمد و آل محمد کی سیرتِ حسنہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَنْ یَّعِشْ - عِشًا یَعِشُوْا سے ہے اس کا معنی ہے اندھا ہونا اور ذکرِ رحمان سے مراد قرآن مجید ہے یعنی جو شخص قرآن مجید سے روگردانی کرتا ہے ہم اُس کے لئے شیطان مقرر اور مقرر کر دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جو ہدایت قرآنیہ سے منہ موڑے لازمی طور پر کوئی نہ کوئی گمراہ کرنے والا شیطان اُس کا ساتھی بن جاتا ہے جو اُس کو ہر کارِ خیر سے علیحدگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے پس وہی شیطان جہنم تک اس کے ساتھ رہے گا جس طرح مومن کے لئے خداوند کریم کی جانب سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو جنت تک اُس کے ساتھ رہے گا۔ بعض لوگوں نے اس جگہ شیطان سے مراد علماء و سولے ہیں جو لوگوں کو راہِ حق سے بھٹکاتے

وَمَنْ یَّعِشْ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ لَقِیْضٌ لَّهٗ شَیْطٰنًا فہولہ

ہیں۔ اور جیب چڑھی کر کے

خوش ہوتے ہیں۔

اور جو اندھا ہو جن کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لئے شیطان پس یہی اس کا

یَلِیْتٌ۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ دوزخی کا شیطان ساتھی اُس کے ساتھ ایک ہی زنجیر سے بندھا ہوا ہوگا۔ تو یہ

ازراہِ حسرت کہے گا کاش! کہ میرے اور اس کے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی تو میں اس کے پھندے میں گرفتار

ہو کر اس عذاب میں نہ پڑتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشرقین سے مراد گرمی اور سردی کی مشرق ہو۔

معراج کی بات

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب معراج حضرت رسالت مآب کو آواز پہنچی کہ تین چیزوں میں آپ کو آزما یا جائے گا اور آپ کو صبر کرنا ہوگا پس حضور نے صبر کا عہد کیا ارشاد ہوا۔ پہلی بات یہ ہے کہ جھوکارہ کہ اور اپنے اور اپنے خاندان کی ضروریات پر صاحبان حاجت

قرین ﴿۳۵﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ

ساتھی ہوتا ہے اور وہ (شیاطین) اس کو پھیرنے میں راستے سے اور وہ سمجھتے ہیں کہ

أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۳۸﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ لَيْتَ بَيْنِي وَ

ہم ہدایت پر ہیں یہاں تک کہ جب ہمارے پاس پہنچے گا تو کہے گا کاش میرے اور تیرے

بَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَسُّ الْقَرِينُ ﴿۳۹﴾ وَلَنْ يَنْفَعَكَ

درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا کہ تو بڑا ساتھی ہے اور ہرگز تم کو نہ فائدہ دیگی

الْيَوْمَ إِذ ظَلَمْتُمْ أَنكُم مِّنْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۴۰﴾ أَفَأَنْتَ

اس دن جب کہ تم ظالم ہو رہے ہو یا تم کو تحقیق تم عذاب میں شریک ہو کیا تو سناتا

تَسْمِعُ الصَّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىٰ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۴۱﴾

ہے برے کہ یا ہدایت کرتا ہے اندھے کو اور اُس کو جو کھلی گمراہی میں ہے

کی حاجتوں کو ترجیح دے کر صبر کرنا پڑے گا۔ آپ نے عرض کی میں راضی ہوں اور تیری ذات سے توفیق کا طالب ہوں پھر ارشاد ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے لوگ جھٹلا میں گے پس سخت خطرہ کی حالت میں اہل کفر کے ساتھ جسمانی و مالی قربانیاں دے کر سخت ترین جہاد کرنا پڑے گا اور اہل نفاق کی جانب سے بھی ہر قسم کی مصیبت کو سہنا پڑے گا۔ اور اس سلسلہ میں ہر وہ تکلیف اور لڑائی کی صورت میں ہر درد و کم کو جھیل کر صبر کرنا ہوگا آپ نے عرض کی کہ میں راضی ہوں اور تجھ سے توفیق کا طالب ہوں پھر ندا آئی کہ تیسری بات یہ ہے کہ تیرے اہل بیت کو سخت ترین مصائب کا سامنا ہوگا چنانچہ تیرے بھائی علی کو تیری امت گایاں دے گی اور ہر قسم کا ظلم و ستم ان پر ہوگا اور آخر کار ان کو قتل بھی کر دیا جائے گا۔ آپ نے تسلیم و رضا کا سر جھکا یا اور توفیق مزید طلب کی۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیرا شاہزادی پر ظلم ہوگا اُس کو تیرے عطا کردہ حق سے محروم کر دیا جائے گا۔ اُس کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوں گے اور تشدد کی وجہ سے اُس کا بچہ شکم میں شہید ہو جائے گا۔ اور اُس کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ پڑھا اور سر تسلیم جھکا کہ مزید توفیق طلب کی اور صبر کا عہد کیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری لڑکی کے بطن سے دو شاہزادے ہوں گے۔ ایک کو لٹا جائے گا اُس پر نیزہ کا وار ہوگا اور آخر کار زہر سے شہید کر دیا جائے گا آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ پڑھا اور صبر کا وعدہ کیا اور توفیق مزید طلب کی۔ پھر ارشاد ہوا کہ دوسرے تیرے فرزند کو اُمت دعوت دے گی اور بچوں سمیت

اس کو ظلم و جور سے قتل کر ڈالے گی اور اس کے پر وہ داروں کو لوٹ لیا جائے گا۔ اور اس پر زمین و آسمان گریہ کریں گے۔ سچی کہ فرشتے بھی اس کے غم میں آہ و فغاں کریں گے اور آخر کار اس کی نسل میں سے ایک رو کو بچھوں کا جو تیری نصرت کرے گا۔ اور اس کی شبیہ زیر عرش میرے پاس موجود ہے۔ وہ پوری زمین کو عدل سے پر کرے گا۔ پس آپ نے اتنا لٹا ڈھکھا۔ پس آپ کو اوپر کی طرف سر اٹھانے کا حکم ہوا تو قائم آل محمد کی شبیہ کو دیکھا۔ اس کے بعد ارشاد باری ہوا کہ تیرے بھائی کو اس کے صبر کے بدلہ میں جنت المادمی دوں گا۔ اور حوض کوثر کا اس کو ساقی بناؤں گا کہ دوستوں کو بھر بھر کر جام پلائے گا۔ اور تیرے فرزند حسن و حسین سے میں اپنے عرش کو مزین کروں گا اور ان کو اس قدر عطا کروں گا جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور ان کے زائرین کو بھی اتنا دوں گا جتنا وہ مانگیں گے اور تیری شہزادی کو اپنے ظالموں کے متعلق فیصلے کا اختیار دوں گا تو جب وہ اپنے ظلم کرنے والے کے متعلق دوزخ کا فیصلہ کریں گی تو ظالم ازراہ حضرت کہے گا کاش! میں نے جب اللہ میں کوتاہی نہ کی ہوتی۔ - وَيَعْصُ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي اَتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيْلًا يَلَيْتَنِي لَمَّا آخَذْتُ فُلًا نَا خَلِيْلًا - یعنی ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا ہائے افسوس میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا! اور کہے گا يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ لَعَدَّ الْمُشْرِكِيْنَ فَيْسَ الْقَرِيْنَ اور اپنے ساتھی سے کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا کہ تو میرا برابر ساتھی تھا اور کہا جائے گا اب یہ باتیں تمہیں کوئی فائدہ نہ دیں گی کیونکہ تم سب عذاب میں بوجہ ظلم کے شریک ہو۔ اور بروز منہ سب سے پہلے حضرت محسن بن علی کا مقدمہ پیش ہوگا اور اس کے قاتل اور قنفذ کو داخل جہنم کیا جائے گا اور جہنم کے گزروں سے ان کے سروں کو مارا جائے گا کہ اگر ان کی ایک ضرب سمندروں پر پڑے تو سب کے سب کھول جائیں گے اور پہاڑوں پر پڑے تو پگھل جائیں گے اور ان کو ایک تابوت جہنم میں بند کر کے عذاب کیا جائے گا چنانچہ ان کی محبت میں گمراہ ہونے والے خواہش کریں گے۔ رَبَّنَا اِرِنَا الَّذِيْنَ اَصْلَحْنَا لِمَا لَمْ نَعْمَلْ - اے پروردگار ہمیں وہ دو آدمی دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ الخ ملخصاً۔

خطبہ الوسیلہ میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے جن دونوں فیص خلافت کو پہننا اور میرا حق چھیننا البتہ وہ بڑے گھاٹ سے اتریں گے وہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ لَعَدَّ الْمُشْرِكِيْنَ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ الخ

فَاَمَّا تَذٰهَبِيْنَ - یعنی یا تو

تیری وفات کے بعد ہم ان سے انتقام لے لیں گے یا تجھے باقی زندہ رکھیں گے

فَاَمَّا تَذٰهَبِيْنَ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَوْ نُرِيْبِكَ

پس اگر ہم تجھے لے جائیں تو پس ہم ان سے انتقام لیں گے یا تجھے دکھائیں گے

اور تیری زندگی میں ہی تجھے دکھائیں گے جو کچھ ہم نے ان کے متعلق تیرے ساتھ وعدہ کیا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی اَوْ نُرِيْبِكَ

وَذُوَيْبَتِكَ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حضور کو اطلاع دی گئی کہ تیرے بعد تیری آل میں حالات سے دوچار ہوگی تو آپ غمزدہ رہے اور تلخین حیات کبھی نہ ہنسے اور جابر بن عبد اللہ انصاری روایت کرتا ہے کہ میں حجۃ الوداع میں مقام منیٰ پر لوگوں کی بہ نسبت حضور سے زیادہ قریب تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ میرے بعد کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو قتل کر دو گے اور خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے ایسے لشکر میں پہچانو گے جو تمہاری گردنیں اڑائے گا اور پیچھے کی طرف مڑ کر

فرمایا کہ وہ علی ہوگا - اور اسی

الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ﴿۴۳﴾ فَاسْتَمْسِكْ

جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں پس تمسک رکھو اس

بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۴۴﴾ وَإِنَّهُ

کے ساتھ جو تجھ پر وحی کی گئی تحقیق تو سیدھے راستے پر ہے اور تحقیق یہ

لَذِكْرُكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿۴۵﴾ وَاسْأَلْ

(قرآن) تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائیگا اور سوال کر ان

مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ

سے جو تجھ سے پہلے بھیجے گئے ہمارے رسولوں میں سے کیا ہم نے مقرر کئے رحمان کے علاوہ کوئی معبود

اللَّهُ يَعْبُدُونَ ﴿۴۶﴾ ع

جن کی عبادت کی جائے

موقعہ پر یہ آیت اتری فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ يَعْلِي بن

ابن طالب اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ

نے اپنے حبیب کو جو انتقام دیکھا یا وہ حضور کی ہجرت کرنے کے بعد جنگ بدر

کے موقعہ پر تھا کہ اکثر منافقین قریش مارے گئے اور انہی

جیسے گرفتار ہو گئے حالانکہ حضرت پیغمبر کے ہمراہ

مجاہدین اسلام کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ - روایات اہل بیت میں ہے کہ اس سے مراد ولاد علی بن ابی طالب ہے۔

وَإِنَّهُ لَذِكْرُكَ وَلِقَوْمِكَ - روایات اہل بیت میں ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور قوم سے مراد اہل بیت ہیں اور بعض مقامات پر ذکر سے مراد خود جناب رسالت مآب کی ذات اقدس ہے اور اہل ذکر آل محمد ہیں چنانچہ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ کے تفسیر میں اسی طرح مروی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم اس کی قوم ہیں۔ اور ہم سے ہی اس کا سوال کیا جائے گا اور بعض روایات میں ہے کہ مَسْئُولُونَ سے مراد عامۃ الناس ہیں۔ جن سے روزِ محشر

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا سوال کیا جائے گا۔

وَأَسْأَلُكَ عَنْ آدُسْنَا۔ عام مفسرین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ سوال کر ان لوگوں سے جن کی طرف تجھ سے پہلے ہم نے رسول بھیجے یعنی آدُسْنَا الْيَهُودَ گویا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ سے دریافت کیجئے لیکن تفسیر اہل بیت میں اس طرح ہے کہ سابق انبیاء سے سوال کرنے کا حکم ہوا چنانچہ بعض تفسیر اہل سنت بھی اس پر متفق ہیں تفسیر کبیر میں فخر الدین رازی نے بروایت ابن عباس اسی طرح ذکر کیا ہے کہ حضور کو سابق انبیاء سے پوچھنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن آپ نے اُن سے سوال نہ کیا۔

روایات اہل بیت علیہم السلام میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے جو ممکن ہے روایان حدیث کے تصرف یا عدم ضبط کی وجہ سے ہو چنانچہ بعض میں ہے کہ یہ سوال بیت المعمور پر ہوا۔ اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے جمع شدہ انبیاء سے پوچھا چنانچہ بروایت کافی تفسیر برہان میں منقول ہے ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حج بیت المقدس پر تشریف لے گئے اور اسی سال خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک بھی حج کے لئے گیا ہوا تھا اس کے ہمراہ عمر بن خطاب کا عہد نامہ نافع بھی موجود تھا۔ اُس نے دریافت کیا کہ مقام مکن پر کون آدمی ہے جس کے ارد گرد لوگوں کا اس قدر انبوه ہے تو ہشام نے اسے بتایا اُس کا نام محمد بن علی ہے اور یہ کوفہ والوں کا نبی ہے نافع نے کہا میں ابھی جا کر اس سے ایک سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی یا وصی نبی ہی بتا سکتا ہے پس آیا اور لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ سے جھانک کر عرض کرنے لگا کہ میں نے آسمانی کتب تورات انجیل زبور اور قرآن پڑھی ہیں اور مسائل سے واقفیت حاصل کی ہے۔ اب آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ صحیح جواب نبی یا وصی نبی ہی بتا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو تیری مرضی ہو سوال کر۔ پس کہنے لگا کہ حضرت رسالت مآب اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا اپنا نظریہ بیان کروں یا تمہارا نظریہ پیش کروں اُس نے عرض کی کہ حضور دو دنوں نظریے بیان فرمائیے۔ پس آپ نے فرمایا میرے نظریے کے ماتحت پانچ سو برس اور تیرے نظریے کے ماتحت چھ سو برس کا فاصلہ ہے پس اُس نے یہی آیت کریمہ پڑھی اور کہنے لگا کہ جب آخری نبی حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد کے درمیان کم از کم پانچ سو برس کی مدت کا فاصلہ ہے تو نبیوں سے سوال کس نے کیا ہوگا؟ آپ نے اس کا سوال کجا اور آیت معراج کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ آیات جن کے متعلق آیت معراج میں مراحت ہے کہ حضور کو دکھائی گئیں اُن میں سے ایک یہ تھی کہ اللہ نے تمام انبیاء و مرسلین کو جمع کیا اور جبریل نے حکم پروردگار اذان واقامت کہی اور اذان میں حَتَّىٰ عَلَىٰ خَيْرِ الْعَمَلِ بھی کہا پس حضور نے آگے بڑھ کر تمام انبیاء کو نماز پڑھائی اور اُن سے دریافت کیا کہ تم کس لئے مبعوث ہوئے ہو تو انہوں نے جواب دیا نَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَإِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ۔ پس نافع نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے بلے شک تم رسول اللہ کے وصی اور برحق خلیفہ ہوتے ہو نام تورات انجیل و زبور میں موجود ہیں اور تم دوسروں کے مقابلہ میں اس امر خلافت کے زیادہ سزاوار ہو۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوال بیت المقدس میں ہوا اور انبیاء نے جواب میں صرف شہادت تو حید و رسالت ہی بیان کی۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسری روایت جو عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ اس طرح ہے کہ حضور نے شب معراج کا وقت

بیان فرماتے ہوئے ذکر کیا کہ جب میں نے حکم پروردگار تمام انبیاء و رسل سے سوال کیا کہ تم کس لئے مبعوث برسالت ہوئے تو سب نے جواب دیا عَلِيٌّ وَوَلَايَتُهُ يَا مُحَمَّدٌ وَوَلَايَتُهُ عَلِيٌّ بن ابی طالب۔ یعنی تیرمی اور علی کی ولایت پر ہم مبعوث برسالت ہوئے ہیں اس روایت میں شہادت توحید کا ذکر نہیں ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو یاتوت سرخ سے بنا ہوا ایک عالی شان محل دیکھا۔ جبریل نے کہا یہ بیت المعمور ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کیا گیا ہے آپ اس میں نماز پڑھیں چنانچہ انبیاء و مرسلین کو اللہ نے جمع فرمایا اور میں نے ان کو وہاں نماز پڑھانی تو یہ وحی آتری کہ خدا تختہ درود و سلام کے بعد فرماتا ہے ان رسولوں سے دریافت کرو کہ کیونکر مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان سے سوال فرمایا کہ تم کس لئے بھیجے گئے تھے تو سب نے جواب دیا عَلِيٌّ وَوَلَايَتُهُ يَا مُحَمَّدٌ وَوَلَايَتُهُ عَلِيٌّ بن ابی طالب۔ اس میں بھی شہادت توحید کا ذکر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت حدیث نے موقع و محل کے لحاظ سے حدیث کا کچھ حصہ نقل کر دیا اور باقی کو محفوظ کر لیا۔ یہاں مصلحت مقام کے لحاظ سے اس کے متعلق سکوت اختیار کر لیا۔ اور ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء سے پورا جواب اس طرح منقول ہے کہ حضور نے فرمایا جب میں نے حکم پروردگار تمام انبیاء و مرسلین سے سوال کیا کہ تم کیونکر مبعوث ہوئے؟ تو سب نے بیک زبان جواب دیا بَعَثَنَا عَلِيٌّ شَهِادَةً اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَالْاِقْدَارُ بِنُورِكَ وَالْوَلَايَةُ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ کہ ہم اللہ کی توحید کی شہادت تیرمی نبوت کے اقرار اور علی کی ولایت کے اعلان کے بعد مبعوث برسالت و نبوت ہوئے۔ اور اسی کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کہ کوئی بھی نہیں اس کے اقرار کے بغیر مبعوث نہیں ہو سکا اور ینابیع المودۃ میں ملا سلیمان صفی نقشبندی قمذومی نے ایک باب میں اسی حدیث میں مفصلاً بیان کیا ہے کہ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيٌّ قَطُّ اِلَّا يُوَدِّعُ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ کہ کوئی بھی نبی مبعوث نہیں ہو سکا مگر ولاد علی کی شرط پر اور امامی شیخ سے منقول ہے حضور نے فرمایا ہر نبی کو بوقت وفات اپنے وحی کے نامزد کرنے کا حکم دیا گیا اور جب مجھے یہ حکم ملا تو میں نے دریافت کیا کہ کس کو نامزد کروں تو ارشاد قدرت ہوا تم علی بن ابی طالب کو نامزد کرو کیونکہ میں نے سابق کتب میں درج کر دیا ہے کہ وہ تیرا وحی ہو گا اور میں نے اپنی مخلوق سے حقی کہ انبیاء اور رسولوں سے بھی اس کا عہد لے لیا ہے پس جس طرح اپنی ربوبیت اور تیرمی نبوت کا عہد لیا ہے اسی طرح علی کی ولایت کا بھی ان سے عہد لیا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یا دیگر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں جو یہ لکھا ہے کہ حضور نے باوجود حکم پروردگار کے انبیاء سے دریافت کرنا ضروری نہ سمجھا حالانکہ حکم پروردگار سے سرتابی یا گریز کرنا شان نبوت کے یقیناً سانی ہے محض حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی اہمیت پر یہ وہ ڈالنے کی خاطر انہوں نے یہ کھیل کھیل دیا ہے اور اس رسالت و اعدار ہونے کی اعلان و ولایت علی و امین خفا میں ہے ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حق بین نگاہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے باوجود بھی حق کا سراغ لگا لیتی ہے پس حق کا بول بالا اور بالآخر باطل کا منہ کالا ہی ہوتا ہے۔

رکوع ۷ - حضرت موسیٰ کا ذکر - وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا - خداوند کریم نے حضور رسالت مآب کو تسلی دینے کے لئے حضرت موسیٰ کا ذکر شروع کر دیا کہ جب وہ ہماری طرف سے حکم لے کر معجزاتِ باہرہ کے ساتھ فرعون کے پاس پہنچے تو فرعون اور اس کی رعایا نے اُن کے معجزاتِ عصا اور یدِ مبینا کو بھی تسخر کا نشانہ بنایا اور ہم نے ان کو متعدد نشانیاں دکھائیں لیکن وہ ایمان نہ لائے۔ اور

ہر نشانی دوسری سے بڑھی

تھی اور شکلِ عذاب اُن پر

بھی گئی چنانچہ جب اُن پر

ایک عذاب آتا تو حضرت

موسیٰ علیہ السلام سے درخواست

کرتے کہ اے جادوگر ہمارے

لئے اللہ سے دعا کرو کہ اس

عذاب کو ہم سے دور کر دے

جو اُس نے تیرے ساتھ وعدہ

کیا ہوا ہے پس ہم ضرور ایمان

لائیں گے لیکن جب ہم اُن

سے عذاب کو رفع کرتے تو

وہ اگر جاتے اور وعدے کو

توڑ ڈالتے پس پیلے اللہ نے

طوفان کا عذاب بھیجا تو انہوں

نے موسیٰ سے معافی مانگ

لی جب عذاب دور ہوا اور

سیلاب کی دہر سے اُن کی

فصلوں کی رونق اور بڑھ گئی

تو پھر کفر پر ڈٹ گئے۔ پس اللہ نے ان کے فصلوں کو تباہ کرنے کے لئے مکڑی کو بھیج دیا چنانچہ اس نے درختوں کی کھال بھی

کھالی۔ پس انہوں نے معافی مانگ لی اور عذاب ٹل جانے کے بعد پھر اگر گئے تو اللہ نے جوڑوں کا عذاب اُن پر بھیج دیا اُس کے

بعد مینڈک اُن پر عذاب بن کر آگئے اور ہر دفعہ عذاب کے دفع کی دعا موسیٰ سے منگواتے اور ایمان کا وعدہ کرتے لیکن عذاب کے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَتَالَ

اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا پس کہا کہ

إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٤﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا

میں عالمین کے رب کا بھیجا ہوا ہوں پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر اُن کے پاس

إِذَا هُمْ فِيهَا يَصْحَكُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا يُرِيدُ مِنَ آيَةِ اللَّهِ

کیا تو وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے اور نہیں دکھائی ہم نے ان کو نشانی مگر یہ کہ وہ پہلی سے

أَكْبَرُ مِنْ أَخْتِهَا وَآخَذْتَهُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٧٦﴾

بڑھی ہوتی تھی اور بڑا لیا ہم نے ان کو عذاب کے ساتھ تاکہ وہ رجوع کریں

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا السَّحَرَاءُ لَنَا رَبُّكَ بِمَا عٰهَدٰكَ

اور کہنے لگے اے جادو کرنے والا ہمارے لئے اپنے رب کو پکار جو اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے

إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ

ہم ضرور ہدایت پائیو اسے ہوں گے پس جب ہم اُن سے عذاب کو دور کر دیتے تھے تو وہ عمد کو

يَنْكُشُونَ ﴿٧٨﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ

توڑ دیتے تھے اور فرعون نے اپنی قوم میں آواز دی کہنے لگا اے قوم

تو پھر کفر پر ڈٹ گئے۔ پس اللہ نے ان کے فصلوں کو تباہ کرنے کے لئے مکڑی کو بھیج دیا چنانچہ اس نے درختوں کی کھال بھی

کھالی۔ پس انہوں نے معافی مانگ لی اور عذاب ٹل جانے کے بعد پھر اگر گئے تو اللہ نے جوڑوں کا عذاب اُن پر بھیج دیا اُس کے

بعد مینڈک اُن پر عذاب بن کر آگئے اور ہر دفعہ عذاب کے دفع کی دعا موسیٰ سے منگواتے اور ایمان کا وعدہ کرتے لیکن عذاب کے

ٹل جانے کے بعد وعدہ کو توڑ ڈالتے تھے پس حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر معجزات دیکھنے کے بعد کفار مکہ بھی ایمان نہ لائیں، تو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ سابق انبیاء کو اسی قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔

آيْتُهُمُ السَّحَابُ۔ اس کا معنی یا تو جادو گر ہے اور یا اس کا معنی ہے جادو میں غالب آنے والا کیونکہ عربوں کا استعمال اسی قسم کا ہے کہتے ہیں حَاجَجْتُهُ فَجَجْتُهُ یعنی میں نے اُس سے جحّت بازی کی اور جیت گیا۔ خَاصَمْتُهُ فَخَصَمْتُهُ میں نے اُس سے جھگڑا کیا اور جیت گیا۔ اسی طرح سَاَحَرْتُهُ فَسَكَّرْتُهُ یعنی میں نے جادو میں اُس کا مقابلہ کیا اور جیت گیا پس ساحر کا معنی جادو کے مقابلہ میں جیتنے والا۔ اور حضرت موسیٰ نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ایمان لائے تو تیرا ملک اور وقار باقی رہے گا۔

الَّذِينَ لِيْ مَلِكٌ مِّصْرٌ وَهٰذَا الَّذِي تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَنْدَادٌ

کیا میرے پاس مصر کی حکومت نہیں؟ اور یہ نہیں میرے نیچے نہیں بتیں؟ کیا تم نہیں

تَبْصِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مِهِيْنٌ وَّكَانَ

دیکھتے یا دیکھتے ہو؟ میں اچھا ہوں اُس سے جو کوز رہے اور اپنا مطلب بھی صحیح طور

يَكَادِيْبِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَلَوْلَا الَّذِيْ عَلَيْهِ اَسْوَرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ

بِاَيِّ نَبِيٍّ كَرِهْتُمْ؟ (اگر سچا ہے) تو کیوں نہیں اس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے یا اس کے ہمراہ فرشتے کیوں

مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِبِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَاَسْخَفْتُمْ قَوْمَهُ فَطَاعُوْهُ

نہیں آئے جو اس کی اتباع کرتے ہیں اس نے بیوقوف بنا لیا اپنی قوم کو تو انہوں نے اس کی

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَسِيْفِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَلَمَّا اَسْفَوْا اَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

اطاعت کی تحقیق وہ فاسق لوگ تھے پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے اُن سے انتقام

فَاَعْرَفْنَاهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۶﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۷﴾

لے لیا ہم ان کو غرق کر ڈالا سب کو پس ان کو کر دیا پیلہ جانے والا اور ضرب المثل بعد والوں کے لئے

دفعہ دورہ ہے۔ لباس پرانا گذارہ معمولی اور دیگر زندگی کی سہولتوں سے بالکل محروم ہے۔ لہذا میں یقیناً اُس سے بہتر ہوں اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میری زبان صاف ہے اور اُس کی زبان صاف نہیں وہ کھل کر بات بھی نہیں کر سکتا لہذا وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ اَمْ اَنَا۔ اس مقام پر بخوبی نے اَمْ کے بعد فعل کو محذوف قرار دیا ہے تاکہ عطف درست ہو جائے یعنی افلا تبصرون ام تبصرون

الَّذِينَ لِيْ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دلائل اور معجزات کو غیر موثر ثابت کرنے کے لئے فرعون نے اپنی قوم میں تقریر کی اور اپنی صداقت کی دلیلیں ان چیزوں کو بنا کر میں ملک مصر کا بادشاہ ہوں۔ مال و مضافوں کا مالک ہوں ہر طریقہ سے دنیاوی سہولتیں مجھے ملیں ہیں۔ اور دیکھو یہ نہیں میرے مملکت کے نیچے جاری ہیں اور یہ سب اس بات کی واضح دلیلیں ہیں کہ میں حق پر ہوں اور موسیٰ کو دیکھو کہ فقیر ہی وغیرہ کا اُس پر

لَا يَكَادُ يُبِينُ منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ سے دعا مانگی تھی وَ اَطْلِنِ لِسَانِي کہ میری زبان کا عقدہ کھول دے تو اللہ نے فرمایا اَوْقَيْتَ سَوْءَكَ یعنی تیری دعا کو تباہ کیا گیا پس حضرت موسیٰ کی زبان اب صاف تھی لیکن فرعون نے موسیٰ کی گذشتہ حالت بیان کر کے قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا چنانچہ اس کی تقریر کا میاب رہی اور قوم کو بیوقوف بنا کر حکومت کرتا رہا اگر قوم فرعون میں کوئی دانشور ہوتا تو فرعون کی دلیلوں پر اعتراض کر سکتا تھا کیونکہ ملک کا حکمران ہونا اور مال و دولت کی فراوانی قطعاً اس امر کی دلیل نہیں بنائی جاسکتی کہ وہ سچی پر بھی ہے۔ اور اس زمانہ کا دستور تھا کہ جب کسی آدمی کو تخت و تاج کا وارث کیا جاتا تھا تو اس کو رسم تاج پوشی میں سونے کے کنگن اور سونے کا ہار بھی اس کو پہنایا جاتا تھا تو اسی بنا پر قوم کو بیوقوف بنانے میں فرعون نے اس مقامی دستور کو بھی دہرایا کہ اگر وہ اللہ کے نبی ہوتے تو ضرور آسمان سے اس پر بطور رسم و رواج کے سونے کے کنگن اترتے اور چونکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا نامزد نبی نہیں ہے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ - اس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) جب آیت نازل ہوئی اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ رُكُوعًا ۱۲ حَضِبُ جَهَنَّمَ یعنی تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو گا تو کفار نے خوب تالیاں بجائیں کہ اگر غلط معبود جہنم میں جائیں گے تو ہمارے خداؤں کے ساتھ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ بھی تو جہنم میں جائیں گے کیونکہ عیسیٰ ان کو معبود مانتے ہیں۔ بَصِطًا ذَنْ كَامَعْنٰی یعنی اور تہمت لگاتے ہیں (۲) جب حضرت عیسیٰ کے متعلق حضور نے فرمایا کہ جو خدا حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر سکتا ہے وہی خدا حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو کفار نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عیسیٰ کی طرح محمدؐ بھی معبود بننے کا خواہشمند

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مِثْلًا اِذَا قَوْمٌ مِّنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۸﴾

اور جب بیان کی جائے ابن مریم کی مثال تو تیری قوم اس سے ہستی اور شور مچاتی ہے

ہے لہذا چھتے ہیں کہ ہمارے آبائی خدا اس سے اچھے ہیں (۳) حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں ایک دن خدمت نبوی میں پہنچا جب کہ سردارانِ قریش حضورؐ کے ارد گرد جمع تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اے علی تیری مثال اس امت میں عیسیٰ بن مریم کی سی ہے کہ ایک قوم نے اس کی محبت میں آکر حد سے بڑھایا پس ہلاک ہو گئی اور ایک قوم نے بغض کی وجہ سے اس کا انکار کیا تو ہلاک ہو گئی اور ایک قوم بین بین رہی اور وہی بجات پا گئی۔ جب قریشیوں نے سنا تو انہوں نے اسے مذاق بنالیا اور کہنے لگے کہ دیکھو علی کو انبیاء سے تشبیہ دے رہا ہے اور ہمارے خدا مسیح سے افضل ہیں۔ جب لوگوں نے مسیح کی عبادت کر لی تو ہم اپنے معبودوں کی عبادت کیوں نہ کریں یا یہ کہ اگر معبود بننے کی وجہ مسیح کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ہمارے معبودوں کا ڈالا جانا بھی ہمیں منظور ہے (مجمع البیان)

تفسیر برہان میں اس طرح ہے کہ حضور نے فرمایا اے علی تجھ میں عیسیٰ بن مریم کی مثال پائی جاتی ہے اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری امت کے بعض لوگ تیرے حق میں وہی عقیدہ رکھیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق رکھا تھا تو تیرے فضائل میں اس

قد بیان کرتا کہ تو جس جگہ سے گذر تا لوگ تیرے قدموں کی خاک اٹھا کر برکت کے لئے اپنے پاس محفوظ رکھتے یہ سنتے ہی دو اعرابی اور چند دوسرے قریشی حسد کی آگ میں جل جھن گئے کہ دیکھو اپنے چچا زاد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جا کر ملا دیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ حارث بن عمرو فری نے جب سنا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا اے خدا۔ اگر یہ بات حق ہے تو میرے اوپر آسمان سے پتھر نازل فرمایا کوئی دوسرا عذاب بھیج دے تو خدا نے بذریعہ وحی اس کی اطلاع اپنے حبیب کو بھیج دی اور یہ آیت بھی نازل فرمائی کہ اللہ ان لوگوں پر عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک آپ ان میں موجود ہیں اور اسی طرح ان پر عذاب نازل نہ کرے گا۔ جب تک وہ استغفار کرنے والے ہوں گے۔ آپ نے حارث سے فرمایا کہ بہتر ہے تو بکر لو تو وہ کہنے لگا اگر آپ تمام قریش کو اس فضیلت میں شریک کریں تو بہتر ہے صرف نبی ہاشم کی بزرگی کو میرا دل نہیں مانتا۔ آپ نے فرمایا یہ میرا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے اس نے کہا اگر یہی بات ہے تو میرا دل تو بکر کو قبول نہیں کرتا اور میں جاتا ہوں پس باہر نکلا ہی تھا کہ آسمان سے ایک پتھر گر جس نے اس کا سر کل دیا۔ پس حضور پر وحی اتری **سَأَلْ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّمَنْ (مُخَصَّنًا)**

ایک روایت میں آیت مجیدہ کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے سلمان فارسی کہتا ہے ایک دن حضور ایک گروہ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے پس آپ نے ارشاد فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشابہ ہو گا۔ پس ایک شخص فوراً اٹھ کر باہر چلا گیا تاکہ واپس آکر شبیہ عیسیٰ ثابت ہو لیکن اس سے پہلے حضرت علی علیہ السلام داخل ہو گئے پس وہ شخص ناکام ہو کر کہنے لگا رسول اللہ نے علی کو ہم پر افضل کیا اور ابھی اس پر ان کا جی نہیں بھرا پھر حضرت عیسیٰ کی شبیہ اس کو بنا دیا۔ خدا کی قسم زمان جاہلیت میں ہم جن خداؤں کی پوجا کرتے تھے اس سے تو وہی ہمارے لئے بہتر تھے پس یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے ایک قوم حضرت رسالت مآب کے پاس آئی۔ اور عرض کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے تو آپ بھی زندہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم کس مردہ کو زندہ کرانا چاہتے ہو انہوں نے ایک مردہ کا نام لیا جس کو مرے ہوئے تھوڑا عرصہ گذرا تھا پس آپ نے علی کو بلایا اور اس کے کان میں کوئی بات کی جس کو ہم سمجھ نہ سکے پھر فرمایا کہ ان کے ہمراہ جاؤ اور میت کو اپنے اور باپ کے نام کے ساتھ بلاؤ۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام ان کے ہمراہ گئے اور قبر پر کھڑے ہو کر یا فلاں بن فلاں کر کے اس کو پکارا تو میت زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا پس انہوں نے اس سے کچھ سوالات کئے پھر وہ حسب سابق اپنی قبر میں سو گیا اور لوگ واپس پلٹے اور یہ چہ میگوئیاں ان میں جاری تھیں کہ عبدالمطلب کی اولاد عجیب عجیب باتیں ظاہر کرتی ہے پس یہ آیتیں اتریں۔

الَّذِجْدَلُ تفسیر مجمع البیان میں مجادلہ اور مناظرہ کے درمیان عام و خاص مطلق کی نسبت بیان کی گئی ہے اور یہ کہ مجادلہ میں ایک حق پر اور دوسرا باطل پر ہو کر تائے لیکن مناظرہ اس سے عام ہے بعض اوقات دو لوگ مناظرہ حق پر بھی ہو سکتے ہیں۔ **إِنَّ هُوَ الْأَعْبَدُ** یعنی حضرت عیسیٰ ہمارا بندہ ہی تھا جس کو ہم نے ماں سے بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کے سامنے اپنی قدرت کا کرشمہ ظاہر کیا۔

کَوْنَشَاءٍ یعنی انسانوں کی بے شکری اور ناپاس گزراہی کو مد نظر رکھ کر اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ہلاک کر دیں اور زمین میں ان کی جگہ فرشتوں کو آباد کر دیں جو ان کی جگہ ان کے قائم مقام ہو کر زمین کو آباد کریں اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تم سے ہی ملائکہ پیدا کر دیں یعنی تم کو فرشتے بنا دیں۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے بروز شوریٰ اپنے احتجاج میں فرمایا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس دن رسول اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ دروازے پر رہو اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دو کیونکہ میرے پاس بہر زیارت چند فرشتے موجود ہیں پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور حضرت عمر نے اندر آنا چاہا تو میں نے حضور کے فرمان کے پیش نظر اس کو روک لیا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے تین دفعہ آیا اور میں اس کو ہر بار حضور کے فرمان کی تعمیل میں روکتا رہا اور میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیارت کے لئے فرشتے حاضر نہیں اور ان کی تعداد اتنی ہے۔ جب چوتھی بار آیا تو

اُسے اندر جانے کی اجازت

ملی پس اُس نے اندر جا کر عرض

کی کہ حضور میں اس سے پہلے

تین مرتبہ حاضر ہوا اور برابر

مجھے اندر آنے سے علی نے

روک دیا اور کہا کہ بارگاہِ نبوی

میں اس قدر فرشتے بہر زیارت

حاضر ہیں لہذا اندر جانا ممنوع

ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ انہوں

نے فرشتوں کی تعداد کیسے

وَقَالُوا أَلَيْسَ خَيْرًا مِّمَّا ضَرَبُوا لَكَ الْآجِدَ لَا

اور کہتے ہیں کیا ہمارے خدا اچھے یا وہ؟ وہ نہیں بیان کرتے تیرے سامنے مگر جھگڑے کے لئے

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿۵۹﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عِبَادٌ اَعْمَانٌ عَلَيَّ

بلکہ یہ قوم ہی جھگڑالو ہے نہیں وہ مگر ایسا بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور

وَجَعَلْنَاهُ مِثْلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال بنایا اور اگر ہم چاہتے تو تمہارے بدلہ میں ملائکہ

مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلَفُونَ ﴿۶۱﴾ وَإِنَّ لَعَلَّ السَّاعَةَ

کو زمین میں پیچھے رہنے والے بناتے اور تحقیق وہ دن (ذوالعیسیٰ) نشانی ہے قیامت کی

معلوم کر لی کیا وہ فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں؟ آپ نے مجھے طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ تو نے فرشتوں کی تعداد کیسے معلوم کر لی تو میں نے عرض کی کہ گذرتے وقت ہر فرشتہ سلام کہہ کر گذرتا تھا اور میں ان کی آواز کو سن لیتا تھا اس لئے مجھے ان کی گنتی معلوم ہے آپ نے فرمایا بالکل درست ہے۔ تجھ میں میرے بھائی عیسیٰ کی مشابہت موجود ہے پس حضرت عمرؓ کے توارا و تعجب و انکار کہتے تھے کہ اس کو عیسیٰ سے مشابہت دے دی؟ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ پس آپ نے شور و ہی کیٹی کے جملہ ممبران سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں یہ واقعہ معلوم ہے اور کیا اس میں میرا کوئی شریک ہے؟ تو سب نے اقرار کیا کہ واقعی اس فضیلت میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اور تہذیب الاحکام سے غدیر کی دو رکعت کے بعد جو دعا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیرے رسول حضرت محمد کی دعوت کو قبول کیا جو انہوں نے حضرت علی کے متعلق دی جس پر تو نے انعام کیا اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال قرار دیا ہے شک وہ مومنوں کا امیر و مولا ہے۔ اور قیامت تک ان کا ولی ہے کیونکہ تو نے فرمایا ہے۔ **اِنَّ هُوَ الْاَعْبَدُ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي اِسْرَائِيْلَ**۔

وَ اِنَّهُ لَعِلْمٌ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے ہا، ضمیر غائب کا مرجع نزول عیسیٰ ہے یعنی حضرت علی کا نزول قیامت کے علام میں سے ہے اور بعضوں نے ضمیر کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے کہ قرآن مجید قیامت کے علم کی دلیل ہے۔ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے کانوں حضرت رسالت مآب سے سنا آپ نے فرمایا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ تم میں سے ہی بعض دوسرے بعض کے حاکم و امیر ہیں یہ اللہ کی جانب سے اس امت کی عزت و کرامت ہے یہ روایت صحیح مسلم سے نقل کی گئی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے **كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ**۔ یعنی تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ تم میں عیسیٰ بن مریم آئیں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔

حضرت علیؑ گذشتہ انبیاء سے افضل ہیں

وَ اِلٰيَّ يَنْبَغِي بَعْضٌ۔ بروایت احتجاج طبرسی منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ لوگ حضرت علیؑ السلام اور پیغمبران اعلیٰ العزم کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ تو اس نے عرض کی کہ اولوالعزم انبیاء سے وہ کسی کو فضیلت

فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا وَ اتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (۶۲)

پس اس میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے

وَلَا يَصِدُّكُمْ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۶۳) **وَلَمَّا**

اور نہ پھیرے تم کو شیطان تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب لایا

جَاءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالٍ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِبَيِّنٰتٍ

عیسیٰ واضح دلیلیں کہا میں تمہارے پاس حجت لایا ہوں اور تاکہ تم کو وہ بعض

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اطِيعُوْنَ (۶۴)

چیزیں بتاؤں جن میں تم کو اختلاف ہے پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

دینے پر تیار نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ نے موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ **كَتَبْنَا لَهُ فِي الْاِنْجِيْلِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ**۔ یعنی ہم نے اس کے لئے انجیل میں ہر چیز سے کچھ نہ کچھ لکھ دیا پس من تبعیضہ لکا کہ بعض علم کی وضاحت فرمائی۔ اور عیسیٰ کے متعلق فرمایا **وَ اِلٰيَّ يَنْبَغِي بَعْضٌ الَّذِي**۔ یعنی تمہارے بعض اختلافی مسائل میں سے بعض کو بیان کرنے کے لئے آیا ہوں اور حضرت علیؑ

کے متعلق ارشاد فرمایا وَمَنْ عِنْدَ لَا عِلْمَ الْكِتَابِ كَرَسَلٍ كَاشَاهِدُ وَهُوَ هِيَ جَس كَ پَس سَارِي كِتَابِ كَا عِلْمِ هِيَ اَوْر كِتَابِ كَ مَتَعَلِقِ اَرشَادِ هِيَ لَدَا كَطْبٍ وَلَا يَابِسِ اِلَّا فِي كِتَابٍ قَبِيْنِ ۔ اور كِتَابِ بَصَاةِ الدَّرَجَاتِ سَمِي رَوِي هِيَ كَ حَضْرَتِ اِمَامِ جَعْفَرِ صَادِقِ عَلِيْهِ السَّلَامِ نَے اِيك شَخْصِ سَمِي دَرِيَا فِت كِيَا كَ شِيْعَرِ لَو كَ مَوْسَى عِيْسَى اَوْر حَضْرَتِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيْمِ السَّلَامِ كَ مَتَعَلِقِ كِيَا نَظَرِ يَه رَكْهَتِي هِي سَ رَاوِي نَے عَرْضِ كِي كَ وَه حَضْرَتِ مَوْسَى وَ حَضْرَتِ عِيْسَى عَلِيْهِمَا السَّلَامِ كَ وَ حَضْرَتِ عَلِيْ عَلِيْهِ السَّلَامِ سَمِي اَفْضَلِ جَانَتِي هِي اَبِ نَے فَرَمَا يَا كَر كِيَا وَه يَه عَقِيْدَه رَكْهَتِي هِي كَ حَضْرَتِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيْهِ السَّلَامِ كَ پَس وَه تَمَامِ عِلْمِ هِيَ وَ حَضْرَتِ رَسَا كِتَابِ كَ كَ پَس تَهَار رَاوِي نَے عَرْضِ كِي كَ هَا لِي كِنِ وَه اَوَّلُو الْعَوْرَمِ سِيْمِيْرُوْنِ پَر كِي كَ فَضِيْلَتِ نَبِيْ وَهِيْتِي ۔ اَبِ نَے فَرَمَا يَا اَنْ

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ٧٥

تحقیق اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

بین اختلاف کیا قوموں (سیر و نصاری) نے آپس میں پس ویل ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا

مِنْ عَذَابٍ يَوْمِ الْيَوْمِ ٧٦ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

دردناک عذاب سے وہ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کی

اَنْ تَاِيْتَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ٧٧ الدُّخَانُ

کہ ان کے پاس اچانک آئے کہ وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں آپس میں

يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ٧٨

دوست بھی اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے

پَر اللّٰهُ كِتَابِ سَمِي حَجْتِ نَامِ كَر ۔ پَس رَاوِي نَے پُوچَا كَ فَرَمَا يَه كُوْنِي اِيْتِ سَمِي دَلِيْلِ دُوْنِ ۔ تُو اَبِ نَے حَضْرَتِ مَوْسَى كَ مَتَعَلِقِ يَه اِيْتِ پُڑھی ۔ وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْذُرُوْحِ مِنْ هٰكِي شَيْءٍ كَ مِيَا لِ مِنْ بَعْضِيْهِ دَاخِلِ كَر كَ بَعْضِ عِلْمِ مَرَا دَلِيَا كِيَا هِيَ ۔ اَوْر حَضْرَتِ عِيْسَى كَ مَتَعَلِقِ يَه اِيْتِ پُڑھی وَلَا تَكُوْنُ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَهَا لِي كِنِ هِيَ حَضْرَتِ عِيْسَى كَ جَزْوِي عِلْمِ كُو مِيَا نِ كِيَا كِيَا هِيَ اَوْر حَضْرَتِ عَلِيْ عَلِيْهِ السَّلَامِ كَ مَتَعَلِقِ اَرشَادِ قَدْرَتِ هِيَ وَ جِئْنَا بِكَ عَلِيْ هُوَلَا وَ شَهِيدًا وَ فَا لَنَا عَلَيْكَ الْكِتَابُ نَبِيًّا نَا سَكِلَ شَيْءٍ ۔ يَعْنِي عَمِ نَے تَمِ كُوَا نِ لَو كُوْنِ پَر شَيْدِ بِنَا يَا اَوْر تِيْرَے اَوْر وَه كِتَابِ اَتَا رِي جُو بَر شَے كَ لَے وَ اَصْحِ مِيَا نِ اِيْنِے اَنْدَر رَكْهَتِي هِيَ ۔ پَس حَضْرَتِ عَلِيْ عَلِيْهِ السَّلَامِ قُرْآنِ مَجِيْدِ كَ عَالَمِ بُوْر نَے كِي حَيْثِيْتِ سَمِي سَابِيْ اَوَّلُو الْعَوْرَمِ سِيْمِيْرُوْنِ سَمِي اَفْضَلِ وَ اَشْرَفِ هِي ۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا گذشتہ انبیاء سے افضل ہونا دیگر اوتار سے بھی ثابت ہے ۔

(۱) اس میں شک نہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جملہ انبیاء سے افضل اور ان کے سید و سردار

ہیں اور آیت مباہلہ میں حضرت علی کو نفس رسول کہا گیا ہے جن جن سے جناب رسول اللہ افضل ہوں گے ان سے حضرت علی کو بھی افضل ماننا پڑ گیا کیونکہ شی اور نفس شی کا حکم ایک ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام جناب رسالت مآب کے صحیح جانشین ہیں لہذا بحیثیت جانشین پیغمبر کے ان تمام افراد سے ان کی افضلیت ثابت ہوگی جن سے حضور کی افضلیت ثابت ہوگی۔

۳۔ حضرت رسالت مآب سے منقول ہے مَنْ آذَانَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ - لَمْ - یعنی جو شخص حضرت آدم کے علم حضرت نوح کے نعم حضرت ابراہیم کی عمت حضرت موسیٰ کی ہیبت حضرت عیسیٰ کا زہد اور حضرت ایوب کا صبر وغیرہ دیکھنا چاہے وہ علی کے چہرہ کی طرف دیکھے کیونکہ ان میں انبیاء کے خصائل میں سے نوے خصلتیں موجود ہیں جن کو خدا نے کسی اور میں جمع نہیں فرمایا۔ اوما قال - حدیث بالغایم نے مقدمہ تفسیر میں اور لمعة الانوار میں ذکر کی ہے پس اس حدیث کی رو سے حضرت علی کی انبیاء پر افضلیت ظاہر و باہر ہے۔

۴۔ حضور کا ارشاد ہے مِنْ آدَمَ إِلَى عِيسَى تَحْتَ لَوَائِيْ اور دوسری حدیث میں ہے يَا عَلِيُّ أَنْتَ حَامِلُ لَوَائِيْ - یعنی حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء بروز عشر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یا علی تو اس جھنڈے کا حامل ہوگا۔

الْإِخْلَافُ بِيَوْمِهِذ - یعنی بروز عشر عذاب کو دیکھ کر دنیا میں باہمی دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے تفسیر برہان میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ دوستی یا تو ایمان والوں کی ہوتی ہے یا کفر رکھنے والوں کی پس اگر دو مومن ایک دوسرے کے دوست ہوں تو ان میں سے جب ایک مرتا ہے اور اپنا جنت میں مقام دیکھتا ہے تو اپنے دوسرے مومن بھائی کے حق میں سفارش کرتا ہے کہ اے پروردگار! فلاں شخص میرا ایمانی دوست تھا۔ تیری اطاعت میں میرا معاون تھا اور تیری نافرمانی سے مجھے روکتا تھا پس اس کو نیکی اور راستی پر ثابت قدم رکھ اور اس کو جنت کا مکان عطا فرما پس خداوند کریم اس کی دعا کو مستجاب فرماتا ہے پس جب دو بروز عشر دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے تو ایک دوسرے کی خیر خواہی پر ایک دوسرے کا شکر یہ ادا کریں گے لیکن وہ دو دوست جن کی دوستی اور کفر معصیت خداوندی میں تھی جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم میں اپنا مکان دیکھتا ہے تو وہ اپنے کافر دوست کا شکوہ کرنے لگتا ہے کہ پروردگار! فلاں شخص مجھے تیری نافرمانی پر اکساتا تھا۔ اور تیری اطاعت سے روکتا تھا لہذا اس کو گناہوں پر ثابت قدم رکھ تاکہ وہ بھی میری طرح اپنے کفر کا انجام دیکھے پس جب بروز عشر یہ دونوں اکٹھے ہوں گے تو اپنی باہمی دوستی پر ناراضی کا اظہار کریں گے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ سب دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے کہ وہ ایک دوسرے کے وہاں بھی دوست ہوں گے۔

جب دولت مند مومن کو بلایا جائے گا اور حساب لیا جائے گا پس پروردگار کی جانب سے سوال ہوگا کہ تم نے میرا دیا ہوا رزق کہاں خرچ کیا تھا؟ اور تو نے میری ملاقات کے لئے کیا کچھ عمل کیا تھا؟ پس مومن جواب دے گا۔ اے پروردگار!

میں تجھ پر ایمان لایا۔ تیرے رسولوں کی میں نے تصدیق کی اور میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے رزق کو تیری اطاعت و خوشنوی میں خرچ کیا پس ارشاد قدرت ہو گا کہ تو نے اپنے وارثوں کے لئے کیا کچھ چھوڑا تھا؟ تو مومن عرض کرے گا۔ اے پروردگار! میرا اور ان کا خالق اور رازق تو ہی تھا۔ اور تو ان کے رزق پر ویسے ہی قادر تھا جس طرح میرے رزق پر قادر تھا تو مجھے اُن کے لئے کچھ بچانے کی کیا ضرورت تھی پس میں ان کو تیری توکل کے سہارے چھوڑ آیا ہوں تو اللہ فرمائے گا۔ بے شک تو سچا ہے پس جو بات سے فارغ ہو کر جنت کی طرف جائے گا۔ پھر غریب مومن سے باز پرس ہوگی کہ تو کیا لایا؟ تو غریب مومن جواب دیکھے پروردگار تو نے مجھے اپنے دین کی ہدایت فرمائی اور میرے اوپر احسان کیا اور تو نے مجھے مال و دولت سے محروم کیا۔ کہ اگر ہوتا تو ممکن تھا کہ میں اس میں مشغول ہو کر تیری اطاعت سے محروم رہ جاتا پس اللہ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے چنانچہ وہ بھی جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد دو لہندہ کافر کی باری آئے گی تو اُس کے پاس کچھ عمل نہ ہو گا جس کو پیش کر سکے اور رزق کے متعلق جواب دے گا کہ میں اپنے بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں تو ارشاد پروردگار ہو گا کہ کیا ہیں تیرے بچوں کو رزق دینے پر قادر نہیں تھا پس اگر یہ جواب دے کہ میں بھول گیا تھا تب بھی ہلاک ہو گا اور اگر یہ جواب دے کہ مجھے تجھ پر اعتماد نہ تھا تب بھی ہلاک ہو گا۔ پھر غریب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اُس سے باز پرس ہوگی تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں دنیاوی امور میں اس قدر مبتلا تھا کہ تیری عبادت کرنا ہی بھول گیا۔ پس ارشاد ہو گا کہ تو نے میرے اوپر اعتماد کر کے مجھ سے مانگا تھا تاکہ میں تجھے عطا کرتا پس اگر کہے گا کہ میں بھول گیا تھا تب بھی ہلاک ہو گا اور اگر کہے گا کہ مجھے تجھ پر اعتماد نہیں تھا تب بھی ہلاک ہو گا۔

دَكْوَعًا

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

خَوْفٌ كَالْعَلَقِ آتِنِ الْوَالِي

مصیبت سے اور حزن کا

تعلق گذشتہ مصیبت

سے ہوتا ہے اور جنت

میں جانے والوں کو کہا

جائے گا کہ پس پُرا من رہو کہ

تمہیں نہ کوئی خوف لاتی ہو گا

اور نہ حزن و ملال۔

الَّذِينَ آمَنُوا۔ یعنی وہ

يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۷۹﴾

اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمزدہ ہو گے

الَّذِينَ آمَنُوا يَا بَنِي آدَمَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴿۸۰﴾

جو لوگ ایمان لائے ہماری نشانیں پر اور مسلمان تھے (انکو کہا جائیگا) داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور

أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُخْبَرُونَ ﴿۸۱﴾

تمہاری بیویاں کہ خوش رہو گے ان پر چکر لگایا جائے گا

بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَائِمْمَاتٌ

سونے کے ٹشتوں اور پیالوں کے ساتھ کہ ان میں وہ ہر چیز ہوگی جس کو دل

لوگ جنت میں جائیں گے جو عقیدہ کے لحاظ سے مومن ہوں اور عمل کے لحاظ سے مسلم ہوں یعنی اللہ کے احکام کے سامنے نیک ہوں

تَحْبِرُونَ^{۲۳۹} - جبور اس خوشی کو کہا جاتا ہے جس کے آثار چہرہ پر نمودار ہوں۔
 صِحَافٍ - جمع ہے صفحہ کی وہ برتن جس میں کھانا رکھا اور کھایا جاتا ہے۔
 اَكْوَابٍ - جمع ہے کوب کی۔ یہ اس برتن کو کہتے ہیں کہ لَدَا اَذْنِ لَهٗ وَلَا خُرْطُومَ - یعنی جس میں پکڑنے کے لئے دستی اور پانی گرانے کے لئے ٹوٹی لگی ہوئی نہ ہو کو پانی پینے کے گلاس کو کوب کہتے ہیں۔

مَا تَشْتَهِيهِ - نعمت

جنت کی جامع صفت یہ ہے

کہ جنت میں ہر وہ نعمت

ہر گی جس کے استعمال سے

لذت خوش ہوگا۔ اور آنکھ

لذت اندوز ہوگی۔

اَوْرِثْتُمُوهَا - ابن عباس

سے مروی ہے کہ ہر شخص

کے لئے آخرت میں دو گھر

ہیں۔ ایک جنت میں اور

دوسرا جہنم میں پس جنتی کو جہنم

کا گھر دکھایا جائے گا۔ اور

کہا جائے گا کہ اگر تو کافر

ہو تا تو تجھے اس گھر میں بھیجا

جاتا۔ پس وہ نعمت ایمان

و جہزائے جنت پر خوش

ہوگا اور اللہ کا شکر ادا کرے گا اسی طرح کافر کو جنت کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو مومن ہوتا تو اس گھر میں

داخل ہوتا پس اس کی حسرت و ارمان میں اضافہ ہوگا۔ اور مومن کے جہنم والے گھر کا وارث کافر کو کہا جائے گا اور کافر کے

جنت والے گھر کا مومن کو وارث کیا جائے گا۔ اور تفسیر نور الثقلین میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام

سے سوال کیا گیا کہ جنت میں اولاد کا سلسلہ بھی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں نہ حمل ہوگا نہ ولادت اور نہ عورتوں کو

حیض یا نفاس و استحصاء کی تکلیف ہوگی اور اگر کوئی مومن اولاد کی خواہش کرے گا تو خدا بغیر حمل و ولادت کے اُسے دیدیگا۔

الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۲﴾ وَ

چاہیں گے اور آنکھیں لذت اندوز ہوں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

یہ جنت وہ ہے جس کا تم کو وارث کیا گیا ہے بلکہ اس کے جو تم عمل کرتے تھے

لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۴۴﴾ اِنَّ

تمہارے لئے اس میں بہت میوہ جات ہیں جن سے تم کھاؤ گے تحقیق

الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۴۵﴾ لَا يَفْتَرُ

مجرم لوگ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے نہ تحقیق ہوگی ان

عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿۴۶﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ

سے اور وہ اس میں مایوس ہوں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ

كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۴۷﴾ وَنَادُوا يٰمَلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا

وہ خود ہی ظالم تھے اور پکاریں گے اے مالک ہمیں موت دیدے

ہوگا اور اللہ کا شکر ادا کرے گا اسی طرح کافر کو جنت کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو مومن ہوتا تو اس گھر میں

داخل ہوتا پس اس کی حسرت و ارمان میں اضافہ ہوگا۔ اور مومن کے جہنم والے گھر کا وارث کافر کو کہا جائے گا اور کافر کے

جنت والے گھر کا مومن کو وارث کیا جائے گا۔ اور تفسیر نور الثقلین میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام

سے سوال کیا گیا کہ جنت میں اولاد کا سلسلہ بھی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں نہ حمل ہوگا نہ ولادت اور نہ عورتوں کو

حیض یا نفاس و استحصاء کی تکلیف ہوگی اور اگر کوئی مومن اولاد کی خواہش کرے گا تو خدا بغیر حمل و ولادت کے اُسے دیدیگا۔

جس شکل اور رنگ میں وہ چاہے گا جس طرح اُس نے آدم کو پیدا کیا تھا۔

وَنَادَى رُوحِي بِسْمِ اللَّهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

سوت دے دے تو پورے

ایک ہزار برس کے بعد ان کو

مالک جواب دے گا خواہش

رہو ابھی تک تم نے عذاب

میں رہنا ہے پس ان پر موت

نہ آئے گی اور ہمیشہ معذب

رہیں گے۔

اَمْ اَبْرٰمُؤٰبَ تَقْصِيْرُ بَرٰمٰن

میں ہے کہ جب حضرت

رسالت مآب نے حکم دیا کہ

حضرت علی علیہ السلام

امیر المؤمنین کہہ کر سلام کرو کہ

ایک شخص نے کہا کہ ہمیں

بات ہو کر گوارا نہیں کہ نبوت

وامامت ایک ہی گھر میں آج

ہو جائے پس یہ اور بعد والی

آیات اُتریں۔

قُلْ اِنْ كٰنَ اِسْمُ

کے معنی میں کئی اقوال ہیں۔

۱) اگر تم اس بات پر مصرح

کہ اللہ کا بیٹا ہے تو میں

رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مَكْتُوْبُوْنَ ۝۴۸ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنْ

تیرا رب تو وہ کہے گا تم نے رہنا ہے (عذاب میں) البتہ تم ہمارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے

اَكْثَرُكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۴۹ اَمْ اَبْرٰمُؤٰبَ تَقْصِيْرُ بَرٰمٰن

اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے کیا انہوں نے حکم کر لیا ہے معاملہ تو ہم بھی حکم کرنے

۝۵۰ اَمْ يَحْسِبُوْنَ اَنْ اَلَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلٰى وَ

والے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو ہاں اور

رَسَلْنَا اِلَيْهِمْ يَكْتٰبُوْنَ ۝۵۱ قُلْ اِنْ كٰنَ لِلرَّحْمٰنِ

ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھے ہیں کہہ دو اگر رحمن کا کوئی بیٹا ہوتا

وَلَدٍ فَاِنَّا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۵۲ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

تو میں پہلا عبادت گزار ہوتا پاک ہے آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۵۳ فذَرَهُمْ

زمین کا پروردگار عرش کا رب اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں پس چھوڑیے ان کو

يَخْوَضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يَلْقٰوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۵۴

گھسیں (باطل میں) اور کھیلیں (دنیا میں) یہاں تک کہ طلاقات کریں اس دن کی جس کا وعدہ کئے گئے ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

اور وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ حکیم و

پہلا شخص ہوں جو اس بات کی کھلم کھلا تردید کر کے خدائے وحدہ کا عبادت گزار ہوں اور اس کی توحید کا قائل ہوں (۲) ان نافرمان ہے کہ خدا کا کوئی فرزند نہیں ہے اور میں پہلا شخص ہوں جو اللہ واحد کی عبادت کرتا ہوں (۳) اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں پہلا شخص ہوتا جو

اس کی عبادت سے انکار کرنا کیونکہ جو صاحب اولاد ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا (۸۵) اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اُس کو مان لیتا کیونکہ میں پہلا عبادت گزار ہوں (۸۵) اگر اللہ نے کسی کو اولاد بنا کر بنا ہوتا تو میں چونکہ پہلا عبادت گزار ہوں لہذا مجھے ہی بنا لیتا لیکن وہ اولاد بنانے سے پاک و منزہ ہے۔ اور آسمانوں، زمینوں اور عرش کا مالک اس سے بلند و برتر ہے جو لوگ اس کے حق میں بیان کرتے ہیں پس وہ وعدہ لاشرکیت ہے۔ اور لائق عبادت ہے۔

وَهُوَ الَّذِي ۲۵۱ یعنی نہ اُس کی آسمان میں اولاد ہے اور نہ زمین پس آسمانی فرشتوں کا بھی معبود ہے اور زمین میں جن و انسان کا بھی

وہی الٰہ و معبود ہے۔

الْعَلِيمُ ۸۵ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَدَيْهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

عَلِيم ہے اور بابرکت ہے وہ جن کے لئے ملک ہے آسمانوں اور زمین کا

وَمَا بَدَيْتُهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۸۶

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اُس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُس کی طرف تمہاری بازگشت ہے

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور نہیں مالک جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو شفاعت کے مگر وہ جو شہادت

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۸۷ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ

دے حق کی اور وہ یقین بھی رکھتے ہوں اور اگر ان سے سوال کرو کہ کس نے ان کو پیدا کیا ہے

لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَاَلَيْ يَؤُفَكُونَ ۸۸ وَقِيلَ لَهُ رَبِّ انَّ هَؤُلَاءِ

تو کہیں گے کہ اللہ نے پس کس طرح فریب دے جلتے ہیں اور اس کا کہنا کہ اے پروردگار تحقیق یہ قوم

قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۸۹ فَاصْنَعْ لَهُمْ وَقُلْ سَلَفٌ سَوْفَ يَعْلَمُونَ ۹۰

ایمان نہیں لاتی پس درگزر کر ان سے اور کہو سلام پس عنقریب جان لیں گے

کے شاہد تھے یعنی انبیاء

و ملائکہ و ائمہ کہ ان کو حق شفاعت ہوگا۔ لیکن مشرکوں کے حق میں وہ شفاعت نہیں کریں گے بلکہ مومنوں کے حق میں انکی شفاعت

مقبول ہوگی۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ جن انبیاء و ملائکہ و اولیاء کو مشرک لوگ اللہ کا شریک مانتے ہیں ان کو حق شفاعت

نہ دیا جائے گا مگر ایسے لوگوں کے لئے جو حق کی شہادت دیتے ہوں گے یعنی مومنوں کے لئے وہ شفاعت کر سکیں گے جو

زبان سے حق کا اعلان کرتے ہوں اور دل میں بھی اس کا صحیح عقیدہ رکھتے ہوں پس یَعْلَمُونَ کا معنی ہے دل میں علم و یقین

الْآمَنَ شَهِدَ۔ چونکہ پہلے

ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ اللہ

کے علاوہ پکارتے ہیں وہ

بروز محشر شفاعت کسی کی نہ

کر سکیں گے تو اس سے

حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیز

علیہما السلام اور ملائکہ اور

حضرت امیر المومنین علیہ السلام

جن کو بعض لوگوں نے خدا کا

شریک ٹھہرا لیا ان کا استثنا

کیا گیا ہے یعنی وہ جن کو لوگوں

نے معبود قرار دے لیا ہے

وہ شفاعت کا حق نہ رکھیں

گے سوائے ان کے جو خود حق

کے شاہد تھے یعنی انبیاء

رکھتے ہوں۔

وَقِيلَ لَهُ - مجرور ہونے کی صورت میں اس کا عطف ساعۃ پر ہے یعنی عِنْدَهُ عِنْدَ السَّاعَةِ وَعِلْمُ قَبْلِهِ کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس قول کا علم ہے جو نبی علیہ السلام نے کہا کہ اسے پروردگار یہ لوگ ایمان نہیں لاتے پس حضور کو ارشاد دہوا کہ ان سے درگزر کیجئے اور سلام کہہ کر گزر جائیے وقت آنے پر ان کو انجام کا پتہ چل جائے گا۔

فَلَسَلَّمَ - جناب فضیل کی قرآن دانی - یہ روایت کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہے جس کو میں نے اوراق الاحزان سے نقل کیا ہے۔ ابوالقاسم قشیری بیان کرتا ہے میں نے سفر حج کے دوران مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک باویہ میں ایک ضعیف عورت کم گشتہ راہ اور سرگردان دیکھا پس قریب جا کر دریافت کیا کہ تو قوم جنات سے ہے یا انسانوں میں سے ہے؟ پس اُس نے سب سے پہلے یہ آیت پڑھی قُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ - جس سے میں نے سمجھا کہ یہ عورت مجھے اسلامی آئین کے تحت سلام اتہا کرنے کی ہدایت کر رہی ہے پس میں نے سلام دیا اور اس کے جواب میں اُس نے قرآن مجید کی دوسری آیت پڑھی سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَبْتُمْ فَاذْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ میں نے پھر وہی سوال دہرایا کہ قوم جنات سے ہو یا آدمیوں میں سے تو اُس نے پھر آیت پڑھی يَا بَنِي اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ - پس میں نے سمجھا کہ آدمی ہے پس میں نے سوال کیا کہ اس باویہ میں پھرنے کا کیا سبب ہے تو اُس نے پھر آیت پڑھی مَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَاْهَادِيْ لَهٗ میں نے سمجھا کہ اس سے راستہ گم ہو گیا ہے تو میں نے سوال کیا کہ تمہارا کس طرف جانے کا ارادہ ہے تو اُس نے پھر آیت پڑھی - لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ الْمُبَرَّكِ میں نے سمجھا کہ حج کو جاری ہے۔ تو پھر میں نے سوال کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لارہی ہیں تو اس کے جواب میں اُس نے آیت پڑھی - وَ يٰنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ جس سے میں سمجھا کہ بہت دور سے آرہی ہے۔ پس میں نے پوچھا کہ اپنے قافلہ سے کب جدا ہوئی۔؟ تو اُس نے پھر قرآن کی آیت پڑھی خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ میں نے سمجھا کہ چھ دن ہوئے قافلہ سے الگ ہوئی ہے۔ پس میں نے کہا تیزی سے چلو تاکہ سفر جلد ہی طے ہو تو اُس نے پھر قرآن کی آیت پڑھی لَا يَكْفُرُ اللّٰهُ لِنَفْسٍ اِلَّا وُسْعَهَا جس سے میں نے سمجھا کہ وہ تیزی سے نہیں چل سکتی۔ پس میں نے پوچھا کہ تمہیں کھانا کھانے کی ضرورت ہے تو اُس نے آیت پڑھی مَا جَعَلْنَا هٰذَا جَسَدًا اِلَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ جس سے میں نے سمجھا کہ اس کو کھانے کی ضرورت ہے پس میں نے کھانا پیش کیا۔ جب کھا چکی تو میں نے عرض کی کہ تو بڑھیا اور ضعیف عورت ہے اگر چل نہیں سکتی تو میرے پیچھے سواری پر سوار ہو جاؤ تاکہ سفر جلد ہی طے ہو جائے پس اُس نے پھر آیت پڑھی لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اِلٰهٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا جس سے میں نے سمجھا کہ نامحرم مرد کے ساتھ سوار ہونا ناپسند کرتی ہے پس میں خود سواری سے اُتر اور اُس کو سوار ہونے کی دعوت دی چنانچہ وہ سوار ہو گئی اور میں پیل روانہ ہوا پس اُس نے قرآن مجید کی آیت پڑھی سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا اَوْ مَا كُنَّا لَهٗ قٰنِرِيْنَ میں نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھنا چاہا تو فوراً اُس نیک بخت عورت نے آیت پڑھی قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَبْصَارِهِمْ جس سے میں نے سمجھا کہ وہ نامحرم کی طرف نظر کرنے سے منع کر رہی ہے پس میں نے نظر نیچی کر لی اور روانہ ہوا۔ چنانچہ قافلہ دکھائی دیا

تو میں نے دریافت کیا کہ اس قافلہ میں تیرا کون ہے تو اُس نے قرآن مجید کے چار مقامات سے چار آیتیں تلاوت کیں جن میں چار نبیوں کے نام تھے۔ ۱) مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (۲) يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (۳) يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً لِّدَاوُدَ (۴) یوسف
 اَعْرِضْ عَنْ هَذَا۔ اس بی بی کا یہ چار آیتیں پڑھنا تھا کہ چار جوان قافلہ سے الگ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے پس میں نے دریافت کیا کہ ان جوانوں سے تیرا کون سا رشتہ ہے تو اُس نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا جس سے میں نے سمجھا کہ چاروں جوان اس بی بی کے فرزند ہیں پس انہوں نے اپنی ماں کا سلام کیا تو بی بی نے اُن کو دیکھ کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ يَا بَاتِ اسْتَجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مِمَّنْ اسْتَجَرْتِ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ۔ جس سے میں سمجھا کہ اپنے بیٹوں کو میری اجرت دینے کی تلقین کر رہی ہے پس ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق میری خدمت کی تو اُس نے پھر آیت پڑھی۔ وَاللّٰهُ يُصَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ جس سے میں نے سمجھا کہ مزید دینے کی بات کر رہی ہے پس انہوں نے پھر عطیات دئے تو میں نے اُن جوانوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے جو قرآن مجید کی اس قدر عالمہ ہے کہ ہر بات کا جواب قرآن مجید سے پیش کرتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا هٰذِهِ اُمَّنَا فِضَّةٌ جَارِيَةٌ الزُّهْرَاءِ وَاللّٰهُمَا تَكَلَّمَتَا مِنْدُ عِشْرِينَ سَنَةً اِلَّا بِالْقُرْآنِ کہ یہ ہماری والدہ جناب فضہ کینز زہراء ہیں جنہوں نے بیس برس کے عرصہ میں سوائے کلام اللہ کے اور کوئی بات منہ سے نہیں نکالی۔

لطیفہ انبیاء پر حضرت علی کی فضیلت

تفسیر برہان میں دَا سُّئِلَ مَنْ اَرْسَلْنَا آيَةً مِّنْكَ فِي نَفْسٍ مِّنْ نَّبِيٍّ مِّنْ بَنِي اِسْرٰٓءٰٓءَ لِيُتْلٰٓىٰ عَلٰٓىٰ قَوْمٍ لَّا يَشْعُرُونَ
 انصاری سے منقول ہے کہ حضرت رسالت مآب نے مجھ سے دریافت کیا

اے جابر: کون سے بھائی اچھے ہوتے ہیں تو میں نے عرض کی وہ جو پدری و مادری ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور میں سب سے افضل ہوں اور تمام بھائیوں سے مجھے علی بن ابی طالب زیادہ پیارا ہے اور وہ میرے نزدیک تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور جو شخص ان سے انبیاء کو افضل جانے اُس نے مجھے بھی باقی انبیاء سے لپٹ سمجھا اور جو مجھے ان انبیاء سے لپٹ سمجھے وہ کافر ہے اور میں علی کو اس کی فضیلت کے ماتحت اپنا بھائی سمجھتا ہوں (اس کے بعد جابر نے کہا، کہ ان کے بھائی بھائی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ سوائے نبوت کے باقی ہر فضل میں ایک دوسرے کے مثل تھے۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور نے حضرت علی سے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی جانب سے احکام پہنچانے والا ہوں اور تو وجہ اللہ ہے جس کی اقتداء کی جائے پس میری کوئی مثل نہیں سوائے تیرے اور تیری کوئی مثل نہیں سوائے میرے۔

سُورَةُ دُخَانٍ

یہ سورہ مکہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ساٹھ ہے۔

حدیث نبویؐ میں ہے جو شب جمعہ سورہ دُخَان کو پڑھے اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورہ دُخَان کی تلاوت کرے صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے جو شخص شب جمعہ اور روز جمعہ سورہ دُخَان کی تلاوت کرے اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اپنے فرائض اور نوافل میں سورہ دُخَان کی تلاوت کرے وہ بروزِ جمعہ بارانِ مشور ہوگا اور اُسے عرشِ پروردگار کا سایہ نصیب ہوگا اُس کا حساب آسان ہوگا اور اس کو اعمالِ نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (مجمع البیان)

اور خواص قرآن میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے تو اُس کو ہر حرف کے بدلہ میں ایک لاکھ غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور شب جمعہ پڑھنے والے کے سارے گناہ بخشے جائیں گے اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ شیطانوں کے مکر سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوتے گا وہ خواب میں اچھائی دیکھے گا۔ اور رات کے مصائب سے پُر امن رہے گا۔ اور اگر اس کو دھو کر اس کا پانی درِ شقیقہ والے کو پلایا جائے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا اور اس کو لکھ کر مقامِ تجارت میں رکھا جائے تو اس کو کافی نفع ہوگا اور وہ مالدار ہو جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے حکومت کی جانب سے ہر تکلیف سے محفوظ ہوگا اور ہر دیکھنے والے کے دل میں اس کا رعب قائم ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی اور اس کو دھو کر اس کا پانی پینے والے پیٹ کی گھٹن اور جملہ تکالیف سے نجات پائے گا (البرہان)

رکوع ۱۲۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ لیلہ مبارکہ سے مراد شبِ قدر ہے اور مبارک کا مقابلہ شوم ہو کر تا ہے اور لیلہ مبارکہ یعنی شبِ قدر ۲۳ ماہ مبارک ہے۔ بعض لوگوں نے پندرہ شعبان مراد لی ہے لیکن ائمہ طاہرین سے پہلا قول منقول ہے۔ شبِ قدر میں قرآن کے نازل ہونے کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حَمْدٌ ② وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ③ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ

حکم کتاب مبین کی قسم تحقیق ہم نے اس کو نازل کیا مبارک رات

مُبْرَكَةٍ اِنَّا لَنٰنذِرِیْنَ ④ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ⑤

میں تحقیق ہم ہیں ڈرانے والے (اس رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر ہونے والی بات کا

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ⑥ رَحْمَةً مِّنْ

ہمارے حکم سے تحقیق ہم ہی بھیجنے والے ہیں رحمت تیرے رب کی

رَبِّكَ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ⑦ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

طرف سے تحقیق وہ سننے جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور

وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ⑧ لِاِنَّهُ الْاَمْرُ حَكِیْمٍ

جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا پروردگار اگر تم یقین رکھنے والے ہو نہیں کوئی الٰہ مگر وہ زندہ کرتا ہے

وَمِیْمٰتُ رَبِّكُمْ وَرَبُّ اَبَاكُمْ الْاَوَّلِیْنَ ⑨ بَلْ هُمْ

اور مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے باپ دادا گذشتگان کا رب ہے بلکہ وہ شک میں

فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ⑩ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَأْتِی السَّمٰوٰتُ دُخٰنًا

رہ کر کھیل میں مشغول ہیں پس انتظار کر اس دن کی کہ لائے گا آسمان ایک واضح

مطلب یہ ہے کہ اس رات پر لوح محفوظ سے آسمانِ اول پر اتارا گیا اور پھر قسط وار تیس یا بیس برس میں موقع بہ موقع اترتا رہا یا یہ کہ شبِ قدر میں بیت المعمور پر اٹھا نازل کیا گیا اور پھر حسب موقعہ کھوڑا کھوڑا اترتا رہا۔ اور جواب قسم اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ نہیں ہے بلکہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب قسم اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ الٰہی آخذا ہے۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا منسوب ہونے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں (۱) انخس کے نزدیک امر مصدر ہے اور امر فاعل کے معنی میں اَنْزَلْنَاهُ کے فاعل سے حال ہے یعنی ہم نے نازل کیا ہے درحالیکہ ہم امر کرنیوالے

ہیں۔ اور ممکن ہے ذوالاس کا مضاف محذوف ہو یعنی ذوالاس سے مراد ذوالبتر ہے۔

(۱۲) مفعول مطلق ہے کیونکہ یُفْرَقُ میں یَوْمًا کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح بعد میں رَحْمَةً بھی انخس کے نزدیک

رَاحِمِينَ كَحَمَّةٍ كِي تقدیر میں حال ہے اندر لانا کے فاعل سے اور باقی سخیوں کے نزدیک مفعول ہے۔ یعنی ہم نے اس کو

اپنی رحمت کی بنا پر نازل کیا ہے۔

مَبِينٌ ۱۱) يَعْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابُ الْيَمِّ ۱۲)

دھواں جو چھا جائے گا تمام لوگوں پر یہ دردناک عذاب ہے

خلیفہ رسول کا مقام آیات سے ظاہر ہے کہ

سال بھر میں ہونے والے امور کا فیصلہ شب قدر میں کیا جاتا ہے پس لوگوں کے ارزاق اموات اور امراض وغیرہ کا سال بھر کا بھرتا اسی رات کو منظور کیا جاتا ہے اور اللہ کو اس میں مقدم یا موخر کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اور اصول کافی سے ایک طویل روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے مقام امامت کی توفیح و تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ پوچھیں کہ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کون لوگ ہیں؟ تو اُن کے جواب میں بے دھڑک اور ڈنکے کی چوڑے کہو کہ راسخون فی العلم وہی ہوسکتے ہیں جن کے علم میں اختلاف نہ ہو یعنی اُن کا علم خلاف واقع نہ ہو اور اگر وہ کہیں کہ ایسا کون ہوسکتا ہے تو کہو کہ راسخون فی العلم کا پہلا مصداق حضرت رسول اللہ کی ذات تھی اور بے شک اُن سے پوچھو کہ حضور نے احکام رسالت کی واقع کے مطابق تبلیغ کی یا نہیں کی تو ہر ایک کو بلا شک و ریب یہ کہنا پڑے گا کہ حضور نے احکام واقعہ کی تبلیغ فرمائی تو پھر ہر ذی ہوش کو سوچنے کا موقع ملتا ہے کہ جب حضور اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئے تو کیا اُن کے قائم مقام خلیفہ کے پاس ایسا علم ہے جس میں اختلاف نہ ہو یعنی جو خلاف واقع نہ ہو اگر کہا جائے کہ ایسا خلیفہ کوئی نہیں جس کے پاس علم واقع موجود ہو جس میں غلطی کا امکان نہ ہو تو یہ بات قطعاً غلط ہے اور بالکل خلاف عقل ہے بلکہ ضروری ہے کہ حضور کے بعد اُن کا ایسا قائم مقام موجود ہو جو اللہ کی جانب سے موید و مسدود ہو اور رسول اللہ کی طرح فیصلہ کرنے کا اہل ہو اور نبوت کے علاوہ رسول اللہ کے تمام اوصاف کا حامل ہو کیونکہ اگر رسول اللہ اپنے چلے جانے کے بعد کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین مقرر نہ کریں جو ان کے علمی مقام کو سنبھالنے کا اہل ہو تو لازم آئے گا کہ حضور نے تاقیامت آنے والی نسلوں کو اپنے فیوض اور احکام خداوندی سے محروم کر دیا۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور کا علم قرآن مجید سے تھا اور اپنے زمانہ کے فیصلوں کو وہ قرآن مجید کی روشنی میں حل فرماتے تھے اور آنے والے مسائل چونکہ بعد کی پیداوار ہیں لہذا ان کے متعلق یقینی علم کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے - فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمًا اَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ - اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ لیلہ مبارکہ یعنی شب قدر میں ہر امر حکیم یعنی یقینی طور پر واقع ہونے والے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور وہ ملائکہ کو بھیجتا ہے معلوم ہوا کہ سال بھر میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ اور اس کو لانے والے فرشتے اسی رات یعنی شب قدر میں اُترتے ہیں تو جس کے پاس اُترتے ہیں وہ اپنے زمانہ میں حضرت رسول اللہ کی ذات تھی۔ اور ان کے بعد ان کے صحیح قائم مقام کی ہی ذات ہوسکتی ہے پس ہر زمانہ میں ایسی ذات کا وجود ضروری ہے جس کے پاس دائمی طور پر امر پروردگار کو لے کر

فرشتے اترتے ہیں پس اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے تو صرف انبیاء کے پاس آتے ہیں اور وہ غیر نبی کے پاس نہیں آیا کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مجیدہ کے مضمون کے مطابق جس امر حکیم کو فیصلہ کے ساتھ ملا کر اور روح لے کر اترتے ہیں وہ کس کے پاس اترتے ہیں؟ پس ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ کے صحیح خلیفہ اور جانشین کے پاس اترتے ہیں پس خلیفہ رسول وہی ہونا چاہیے جو اللہ کی طرف سے مویذ و مستد ہو اور خطا سے معصوم ہو کیونکہ اللہ فرماتا ہے **اللَّهُ وَمَلَائِئِئِ الَّذِينَ اصْتَوُوا يَخْرُجُ مِنْهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ** اور اگر خلیفہ محفوظ عن الخطا اور معصوم نہ ہو تو ظلمات سے نور کی طرف لے جانے کا مقصد کیا ہے؟ پس جس کا اللہ ولی ہے وہ یقیناً خطا سے محفوظ ہے اور جو اللہ کا دشمن ہے وہی خطا کا رہے پس جس طرح امر کا آسمان سے اترنا ضروری ہے اسی طرح اولی الامر یعنی حاکم دوالی کا زمین پر ہونا لازمی ہے اور خداوند کریم اس بات سے اجل و ارفع ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ کے بعد لوگوں کو بغیر حجت کے چھوڑے تفسیر نور الثقلین میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ لیلیۃ القدر ہم سے مخفی نہیں رہتی کیونکہ اس رات میں فرشتے آکر ہمارا طواف کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ شب قدر میں ولی اللہ کے پاس (دلی الامر کے پاس) سال بھر میں ہونے والے امور کی تفصیل پہنچتی ہے پس ان کو ان کے ذاتی معاملات کے متعلق بھی بیانات موصول ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کے معاملات کے متعلق بھی بیانات بھیجی جاتی ہیں۔ اور سال بسال ایسا ہوتا ہے اور شب قدر کے علاوہ باقی ایام میں بھی علم خاص جو ملکون و مخزون ہے، کا اضافہ جاری رہتا ہے (ملخصاً)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا اے گروہ شیعہ سورہ انا انزلنا پڑھ کر لوگوں سے اپنے مسلک کے متعلق بحث کیا کرو۔ اسی طرح حصہ والکتاب المبین لہ۔ پڑھ کر اپنے مسلک کو ثابت کیا کرو کیونکہ رسول اللہ کے بعد اول الامر کے بارے میں اُتری ہیں اور اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ **ان من اُمَّتٍ اَلَا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ**۔ یعنی ہر امت میں ایک نذیر گذرا ہے پس جس طرح حضرت رسول کریم اپنے زمانہ میں امت کے لئے نذیر تھے اسی طرح جب وہ دنیا سے اُٹھے تو ان کی جگہ امت کے لئے ایک نذیر کا ہونا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تا قیامت امت محمدیہ حجت خدا سے محروم ہو۔ اگر اس کے جواب میں کوئی شخص کہے کہ امت کے لئے قرآن مجید کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تنہا کافی نہیں ہو سکتا جب تک کوئی اس کی تفسیر و توضیح کرنے والا نہ ہو۔ اور حضور نے اپنے بعد کے لئے مفسر قرآن کی نشان دہی فرمادی تھی۔ اور وہ علی بن ابی طالب کی ذات گرامی ہے (ملخصاً)

تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں ایک خطبہ دیا جس میں حمد و ثنا اور درود کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! اس رات اس عظیم شخصیت نے رحلت فرمائی ہے جس سے اولین سبقت نہ حاصل کر سکے اور آخرین جس کی گروہ ماہ کو بھی نہیں پاسکتے خدا کی قسم جس رات آپ کا انتقال ہوا۔ اسی رات حضرت موسیٰ کے وصی حضرت یوشع بن نون کا انتقال ہوا۔ اور اسی رات حضرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام چرخ چہارم پر اُٹھا

لئے گئے اور اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا۔

ایک روایت میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ ۱۹-۲۱-۲۳ رمضان میں سال بھر کے امور کا فیصلہ ہوتا ہے کہ ۱۹ کی رات کو سب امور جمع کئے جاتے ہیں اور ۲۱ کی رات کو فیصلہ کیا جاتا ہے اور ۲۳ کی رات کو وہ فیصلے نافذ کئے جاتے ہیں کہ ان میں ترمیم نہیں کی جاتی۔

بروایت احتجاج طبرسی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث طویل میں منقول ہے جب سائل نے آپ سے سچ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ان سے مراد حضرت رسالت مآب اور ان کے صحیح قائم مقام ہیں جو اللہ کے برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے اور وہی اولوالامر ہیں جن کے متعلق فرمایا ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ پھر سائل نے سوال کیا کہ اس جگہ امر سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس جگہ امر سے مراد وہی امر ہے جس کو شب قدر فرشتے لے کر اترتے ہیں يُفْرَقُ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ حَكِيمًا۔ آخر میں آپ نے فرمایا اگر اس امر کا نزول صرف حضرت رسالت مآب کی ذات سے مخصوص ہوتا تو مطلب کی ادائیگی فعل ماضی سے کی جاتی پس تَنْزِيلُ كِي بَجَائِ نَزَلَتْ هُوَ تَاوَرُ يُفْرَقُ كِي بَجَائِ فُرْقَ ہوتا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت مطلقہ کے الفاظ بھی اسی نوعیت کے ہیں جن میں آل محمد کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ مقادیر الامور تم میں نازل ہوتے ہیں اور تمہارے گھروں سے ہی ان کا صدور ہوتا ہے یعنی ہونے والے امور کے متعلق امام وقت کو حسب مصلحت پہلے علم دیا جاتا ہے اور اس کی بدولت ان کا علم لوگوں تک پہنچتا ہے اور اس کا اشارہ بھی شب قدر میں ملائکہ کے نزول کی طرف ہے کہ وہ مقادیر الامور لے کر آئے کہ پاس پہنچتے ہیں یعنی اللہ کی جانب سے سال بھر کے ہونے والے فیصلے اُن تک پہنچا دیتے ہیں اور اُن وقتی مصالح کے ماتحت لوگوں کو ان سے خبردار کرتے ہیں۔

ان تمام فرامین آئمہ سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ شب قدر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ سال بھر کے فیصلے ساتھ لاتے ہیں اور آیت مجیدہ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمًا اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ سے صاف واضح ہے کہ ہر ہونے والے امر کا فیصلہ اللہ خود کرتا ہے اور اُس میں محو اثبات کا حق بھی اس کو حاصل ہوتا ہے اور مضارع کا صیغہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ سلسلہ سال بہ سال ہمیشہ جاری رہتا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ جس کے پاس فرشتے امور کا فیصلہ لائیں وہ ہر زمانہ میں موجود ہوگا لہذا رسالت مآب کے بعد ان کا جانشین بھی ہوگا جو شب قدر میں نازل ہونے والے فرشتوں سے احکام پروردگار کو حاصل کر سکنے کا اہل ہو اور وہ اللہ کی طرف سے مؤید و مسدود ہو۔ اور آیت مجیدہ صاف اعلان کر رہی ہے کہ یہ فیصلے ہماری طرف سے ہی ہوتے ہیں اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اور فرشتوں کو ہم ہی بھیجتے ہیں۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ اور ان کا نفاذ بھی اللہ ہی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے پس وسعت رزق یا تنگی رزق موت یا زندگی وغیرہ کے فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی فیصلہ بھی کرتا ہے اور نافذ بھی کرتا ہے لیکن فرشتے شب قدر میں نازل ہو کر صاحب الامر (جو اولوالامر کا مصداق ہے)

کو اس کی اطلاع دیتے ہیں اور وہ اگر چاہیں تو متعلقہ افراد کو مطلع کر دیں اور اگر چاہیں تو اپنے تک محدود رکھیں اور بعض سابق روایات میں، یہ بھی ہے کہ آٹھ کو سال بھر کے لئے اپنے دستور العمل اور مفصل پروگرام کی بھی اطلاع دی جاتی ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کے وہ پابند ہوتے ہیں اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں کرنا چاہیے۔ پس اس سے یہ بات ہرگز ظاہر نہیں ہوتی کہ یہ نظام عالم کو خود چلاتے ہیں اور تقییریں خود نافذ کرتے ہیں نظام کو چلانے والا اور امور کو نافذ کرنے والا خدا ہے اور ان کو اس کی اطلاع وی جاتی ہے۔ اور شب قدر کے علاوہ بھی ملائکہ ان کے پاس آتے رہتے ہیں۔

ماہ رمضان کی راتوں کی دعاؤں میں یہ فقرہ ہے۔ اے اللہ شب قدر میں سال بھر کے ہونے والے امور کے متعلق جو فیصلہ ہوتا ہے اس میں میرا نام بیت اللہ کے حاجیوں کی نرسٹ میں درج فرما اور بروایت علی الشرائع حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس رات میں سو جائے جس میں ہونے والے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو وہ اس سال حج سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ تیس ماہ رمضان کی رات ہے کیونکہ اس میں حاجیوں کے فائزے درج کئے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزق اور اجلیں بلکہ سال بھر میں ہونے والے سب واقعات کا فیصلہ لکھا جاتا ہے اور تہذیب الاحکام کی ایک روایت میں ہے کہ انیسویں کی رات کو یہ فیصلے لکھے جاتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر جس میں ہر ہونیوالے امر کا فیصلہ ہوتا ہے اس میں زیر عرش ایک منادی ندا کرتا ہے کہ تحقیق اللہ نے اس شخص کے جملہ گناہ معاف کر دئے جس نے اس رات حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر لی۔

ایک روایت میں مضموم سے سوال کیا گیا کہ پندرہ شعبان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ انیسویں ماہ رمضان کو لوگوں کے رزق تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور اسی رات میں مرنے والوں کی آجال کا فیصلہ ہوتا ہے اور حاجیوں کے متعلق بھی لکھا جاتا ہے۔ اور خداوند کریم زمین پر بسنے والی مخلوق پر نظر رحمت کرتا ہے پس سوائے شراب خوار کے ہر ایک کو بخش دیتا ہے۔ اور تیس کی رات ہر فیصلہ شدہ امر پر حکم ہونے کی مہر لگ جاتی ہے اور اس کو بھیج دیا جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ کس کی طرف بھیج دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ صاحب الامر یعنی امام زمانہ کی طرف بھیج دیا جاتا ہے پس وہ جان لیتا ہے۔ (فورا الثقلین)

بروایت عیون الاخبار فضل بن شاذان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ اگر کہا جائے روزے باقی مہینوں کے علاوہ ماہ رمضان میں کیوں فرض کئے گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ماہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن کو نازل فرمایا اور اسی میں ہی حضرت رسالت مآبؐ کو نبوت کے اعلان کا حکم ہوا۔ اور اسی مہینہ میں ہی وہ لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینہ سے افضل ہے اور اسی میں ہر ہونیوالے امر کا حکم فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور اسی مہینہ میں سال کی ابتداء ہے کہ سال بھر کے امور خیر و شر نفع و نقصان اور رزق و مرث کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

پس ان تین راتوں میں جاگ کر عبادت پروردگار کی بجا آوری باقی ایام کی ایک ہزار سینہ کی عبادت کے برابر ہے اور ان راتوں کے مخصوص اعمال کتاب مفیاح الجنان شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ میں مفصل مذکور ہیں۔ ان راتوں میں حضرت سید الشہداء کی مخصوص زیارت بھی مفیاح میں مذکور ہے پس وہ لوگ نیک نصیب اور خوش بخت ہیں جو ان راتوں میں جاگ کر عبادت اور دیگر اعمال صالحہ میں لبر کریں۔ اور یہ راتیں دعا اور مناجات کی راتیں ہیں۔ خداوند کریم تمام مومنوں کو اعمال صالحہ کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے۔

دخان کی وضاحت

بدخان قبیلہ۔ اس کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) حضرت رسالت مآب نے ایک دفعہ اپنی قوم کو بد دعا کی تھی کہ اے اللہ ان لوگوں کو قحط سالی کا مزہ چکھا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی پھا گئی۔ اور بھوک کے مارے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ پس مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے پھر حضور کی بارگاہ میں طالب عفو بن کر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں تو اپنی قوم کی بھی خبر گیری کیجئے جو بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں پس آپ نے ان کے حق میں دعا مانگی اور اللہ نے ان سے اس تکلیف کو رفع فرما دیا۔

(۲) یہ کہ دھواں علامت قیامت میں سے ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو ایک دھواں سا ظاہر ہوگا جو کفار کے کانوں میں داخل ہوگا کہ ان کے سر پھول جائیں گے اور مومنوں کو زکام کی سی تکلیف محسوس ہوگی اور زمین اس طرح نظر آئے گی جیسے اس پر کافی آگ جلائی گئی ہو اور صورت حال چالیس دن تک برقرار رہے گی۔ پس پہلی توجیہ کے مطابق الناس سے مراد اہل مکہ ہیں اور دوسری توجیہ کے مطابق الناس سے مراد تمام لوگ ہیں۔

رَبَّنَا كَشِفْنَا الْعَذَابَ - یعنی جب

عذاب ظاہر ہو تو لوگ دعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم سے عذاب کو دور کر دے تو ہم مومن ہو جائیں گے لیکن جب عذاب ٹل جاتا ہے تو وہ ویسے کے ویسے سرکش ہو جاتے ہیں چنانچہ جب حضرت رسالت مآب ان لوگوں کے پاس پہنچے تو اس کو صادق اور امین

رَبَّنَا كَشِفْنَا عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾ اَنِي	اے پروردگار دو کر ہم سے عذاب بے شک ہم ایمان لانے والے ہوں گے وہ کیسے
لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ	نصیحت حاصل کریں حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آیا پھر اس سے
تَوَلَّوْا عَندهُ وَقَالُوا مَعْلَمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۵﴾ اِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ	پھر گئے اور کہنے لگے یہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے تحقیق ہم دور کرنے والے
قَلِيلاً اِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿۱۶﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطِشَةَ الْكُبْرَىٰ	ہیں عذاب کو تھوڑے عرصہ تک کیونکہ تم پلٹ جاؤ گے ہر جس دن ہم گرفت کریں گے گرفت بڑی

ماننے کے باوجود اس سے پھر گئے اور دیوانہ کہہ کر اس کی تعلیمات کو ٹھکرا دیا۔

إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ - دخان کے پہلے معنی کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ جب اللہ نے اپنے حبیب کی دعا سے ان سے قحط سالی کا عذاب مٹال دیا تو وہ پھر کفر و عناد پر ڈٹ گئے لہذا دوبارہ جنگِ بدر کی سحنت گرفت میں ان کو معذب کیا گیا اور دخان کے دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ جب آثارِ قیامت کا دھواں ظاہر ہوگا تو لوگوں کی دعاؤں کی بدولت ایک دن معین تک کے لئے ان سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا اور پھر دوبارہ مستحقین عذاب کو سحنت عذاب میں دھکیل دیا جائے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا - حضور کر تلی

إِنَّا مُتَّقِمُونَ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ

دی گئی ہے کہ آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس

تو ہم انتقام لے لیں گے اور تحقیق آزمائش میں ڈالا ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو

وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۱۸﴾ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ

سے پہلے قوم فرعون کا بھی حضرت موسیٰ سے یہی دستور رہا ہے۔

حالا نیکان کے پاس رسولِ کریم (موسیٰ) آیا۔ (اور کہا) کہ آزاد کر کے مجھے اللہ کے بندے دے دو

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۹﴾ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَيَّ اللَّهُ إِيَّايَ

آن آؤ۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ اللہ

تحقیق میں تمہارے لئے امین پیغمبر ہوں اور یہ کہ اللہ پر سرکشی نہ کرو تحقیق

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۲۰﴾ وَإِنِّي عُدْتُ رَبِّي وَرَبَّكُمْ

کے بندے جو تمہاری قید میں ہیں مجھے ادا کر دو یعنی مجھے دے دو اور ان کو اپنی قید

میں تمہارے پاس واضح معجزہ لے کر آیا ہوں اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں

أَنْ تَرْجَمُونَ ﴿۲۱﴾ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا إِلَيَّ فَأَعْتَزَلُونَ ﴿۲۲﴾

سے آزاد کر دو اور دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ عباد

اس سے کہ تم مجھے پتھر مارو اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو الگ ہو جاؤ

فَدَعَا رَبَّهُ أَنْ هُوَ لَكُمْ قَوْمٌ مَّجْرِمُونَ ﴿۲۳﴾ فَاسْرِبْ

اللہ منادی ہے اور یہ حرفِ ندا محذوف ہے یعنی

پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ تحقیق یہ لوگ مجرم ہیں (پس خدا کا حکم ہوا) کہ لے لو

بِعِبَادِي لِيَلِدَنَّكُمْ فَيَتَّبِعُونَ ﴿۲۴﴾ وَأَتْرَكَ الْبَحْرَ

اے اللہ کے بندو! تم وہ فرائض و احکام ادا کرو جو میں

میرے بندوں کو رات میں تحقیق تمہارا تعاقب بھی کیا جائے گا اور رہنے دو پانی کو رکنا ہوا

تم تک لایا ہوں کیونکہ میں اللہ کا امین پیغمبر ہوں۔ اور

اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ میں نے تم تک اللہ کا ہی پیغام پہنچایا ہے۔ اور اللہ پر سرکشی نہ کرو۔ اور میں اپنی صداقت کے لئے اپنے پاس معجزات بھی رکھتا ہوں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ میں اللہ کا ہی فرستادہ ہوں۔

تَرَجُمُونَ۔ اس کا معنی پتھر باتیر مارنا بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی اس جگہ جھٹلانا اور افزاؤ بانٹنا بھی کیا گیا ہے۔
 وَ أَتْرِكُ الْبَحْرَ دَهْوًا۔ رھو کا معنی سکون بھی کیا گیا ہے۔ اور اس کا معنی ایسی زمین جس میں نہ قدم دھنس جائیں اور نہ اتنی سخت ہو کہ قدم کو ٹھو کریں لگیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے لئے عصا مارنے سے پانی کے اندر راستے پیدا ہوئے اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر پار ہو گئے تو چونکہ راستے برقرار تھے آپ نے ارادہ کیا کہ عصا کی ضرب مار کر راستوں کو مٹا دیا جائے اور پانی کو ملا دیا جائے تاکہ فرعون ان راستوں سے گزر کر ہمارا تعاقب نہ کر سکے تو ارشادِ قدرت ہوا کہ پانی کو اسی طرح ساکن رہنے دیا جائے تاکہ فرعون اور اس کا لشکر بار اس میں آجائے کیونکہ ان کے غرق ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

كَمْ تَرَ كُؤًا۔ یہ عبرت

و نصیحت کے لئے ہے کہ

فرعون اور اس کی ساری قوم

غرق ہو گئی۔ ان کے سرسبز

باغات کھیتیاں، چٹے

محلے اور سامانِ عیش و

عشرت سب کچھ پیچھے رہ گیا

اور خود تھمے عذاب ہو گئے

اور ان کے وارث ایسے لوگ

ہو گئے جو ان سے دور کا بھی

تعلق نہ رکھتے تھے اور اس

رَهُوا أَنَّهُمْ جُنْدٌ مَّعْرُوقُونَ ﴿۲۵﴾ كَمْ تَرَ كُؤًا مِنْ جَبْتٍ

تحقیق وہ لشکر غرق کیا جانے والا ہے وہ کس قدر سرسبز باغات شیریں چٹے

وَعْيُونَ ﴿۲۶﴾ وَ زُرُوعٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۲۷﴾ وَ نَعْمَةٍ

لبھلائی کھیتیاں عمدہ رہائش گاہیں اور سامانِ عیش جن میں خوشحال آباد تھے چھوڑ کر چلے گئے

كَانُوا فِيهَا فَاعِيَةً ﴿۲۸﴾ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا

ایسا ہی ہم نے ان کا وارث دوسرے لوگوں کو

آخِرِينَ ﴿۲۹﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ

بنارہا پس نہ ان پر آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی

دنیاوی عیش و آرام اور اس کے پورے ساز و سامان کا آخری انجام یہی ہے۔ اور آخر میں فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نہ تو آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔ حدیثِ نبوی میں ہے کہ ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں۔ ایک سے اس کے اعمال اُپر جاتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق نیچے اُترتا ہے پس جب انسان مرتا ہے تو یہ دو دروازے اس پر گریہ کرتے ہیں اور اسی مضمون کی حدیثِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت سید الشہداء اور امام حسین علیہ السلام کے قتل پر آسمان نے گریہ کیا اور اس کی افقی سرخی اس کے گریہ کا نشان ہے۔ اور بروایت زرارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان حضرت امام حسین علیہ السلام پر چالیس دن تک روتا رہا اور ان دو کے علاوہ آسمان نے کسی کے لئے گریہ نہیں کیا۔ اور بوقتِ طلوع و غروب اس کی سرخی اس کے گریہ کی علامت ہے ایک دفعہ

آسمان کس پر روبا

کیا اور اس کی افقی سرخی اس کے گریہ کا نشان ہے۔ اور بروایت زرارہ حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان حضرت امام حسین علیہ السلام پر چالیس دن تک روتا رہا اور ان دو کے علاوہ آسمان نے کسی کے لئے گریہ نہیں کیا۔ اور بوقتِ طلوع و غروب اس کی سرخی اس کے گریہ کی علامت ہے ایک دفعہ

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کا گذر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس پر آسمان اور زمین دونوں گریہ کریں گے اور آسمان وزمین کا گریہ امام حسین اور یحییٰ علیہما السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور ارادہ کر دیا کہ صحابہ کا مجمع تھا حسینؑ آکر سامنے کھڑا ہو گیا تو حضرت امیر نے اپنا ہاتھ حسین کے سر پر رکھا اور فرمایا اے فرزندِ گرامی خداوندِ کریم نے قرآن مجید میں بعض لوگوں کا کنا تہ ذکر فرمایا ہے میں آپ نے یہ آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے بعد تو قتل کیا جائے گا اور تیرے اوپر آسمان اور زمین گریہ کریں گے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل و دلدلِ زنا تھا۔ اور حضرت یحییٰ کا قاتل بھی دلدلِ زنا تھا اور امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد ایک سال تک آسمان کا رنگ سرخ رہا اور زمین و آسمان نے حضرت امام حسین اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر گریہ کیا۔ اور ان کی سرخی ان کا گریہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان پر نظر آنے والی سرخی حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد شروع ہوئی ہے کہ اس سے پہلے یہ نہیں ہوا کرتی تھی (برہان)

تفسیر برہان میں اسی آیت مجیدہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب کوئی نبی دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اُس پر آسمان وزمین چالیس سال تک گریہ کرتے ہیں اور جب کوئی عالم باعمل رحلت کرتا ہے تو آسمان وزمین اُس پر چالیس روز تک گریہ کرتے ہیں لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ان پر آسمان وزمین کا گریہ دائمی ہے اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ روز شہادت آسمان سے خون کے قطرے برتے رہے اور یہ سرخی جو آسمان کے افق پر ظاہر ہوتی ہے یہ شہادت حسینؑ کے بعد سے ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ سرخی نہیں تھی اور شہادت کے روز زمین پر جہاں سے بھی کوئی چہرہ اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ غم حسینؑ امام حسینؑ کے غم میں رونے کا ثواب کی وجہ سے جس مومن کی آنکھ میں آنسو بھر آئے اور بہ کر اس کے رخسار پر آجائے تو خدا اس کو محدثِ جنت میں اعقاب کے عرصہ تک سکونت بخشے گا (مجمع البحرین سے منقول ہے کہ اعقاب ۳۳ حقب کے مجموعے کا نام ہے جب کہ ہر حقب ستر خریف کے برابر اور ہر خریف سات سو برس کے برابر اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دشمن سے پیچھے والی ہماری کوئی تکلیف سن کر اگر کسی مومن کی آنکھ سے آنسو بہ کر اُس کے رخسار پر آجائے تو خدا اُس کو جنت کا اعلیٰ مکان عطا فرمائے گا۔ اور اگر کسی مومن کو ہماری محبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہ کر اس کے رخسار پر آجائے تو خداوندِ کریم اُس سے دنیا کی ہر قسم کی تکالیف اٹھائے گا اور قیامت کے دن وہ اس کے غضب سے امن میں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارا ذکر کرے یا ہمارا ذکر اُس کے سامنے ہو پس اُس کی آنکھ سے مچھر کے پر کوتر کرنے کے برابر آنسو نکلے تو خداوندِ کریم اُس کے جملہ گناہ معاف فرمائے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اُس وقت بلند کیا جب کہ یزید عنید کی سیاہ کاریاں اسلامی تعلیمات کے قریب الگ ڈھانچے کو زندہ درگور کرنے پر تیل گئی تھیں کیونکہ اس کے کافر دل میں جنگ احد و بدر کے مقتول کافروں کی محبت کا جذبہ کار فرما تھا جو بائیانِ اسلام سے پوری طرح انتقام لینے پر اُسے اکسارہا تھا پس وہ وقت و حالات کی مساعدت کا منتظر تھا اور معاویہ کی موت کے بعد اُسے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کا موقع مل گیا چنانچہ ہونے والے سانحہ کے جواز کا بہانہ پیدا کرنے کے لئے اُس نے امام حسین علیہ السلام سے اپنی بیعت کا ناشدنی مطالبہ کیا اور امام حسین علیہ السلام اُس کی ناپاک سازش کو پوری طرح بھانپ گئے پس اس سلسلہ میں بھاری سے بھاری قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے اور ایک نہیں بلکہ پورا بنو موسیٰ خاندان اُس کے ناپاک منصوبے کو قبول کرنے کے لئے اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھلے میدان میں ڈٹ گیا۔ اور تن من دھن اور جان مال و ناموس کی عظیم ترین قربانیاں پیش کر کے اسلام کے قریب الگ ڈھانچے میں وہ رُوح حیات چھوٹکی کہ اُسے ابدی باغزت زندگی مل گئی اور یزید کے ناپاک ارادوں کو اس طرح ناکام کیا کہ یزیدیت کو قیامت تک کے لئے قعرِ مذلت نصیب ہوئی پس امام حسین کی عظیم قربانیاں انسانیت کے کندھوں پر احسانِ عظیم کے بار کی حیثیت رکھتی ہیں جن کی یاد کو تازہ کرنا ہر صحیح الفطرت باصنیر انسان کا فریضہ ہے۔ پس ان کی مظلومیت کی داستان کو دہرانا اور ان کے غم میں اُسو بہا ناظم و تشدد اور کافرانہ جارحیت کے خلاف آواز بلند کرنے کے مترادف ہے اور مسلمانانِ عالم کے لئے ناقابلِ فراموش درس ہے کہ اپنے مطالبہ حق پر ڈٹ جانا اور عزم و استقلال کے قدموں پر کھڑے ہو کر ظالم و نااہل حکومت کو لاکار کر فتح عظیم حاصل کرنا انسانی آزادی کا فطری حق ہے جسے کسی وقت بھی جھلایا نہیں جاسکتا اور یہی چیز فتحِ مندی کا وہ زریں اصول ہے جس کو اپنانے والا کبھی اپنے مشن میں ناکامی کا مزہ نہیں دیکھ سکتا۔

آیت مجیدہ اپنے مصداق کے اعتبار سے تمام ان لوگوں کو شامل ہے جو دینِ خدا کے لئے کوئی اچھی خدمت انجام دے کر نہ جائے پس اُن کی موت نہ آسمان والوں کے لئے باعثِ درد ہوتی ہے اور نہ زمین والوں کے لئے کسی اہمیت کی حامل ہوتی ہے پس نہ اُن پر آسمان روتا ہے اور نہ زمین اُن کے غم میں گریہ کرتی ہے یعنی ایسے لوگوں کی موت صحیفۂ آسمان اور ورقِ زمین کے سینے سے حروفِ غلط کی طرح اُس کے مسٹ جانے کے برابر ہوتی ہے کیونکہ جس کسی کی زندگی کسی حد تک اس کے عظیم کارناموں کی وجہ سے ناہناک ہو اُس کی موت اسی قدر المناک اور اس کی مظلومیت اسی نسبت سے ہی دردناک اور عبرت ناک ہوتی ہے۔ پس آیت مجیدہ کے مفہوم مخالف سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ جو لوگ دینِ خداوندی کی خاطر کچھ کر جاتے ہیں خواہ اپنے پیچھے جائدادیں، کوچھٹیاں، باغات چشے اور دیگر فانی یادگاریں چھوڑ کر جائیں یا کچھ بھی نہ چھوڑیں اُن کا بلند کردار انسانیت کی عظیم خدمات اور دینِ اللہ کی بقا کی خاطر دی جانے والی اس کی بے مثال قربانیاں جس طرح آسمانِ عظمت پر نیرِ اعظم بن کر چمکتی ہیں اسی طرح نیلگوں چھت کے قلب بے قرار اور فرشِ زردین کے صفحہ ناپائیدار پر اُن کے روشن کردار کے نقوش لوسے کی لکیر کی طرح انٹ ہوئے ہیں کر رہتی دنیا تک اسے کسی استبدادی حربے سے مٹایا نہیں جاسکتا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی میدانِ کربلا میں پیش کردہ قربانیاں اس سلسلہ میں سرفہرست ہیں۔ اور اُس وقت سے اس وقت تک ہر دور کا یزیدِ صفت حکمران واقعہ کا ملکہ کر بلا

کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتا رہا لیکن منہ کی کھاتا رہا اور باطل پرستوں کی حیلہ سازیاں اور مکاریوں کے باوجود حسین مشن کا مہر تاباں سپہر حقیقت پر ظلم و جور کے دھند لکوں کو مات کر کے ہمیشہ جگمگاتا رہا۔ جس کی بدولت پرچم اسلام فضائے آسمانی میں اپنی کوری آن سے لہراتا رہا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہی عظیم و بے مثال قربانیوں کا اثر ہے کہ آج تک اسلام اپنے صحیح خدو خال میں موجود رہے اور اسلامی تعلیمات کو کفر و شرک کی تیز سے تیز تر آنڈھیوں کے باوجود کسی دور میں مٹا یا نہیں جاسکا۔ پس نیکیاں کرنے والے موجود رہے اور براہوں سے نفرت کرنے والے بھی ہر دور میں پیدا ہوتے رہے پس اگر کہیں بھی باطل پرستی سر زوری دکھانے پر آجائے تو ہر دور میں حسین مشن کو اپنانے والے سردھڑکی بازی لگا کر اُس کے سامنے ڈٹ جانے کو انسانیت کی صحیح خدمت سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسین کی شہادت کے موقع پر آسمان سے قطراتِ خون گرے یا افق کی سُرخی اُن کے ماتم میں ظاہر ہوئی اور زمین سے خون اُبلایا آٹھارہ ماہ تمام نمودار ہوئے گویا یہ سب اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دین خداوندی کی صحیح خدمت اور مقصد توحید کی بقاء کی خاطر جان دینے والے مجاہد اعظم نے زمین اور آسمان کی مہر دریاں مول لے لی تھیں لہذا چودہ طبق ان کی شہادت پر مرثیہ خوان تھے۔

العَذَابِ الْمُهِينِ - بنی اسرائیل پر ذلت آمیز عذاب یہی تھا کہ فرعون کے حکم سے ان کے بیٹوں کو فرج کر دیا جاتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو کنیزی اور خدمت کے لئے زندہ رکھا جاتا تھا پس اللہ نے ان کو اس عذاب سے بچات دی۔

وَلَقَدْ بَجْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ③۱

اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت آمیز عذاب سے

مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِنَ الْمُسْرِفِينَ ③۲

جو فرعون کی طرف سے تھا تحقیق وہ مشککہ اور حد سے گزرنے والوں میں سے تھا اور تحقیق

اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عَالَمِينَ ③۳

ہم نے ان کو جان کر عالمین پر چن لیا اور ان کو ایسی نشانیاں

کے قابل ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے مجملہ حالات و کوائف سے مطلع ہوتا ہے پس اُس کا چناؤ ہمیشہ بر عمل ہوتا ہے ہے چنانچہ بروایت عیون الاخبار حضرت رسول کریم سے مروی ہے کہ خدا نے آل محمد کو نبیوں کو اور فرشتوں کو چن لیا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان سے ایسے کام سرزد نہ ہوں گے جن کی بدولت ان کا اللہ سے رشتہ محبت ٹوٹ جائے یا وہ مستحق عذاب ہو جائیں گے۔ کامیابی کی دعا۔ تفسیر برہان میں بروایت اصبح بن نباتہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانہ میں ایک شخص تھا

جس کے پاس آذربایجان کے علاقوں میں کافی اونٹ تھے پس وہ سرکش ہو گئے کہ یہ شخص اُن سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا عمر بن خطاب نے اس کو ایک دعا تعلیم کی لیکن اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا پھر قوم جنات کے نام ایک خط لکھا تاکہ اگر جنوں کا اثر ہو تو وہ بھی ناکمل ہو جائے اور وہ جن اس معاملہ میں درخواست کنندہ کی امداد کریں لیکن اس کا بھی الٹا اثر ہوا پس وہ شخص پھر دربارِ خلافت میں اپنی شکایت لے کر حاضر ہوا اور جب اُس نے اپنی ناکامی کا اور خلیفہ کے مکتوب کی بے اثری کا ذکر کیا تو خلیفہ نے اُسے اپنی توہین قرار دیتے ہوئے شکایت کرنے والے کو دربارِ خلافت سے نکال دیا۔ پس وہ شخص حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں پہنچا تو آپ نے اس کو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ وہاں جا کر اس کو پڑھو۔ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوجَّهُ إِلَيْكَ بِبَيْتِكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِينَ اخْتَرْتَهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ فَذَلِّ لِحُصْعُوتَهُمَا وَحِوَابَتَهُمَا وَالْفِنْيِ شَرَّهَا فَإِنَّكَ الْكَافِي الْمُعَافِي الْعَالِبِ الْقَاهِرِ**۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور اگلے سال جب پلٹا تو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے لئے تحائف بھی لایا اور اپنی کامیابی کا مزہ بھی اس نے سنایا آپ نے اس کو مزید برکت کی دعا دی۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو مال اولاد اور خاندان کی نافرمانی کی تکلیف ہو یا حکمران کی طرف سے کوئی ڈر ہو تو یہ دعا پڑھے انشاء اللہ اُسے کامیابی ہوگی اور خدا اس کو ہر مشکل و مصیبت سے کفایت فرمائے گا۔

بَلَاءٌ مُّبِينٌ رَسْمًا
چیرنا پتھر سے چشموں کا
جاری ہونا بادل کا سایہ اور
من وسلوی وغیرہ بنی اسرائیل
پر اللہ کے خصوصی احسانات
تھے۔

مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝۳۲ **إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ**

دیں جن میں ہماری طرف سے واضح نعمت تھی تحقیق یہ لوگ کہتے ہیں

۝۳۳ **إِنَّ هِيَ الْأَمْوَاتُ الْأُولَىٰ وَمَا حُنَّ بِمُنْشَرِينَ ۝۳۴**

کہ نہیں یہ مگر پہلی بار کا مرنا اور (پھر) ہمیں نہیں اٹھایا جائے گا

فَأَتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳۵ **أَمْ خَيْرٌ أَمْ**

پس ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ اگر تم سچے ہو کیا یہ لوگ اچھے ہیں یا

قَوْمٌ تَبِعُوا وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

بتبع کی قوم اور جو اُن سے بھی پہلے تھے کہ ہم نے ان کو ہلاک کیا کیونکہ وہ

بناتے چلے جاتے ہیں پس محشر و نشر کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد قطعاً زندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حضور سے کہتے تھے کہ اگر مردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر محشر ہونا درست ہے تو ہمارے لئے آپ اپنے جہاد اعلیٰ تھی بن کلاب کو زندہ کر دیں تاکہ ہم اُس سے آپ کے متعلق بھی تسلی کر لیں۔

قومِ مُتَّبِعٍ۔ خدا فرماتا ہے کہ مشرکین مکہ قوم تبع سے بخت و اقبال مالدارسی و خوشحالی اور طاقت و قوت میں زیادہ نہیں ہیں بلکہ وہ ان سے بھی کہیں زیادہ دینا دہی نعمت میں خوشحال زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے کرتوتوں کے صدقہ میں ہم نے ان کو گرفتار عذاب کر لیا تو ان کا بھی آخروہی حشر ہوگا۔

مجمع البیان میں منقول ہے کہ تبع کا اصلی نام اسعد ابو کرب تھا اور یمن کے قبیلہ حمیر میں سے تھا اور چونکہ یمن کے سابق حکمرانوں کے نقش قدم پر چلا اس لئے اس کو تبع کہا گیا یا یہ کہ لوگ کافی اس کی اتباع میں جمع ہو گئے تھے پس اس کو تبع کا لقب دیا گیا۔ اس نے حیرہ پر فوج کشی کی پھر مرقند کو تاخت و تاراج کر کے اس کو دوبارہ آباد کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن کے حکمران کو تبع کا لقب دیا جاتا تھا جس طرح ترک کے بادشاہ کو خاقان اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا اور حضرت رسالتاً سے تبع کا اسلام کو قبول کرنا بھی مروی ہے اور منقول ہے کہ قبیلہ اوس اور خزرج کو اس نے حضرت رسالت مآب کی آمد کی انتظار میں مدینہ میں سکونت کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میری موجودگی میں وہ تشریف لائے تو میں ضرور ان کی نگرانی کروں گا اور ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ بہر صورت مفسرین نے کہا ہے کہ تبع خود اچھا آدمی تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کی قوم کی مذمت مذکور ہے اور اس کی مذمت نہیں کی گئی۔ اور تبع کے متعلق اوس و خزرج کو مدینہ میں ٹھرانے کی روایت تفسیر کی دوسری جلد میں مذکور ہے۔ پہلا ایڈیشن صفحہ ۱۶۵ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۶۷ پر ملاحظہ ہو۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ

مَجْرِمِينَ ﴿۳۸﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

مجرم تھے اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان

لَا عِيبَ فِي ﴿۳۹﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

ہے کبیل کے طور پر نہیں ان کو پیدا کیا مگر حق کے ساتھ لیکن اکثر نہیں

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۱﴾

جانتے تحقیق فیصلے کا دن سب کے لئے وعدہ کی جگہ مقرر ہے

وجود عطا فرمائی ہے اور چونکہ کھیل و تماشائے طور پر بنانا باطل اور لغو سب کے مترادف تھا اسلئے اسکے مقابلہ میں حق کا استعمال فرمایا یعنی یہ عظیم تخلیقی کارنامہ محض کھیل اور لغو مشغلہ کے طور پر نہیں تاکہ ان کی موت ان کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی مترادف ہو بلکہ ان کا وجود ایک صحیح مقصد اور حق کے طور پر ہے لہذا ان کی موت ایک اعلیٰ انجام کا پیش خیمہ ہوگی پس یہ دارالامتحان ہے تاکہ اپنے اختیار سے نیکی یا بدی کے راستے پر گامزن ہو کر اگلی منزل دارالجزا کی طرف قدم بڑھائیں۔

لَا يَغْنِي قَوْلِي - مولیٰ کا معنی دوست حاکم مددگار قسم قسم اور چچا زاد وغیرہ معانی میں استعمال ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ اُس دن ہر شخص کو اپنا عمل کام آئے گا۔ دوسرا کوئی کسی کی کچھ بھی امداد نہیں کر سکے گا۔ اس لفظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شفاعت نہ ہوگی لیکن چونکہ شفاعتِ محمد و آلِ محمد اور شفاعتِ مومنین حق ہے۔ لہذا الْأَمِّن رَحِمَهُ اللَّهُ کہہ کر اس کا استثناء کر دیا یعنی جن پر اللہ کا رحم ہوگا۔ اُن کے حق میں شفاعت کی جاسکے گی۔ تفسیر برہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس استثناء سے مقصود حضرت المومنین علیہ السلام اور اس کے شیعہ ہیں۔ زبید شحام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ چل رہا تھا وہ رات جمعہ کی تھی۔ آپ نے فرمایا آج شب جمعہ ہے۔ لہذا کچھ تلاوت کرو چنانچہ میں نے

يَوْمَ لَا يَغْنِي قَوْلِي عَنْ قَوْلِي شَيْئًا وَلَا هُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۴۲﴾

جس دن نہ کفایت کریگا کوئی دوست کسی دوست سے کچھ بھی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی

الْأَمِّن رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۴۳﴾

مگر جن پر اللہ کا رحم ہو تحقیق وہ غالب رحم کرنے والا ہے تحقیق

شَجَرَتِ الزَّقْوِمِ ﴿۴۴﴾ طَعَامُ الْإِثْيِثِ ﴿۴۵﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي

زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا کچھ مزے تانبے کی طرح ہوگا

الْبُطُونِ ﴿۴۶﴾ كَغَلِي الْحَمِيمِ ﴿۴۷﴾ خَذُولًا فَاعْتَلَوْهُ إِلَى سَوَاءِ

پیٹ میں کھولے گا جس طرح گرم پانی کھوتا ہے اس کو پکڑو پس دھکیل دو اس کو وسطِ جہنم

الْجَحِيمِ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ

پھر انڈیل دو اس پر کھرتے ہوئے پانی

الْحَمِيمِ ﴿۴۹﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿۵۰﴾

کا عذاب کچھ (یہ عذاب) تحقیق تو عزت دار و کریم (کہلانا) تھا

إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿۵۱﴾ إِنَّ الْمَتِّينَ فِي

تحقیق یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے تحقیق متقی لوگ

اور پھر شفاعت سے اُن کو نجات مل جائے گی۔

انَّ يَوْمَ الْفَصْلِ سے شروع کیا اور یہ آیتیں پڑھیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم الْأَمِّن رَحِمَهُ اللَّهُ کے مصداق ہم ہیں اور ہم ان کی مدد کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہماری ولایت ہی اُس دن لوگوں کے کام آئے گی

الْأَمِّن رَحِمَهُ اللَّهُ یعنی جن لوگوں پر اللہ رحم فرمائے گا وہ قیامت کے سمحت عذاب سے بچ جائیں گے یا تو ابتداءً اُن کو عذاب سے بچایا جائے گا یا پہلے جہنم میں اپنے کئے اعمال کی سزا دیکھنے کے لئے داخل ہوں گے

شفاعت کا عقیدہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے اور حضور رسالت مآب سے بھی منقول ہے کہ جو شخص میرے معراج کا

عقیدہ نہ رکھے اور میری شفاعت پر ایمان نہ رکھے وہ میری امت سے نہیں ہے اور آل محمد کا اپنے شیعوں کے لئے شفاعت کرنا متواتر احادیث سے ثابت ہے بلکہ بعض خالص مومنین کو بھی جی شفاعت دیا جائے گا۔

مَقَامٍ اَمِينٍ ﴿۵۲﴾ فِيْ جَنَّتٍ وَعَيُوْنٍ ﴿۵۳﴾ يَلْبَسُوْنَ

با امن مقام میں ہونگے باغات اور چشموں میں اٹلس و دیبا کے

مِنْ بَسُنْدِيسٍ وَّاسْتَبْرَقٍ مَّتَقِيْلِيْنَ ﴿۵۴﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْجُهَهُمْ

لباس میں بلبوس ایک دوسرے کے آنے سانسے ہوں گے ایسا ہی ہوگا اور ہم ان کی حور عین

بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۵﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

سے شادی کریں گے وہاں پر امن ہو کر ہر قسم کا میوہ طلب کریں گے

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَۃَ اِلَّا الْمَوْتَۃَ الْاٰوَلٰى وَاَوْجُهَهُمْ

وہ سوائے پہلی موت کے اور کوئی موت نہ چکھیں گے اور ان کو (خدا) دوزخ

عَذَابِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۷﴾ فَضَلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ

کے عذاب سے بچائے گا یہ تیرے رب کا فضل ہے اور یہ بڑی

الْفَوْزِ الْعَظِيْمِ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّمَا لِيْسِرْنَهٗ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

کامیابی ہے سوائے اس کے نہیں کہ اس کو ہم نے تیری زبان پر آسان کر دیا تاکہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاَرْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہ نصیحت حاصل کریں پس تو انتظار کر وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں

رکوع نمبر ۱۶۔ الزقوم اسے تھوہر کہا جاتا ہے ابو جہل نے ازراہ منہ مسخر کچھ جودوں پر کھن ڈال کر لوگوں سے کہا تھا کہ یہ وہی زقوم ہے جس سے محمد ہم کو ڈراتا ہے بعض مفسرین نے اس جگہ ایشیم سے مراد ابو جہل لیا ہے اور لفظ ایشیم مطلق ہر گنہگار کو شامل ہے۔

ذوقِ اذک۔ چونکہ ابو جہل اپنے آپ کو مکہ میں عزیز و کریم کہتا تھا اس لئے اس کے سر پر جہنم کا کھولتا ہوا پانی ڈال کر کہا جائے گا کہ تو عزیز و کریم ہے لہذا اس عذاب کو چکھو۔
سُنْدِيسٍ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سندس پہننے کا کپڑا ہوتا ہے اور استبرق نیچے بچھانے کے لئے ہوتا ہے اور یہ دونوں نہایت قیمتی کپڑے ہیں۔
مَّتَقِيْلِيْنَ۔ یعنی ہستی لوگوں میں باہمی منافرت نہ ہوگی تاکہ ایک دوسرے کی طرف ناراضگی سے پیٹھ کر لیں بلکہ ان میں ہمیشہ دوستانہ قائم رہے گا اور ایک دوسرے کے آنے سانسے ہتے مسکراتے ہوئے زندگی بسر کریں گے۔